وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

ضَرْبُ الْمُهَنَّدِ
علیٰ
اَلْقَوْلِ الْمُسَنَّدِ

مؤلف:
حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ضَربُ المُھَنَّد

علیٰ

القول المُسَدَّد

حضرت مولانا حافظ

حبیب اللہ ڈیروی صاحب



مکتبہ ایثار

0315-9927261

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۶ء ...... وفات: ۳/نومبر ۲۰۰۷ء

مولانا سید عنایت اللہ صاحب گجراتی کے ہاں مدرس مولانا عبدالکریم میرانی تھے جو صادق آباد کے رہائشی تھے۔ انہوں نے رسالے لکھے: (۱) الاقوال السلف فی عدم سماع الاموات۔ (۲) ازالہ اوھام فی فھم الحدیث خیر الانام۔ (۳) القول المسند فی رد المھند۔

اس موخر الذکر رسالہ میں انہوں نے ''المھند علی المفند'' کے ایک عقیدہ حیات النبی ﷺ کا رد لکھا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی نے مولانا عبدالکریم میرانی کے ان رسائل بالخصوص موخر الذکر رسالہ ''القول المسند فی رد المھند'' کا جواب ''ضرب المُهند علی القول المُسند'' کے نام سے لکھا۔ صفر ۱۴۳۷ھ مطابق نومبر ۲۰۱۵ء میں مکتبۃ البشار ٹوپی ضلع صوابی سے شائع ہوا۔ اس تصنیف کی خصوصیت یہ ہے کہ اہم اور ضروری حوالہ جات کے انہوں نے عکس دے دیئے۔ اسی طرح ہم اس کتاب کو اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

۲۹۷

حق چار یار

مسئلہ حیات النبیؐ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کی متعدد تصانیف و رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ المہند علی المفند ہی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لیے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہٗ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہٗ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہٗ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہٗ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہٗ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی عفا اللہ عنہٗ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸۔ مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہٗ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہٗ مہتمم دار العلوم کراچی
۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہٗ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور (تلک عشرۃ کاملۃ)

منجانب:- حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

برادران اسلام! دنیا میں دو قسم کے گروہ ابتداء ہی سے چلے آرہے (۱) مخلص اور وفادار (۲) منافق اور غدار۔ یہ منافق گروہ جو اپنا بن کر نقصان پہنچاتا ہے وہ نقصان دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ یہ منافق گروہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اس منافقانہ پالیسی کا مظہر ایک وہ رسالہ بھی ہے جو گزشتہ سال میدان تحریر میں لایا گیا ہے جس کا نام ہے: ''القول المسند فی رد المھند'' مصنف مولوی عبدالکریم المیرانی مدرس مدرسہ قاسم العلوم جبیر پور روڈ، چکوال۔ اس سے قبل مولوی صاحب کے دو رسالے اور بھی نظر سے گزرے ہیں۔ چنانچہ ایک کا نام: ''اقوال الاسلاف فی عدم سماع الاموات'' ہے۔ ملنے کا پتہ: مولوی عبدالکریم حامد المیرانی خادم اشاعت التوحید والسنۃ ساکن دعووالہ تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان، مدرس مدرسہ اسلامیہ جامعہ فاروقیہ گجرات۔

دوسرے رسالہ کا نام ''ازالۃ الاوہام فی فہم احادیث خیر الانام''۔ مصنف المیرانی خادم توحید والسنۃ، فاضل علوم دینیہ جامعۃ الصدیقہ گوجرانوالہ (یعنی دورۂ حدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سے پڑھا ہے) اور اب حضرت شاہ صاحب کے مدرسہ واقعہ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ، گجرات میں درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھاتے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب کے نظریات کی پرچار کرتے ہیں۔ مصنف نے ''المہند'' میں مندرجہ مسائل وعقائد میں سے صرف ''مسئلہ حیاۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کا انتخاب کرتے ہوئے اس کا رد کیا ہے اور اپنے رسالہ کا نام ''سورۃ المنافقون'' میں مندرجہ آیت وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ۔ (پ:۲۸) اور اگر بات کریں منافق تو سنے گا تو اے مخاطب ان کے قول کو گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئیں۔ سے حاصل کیا ہے۔ واقعی یہ رسالہ ''القول المسند'' (بے کار بات) ہے۔ اور ''المھند'' کا معنی ہے (ہندی تلوار) تو ہندی تلوار کے مقابلہ میں بےکار بات اور منافقانہ قول کس طرح فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ف نمبر ۸: ...... خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بے جان اور لایعقل۔ دیکھنے میں کتنی موٹی مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں جب ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے ان کے موٹے فربہ جسم اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں اندر سے خالی اور بے جان محض اور دوزخ کا ایندھن بننے کے لائق۔

مصنف موصوف نے اپنے دوسرے رسالہ ''ازالۃ الاوھام فی فھم احادیث خیر الانام'' کے نام رکھنے میں جہالت کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ ازالہ کا صلہ ''عن'' آتا ہے ''فی'' نہیں آتا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب کا نام ہے: ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' اس مصنف کے رسالہ کا نام یوں ہونا چاہئے تھا: ''ازالۃ الاوھام عن فھم احادیث خیر الانام''

پھر اس رسالہ کا نام ''ازالة الاوھام'' شاید اس بناء پر رکھا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتاب کا نام بھی ''ازالة الاوھام'' تھا۔ اور اس نے بزرگان دین کے خلاف اپنی فہم کو دخل دے کر قرآن و حدیث کی تشریح اپنی مرضی سے کی تھی۔ یہی کچھ مصنف موصوف نے کیا ہے۔ نیز مصنف موصوف نے اپنے آپ کو ''فاضل علوم دینیہ جامعة الصدیقیہ گوجرانوالہ'' لکھا ہے۔ یہ بھی ان کی جہالت کی بین دلیل ہے کیونکہ مدرسہ کا نام ''جامعہ صدیقیہ'' یا ''الجامعة الصدیقیة'' ہوسکتا ہے لیکن ''جامعة الصدیقیة'' ترکیبی لحاظ سے غلط ہے کہ صفت تو معرفہ ہو مگر موصوف نکرہ۔ پس جس شخص کی علمی حالت یہ ہو اور اپنے آپ کو مجتہد سمجھ کر اکابر دین کے علم و سمجھ کو ٹھکرا کر نیا راستہ اختیار کرے۔ پس ایسے شخص کی مثال یوں ہے ۔

ہر کس کہ نہ داند و بداند کہ داند   در جہل مرکب ابد الدہر بماند

برادران اسلام کی خدمت میں مصنف ''القول المسند'' کا کچھ تعارف کرایا گیا ہے پورا تعارف ''ضرب المھند'' کے مکمل پڑھنے سے حاصل ہوگا۔ اب راقم الحروف یہ بتانا چاہتا ہے کہ ''حیات انبیاء علیھم السلام فی القبور'' اور ''سماع انبیاء علیھم السلام عند القبور'' کا مسئلہ کبھی اختلافی نہیں تھا۔ اس پر ہمیشہ امت کا اجماع رہا ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور عند القبور صلوٰۃ و سلام کا سماع کر کے اس کا جواب عنایت کرتے ہیں''۔ اور جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابرین کا بھی یہی مسلک تھا۔

چنانچہ مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں کیونکہ سماع صلوٰۃ عند القبر الشریف پر تو تمام اکابر علمائے دیوبند متفق ہیں اس لیے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کر دیئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ وہ سماع صلوٰۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کو لکھا تھا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی، ص ۵۴ بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

خیانت: مصنف ''القول المسند'' نے اپنے رسالہ کے (صفحہ ۷۳ میں تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء کے صفحہ ۵۳) کا عکس (فوٹو) دیا ہے جس میں بقیہ اظہار حقیقت صفحہ ۵۴ کا ذکر ہے لیکن صفحہ ۵۴ جس میں اظہار حقیقت کے عنوان کے تحت حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے اس کا فوٹو (عکس) نہیں دیا کیونکہ اس میں یہ حوالہ مذکور تھا جس کا راقم نے ابھی حوالہ دیا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی دیانت ...! (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اختلاف کب پیدا ہوا: اس اختلاف کے بانی مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی ہیں۔ مولانا موصوف کسی مستقل مزاج کے مالک نہیں، اگر تشدد پر اتر آئیں تو اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ مسائل وعقائد کا انکار بآسانی کر گزرتے ہیں۔ اور اگر تساہل (نرمی) اختیار کر لیں تو پھر بریلوی عقائد اور بدعات کو قبول کر کے اس پر دستخط کر کے بریلویوں کے ساتھ صلح و آشنائی بھی قائم کر لیتے ہیں۔ آج اس راز سے ہم پردہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف جس زمانہ میں

جامع مسجد کالری دروازہ گجرات کے خطیب مقرر ہوئے تو بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی کا شہر گجرات میں کافی اثر ورسوخ تھا۔ شاہ صاحب موصوف اور مفتی صاحب موصوف کے درمیان چند مسائل پر مناظرہ ہوا، جس میں شاہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف کے مسائل کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس پر دستخط ثبت فرما دیئے تھے۔ بریلوی اشتہار کے مطابق یہ مناظرہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ بروز منگل لالہ فضل پگانوالہ کے مکان پر ہوا۔ مفتی احمد یار خان نے کچھ مدت بعد ان مسائل کو شاہ صاحب موصوف کے دستخط کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا: ''جھگڑے کا خاتمہ''۔ وہ مسائل کون سے تھے جس پر حضرت شاہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے؟ ذرا ان کو ملاحظہ فرمالیں۔

۱...... مزارات اولیاء پر گنبد بنانا، پختہ عمارت بنانا شرعا جائز ہے۔ نیت خیر سے ہو تو مستحب ہے۔ گنبد خضراء رسول علیہ الصلوۃ والسلام شرعا جائز اور بہت متبرک ہے۔

۲...... عرس اولیاء اللہ تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کر کے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں روشنی کرنا اور وہاں حاضری دینا شرعا مستحب ہے۔

۳...... جس عرس میں ناچ گانا، باجہ وغیرہ اختلاط مرد وزن وغیرہ محرمات ہوں تو ان امور محرمہ کی وجہ سے نفس عرس حرام نہ ہوگا، بلکہ یہ مذکورہ بالا محرمات چیزیں حرام ہوں گی اور اصل عرس حلال ہوگا۔

۴...... حقیقت محمدیہ عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔

۵...... محفل میلاد شریف تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کر کے ذکر ولادت پاک کرنا اور نعت خوانی کرنا شرعا جائز ہے، مستحب ہے۔

۶...... جناب سرور دو عالم ﷺ کا وہ جسم اطہر جو کہ قبر انور میں مدفون ہے، وہ ہر وقت ہر جگہ بعینہ موجود نہیں بلکہ قبر انور میں جلوہ گر ہے۔

۷...... بعد نماز پنجگانہ بلند آواز سے مل کر نمازیوں کا یہ پڑھنا کہ ''صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعلی الک یا حبیب اللہ'' جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس جہر سے نمازی کی نماز میں حرج نہ ہو، نہ سونے والے کو تکلیف ہو اور نہ قاری کی تلاوت میں خلل واقع ہو۔

کتبہ احوج الناس الی حبیب الرحمن احمد یار خان مدرس، مدرسہ خدام الصوفیہ، گجرات ۱۴ ر ذیقعدہ یوم سہ شنبہ ۶۱ ھ۔ المجیب مصیب عنایت اللہ بخاری، خطیب جامع مسجد کالری دروازہ، گجرات یوم سہ شنبہ ۶۱ ھ ۱۴ ر ذیقعدہ۔

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے پندرہ سال کے بعد ایک پمفلٹ آٹھ صفحات کا اپنی قلم سے لکھا جس میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب وہ گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کا حال بھی عرض کر دیں تا کہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریبا پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکور پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے

میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانۃً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے اب میرے لئے دو ہی راستے تھے۔

اوّل:...... یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کروں۔

دوم:...... یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ! محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا''۔ (اعلان حق صفحہ: ۴)

نیز حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' میں تمام مسائل، جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ ﷺ) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ ''وکفی باللہ شھیدا''۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے''۔ (اعلان حق ص ۸)

قارئین کرام! حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان حیران کن ہے کہ ''بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے''۔ حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور دیوبندی عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ مسائل ننانوے فی صد بریلویوں کے ہیں۔ کیا حضرت شاہ صاحب کو اتنا علم بھی نہیں تھا۔؟ پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان کہ ''بعض علمائے ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا''۔ یہ اور زیادہ حیران کن ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب موصوف قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کے تحقیقی مطالعہ سے بالکل محروم تھے۔؟ حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا۔ بہر حال حضرت شاہ صاحب کے پمفلٹ (اعلان حق) کا پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں۔

ضرب المہند علی القول المسند ۸

پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کرسکیں

۱۲

اعلانِ حق

جسمیں

بریلوی اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کا جواب ہے

از قلم

جناب مجاہد ملت، حامی شریعت، حضرت مولٰنا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

پبلشر

(مولوی محمد یوسف خطیب مسجد شالبافان گوجرانوالہ)

— ۲ —

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرانِ اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گجرات میں ایک انجمن بنام خادم الصوفیہ ہے۔ اس ادارہ کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے۔ زہر کا نام تریاق جھوٹ کا نام سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں — جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتی اور مفسد اس اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جبکہ لالچی پیر لوڈران کے ایجنٹ شکم پرست مفتی و ملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع کھانے پینے کے ڈھنگ نذر و منت چڑھاوے شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا — ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ، سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا، دغا، فریب اور مکر زنمہ۔ مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیرادران کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و ملا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چندہ کی آزمائش آجائے تو بایں دعوے عشق و محبت بیک بینی و دو گوش بذریعہ معافی سازی کا کر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف

۴

بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شرم! شرم! شرم! … شکم پرستوں کو یہ
ذلیل کردار ہو کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور اہم مسئلہ کی حفاظت و حمایت کے عوض سے قوم کو تو
جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود تحفظ ناموس رسول سے قرآن اور قوم سے غداری کرکے بہت سی مکاری
اور فریب کاریوں کے ساتھ … دولت سمیٹ کر … ثابت کر کے …
سے جہلاء کی امداد ہی کہیں اور جو بھی چالیسویں کا نان دکھلا …
کے پیٹ کا … قوم کے دین و ایمان …
پیدا کر ڈالنے کے لیے … جیسے … اشتہار، صوفیانہ جبہ و دستار، عاشقانہ فنی
تقریریں، دعوؤں، اشعار اور طبعزاد مسائل جعلی سے پُر اسرار فرار، نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار
استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین جو جنس عیار مکار
… گروہ … قوم کے دین و ایمان پر عزت و عصمت پر اموال و املاک پر ڈاکہ ڈالنا یہ
مقدس … نہیں … اور ڈرامے اور کھیل … جان و مال سے کئی بار
کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے نعوذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں … مکر کے
دکانداروں کے … ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست
پیر اور ان کے ایجنٹ پیشہ … کے دین و مال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں
نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اے ایمان
والو! بہت سے مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب
سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں … لوگوں کے مال پر ڈاکہ
ایمان پر بھی ڈاکہ … پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور … اور ملاؤں کے
پلید کرتوت … اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے
جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ … داغ سے ان کے … چہروں کو داغ دار
… ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرما دی ہے۔ تاکہ
… میں آئے … قرآن مجید میں

۱۵

۴

اللہ تعالیٰ نے علماءِ حقانیین اقتقراً اقربائیہ ہے کے صفات عزت و حرمت سے ارشاد فرما دیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو یہ علماء اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے رضا الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ عوام حق و باطل میں سچے جھوٹے میں۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ کا حال بھی عرض کر دیں۔ تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں تقریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکور پر بغیر کسی مناظرہ مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتہً اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے

اول:۔ یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کر دوں۔

دوم:۔ یا پھر خوف خدا آخرت کی جزا و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ صدق کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا۔ اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرما لیں۔ لیکن برا ہو ضد اور

علیٰ کانہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لئے ہی تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد و عناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہیں غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تاکہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر فتنہ کی حد یہ کہ منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے۔ کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے لہذا دونوں فریق ایک تحریر کر دیں کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونوں فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ گمراہ کن جھگڑے بانا اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک تو ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا۔ تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانا مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا اور وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ کیا شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کریں تو وہ قدر بہا آمدنی پیدا ہوتی ہے ۔ ماتین کی کیا پرواہ درست ہو یا غلط یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتویٰ دیا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث میں عورت سے اغلام دطیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے کرنے کی کوئی ممانعت نہیں نعوذ باللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ شرم ۔ شرم شرم پھاڑنے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتویٰ بھی مبارک ہو مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتویٰ بھی میرے پاس موجود ہے ۔ میں نے اس ناپاک فتوی سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کیا ۔ لیکن انہوں نے اس گندے فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا ۔ ضد پر اڑے رہے اب تک اڑے ہوئے ہیں یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم اناللہ وانا الیہ راجعون ، چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ، بھلا جو مفتی پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدا کے پاک کے کلام پاک کے معنے میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں ۔ ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں وزین لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدون ۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون مومن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں ۔ لیکن جنہیں دین و ایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل فما اصبرھم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کریں اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر و منت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کر دیتے اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے فریقین دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے ۔ کہ نذر و منت عبادت ہے ۔ لہذا یہ عرف

۱۸

اللہ تعالیٰ کے نام ہونی چاہئے ثواب تمام مومنین صالحین کو بخشنا جائز ہے اور نذر و منت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔ کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین۔ صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور دریش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

بہرحال یہ ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس قدر عیب ہے اور کتنا بڑا ظلم ہے یا اللہ تیری پناہ۔ مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خود دونوں سے توبہ کیجئے انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت سے پیش کیجئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ موجود نہیں کتب احادیث و سیر، تاریخ و ادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذی النورین نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتووں سے رجوع فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتوی سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمالیا۔ یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے لیڈروں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے بلکہ خدا خوف تھے حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے۔ حق کی اشاعت کرتے تھے

۱۹

۸

احق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں لاکھ کروڑوں رحمتیں ہوں ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے۔ ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے۔ لہٰذا اے گجرات تمام مفتیان تمام علماء کرام اور میرے برادران اسلام آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا۔ آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز۔ بعض حرام بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیہ ہیں بس اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفی باللہ شہیدا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے

ضروری نوٹ جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی بدلے پر بھی باز نہیں آئے۔ مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا۔ اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے مولویوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں پیروں صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار و رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت میرے پاس ذکورہ دانا ش کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے بشرطیکہ بانہ عرض ہے۔ آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل و صورت سے نقاب کشائی کریں ورنہ اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبیؐ کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں۔ تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب الجامع گجرات

گھر بلو کے عام استعمال اور کپڑے صاف کرنے کے لئے ھلال سوپ بہترین ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے تشدد اور تساہل کا ایک اور واقعہ

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ناصح مشفق مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے:

ایک غلط بات کا لازمی نتیجہ: پچھلے دنوں ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری کی سکھر میں ایک تقریر کا غلط اقتباس شر انگیز تبصرہ شائع ہوا ہے۔ جسے پڑھ کر سکھر کے لوگوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ سکھر کے لوگوں کو بہت رنج ہوا کہ حقیقت کو کس قدر مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ''ترجمان اسلام'' کے حلقہ ارادت کا دفتر، جو الگ مسجد کے حجرہ میں قائم تھا، لوگوں نے اٹھوا دیا اور دفتر کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ ''ترجمان اسلام'' کی پالیسی ہماری جماعت کے بارہ میں افسوس ناک حد تک متعصبانہ ہے، جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ سکھر میں ''جمعیت علمائے اسلام'' یا ''تحفظ ختم نبوت'' کو جو نقصان پہنچا اس کی تمام تر ذمہ داری ''ترجمان اسلام'' کی غلط روش پر عائد ہے۔ (احقر شہاب الدین خطیب جامع مسجد اللہ والی بندر روڈ سکھر)

اس مضمون کو آپ جتنی بار پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ واضح ہوتا جائے گا کہ ''ترجمان اسلام''، ''جمعیت علمائے اسلام'' اور ''تحفظ ختم نبوت'' سے اس ''احقر شہاب الدین'' کو کتنا بغض ہے اور جس اپنی جماعت کا یہ ذکر کر رہے ہیں، اس شر ذمہ قلیلہ کے تمام افراد کو باستثناء معدودے چند، اس بغض وحسد کا شرف حاصل ہے۔ احقر شہاب الدین ناصح مشفق بن کر فرماتے ہیں کہ: ''ترجمان اسلام'' کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور موجودہ غلط پالیسی سے ''جمعیت'' اور ''تحفظ ختم نبوت'' کو بڑا نقصان پہنچا ہے''۔ آپ کی اس مشفقانہ نصیحت کا شکریہ ہے، مگر معاف کیجئے! کیچڑ اچھال کر نصیحت نہیں کیا کرتے۔ ''ترجمان اسلام'' نے تو اب تک یہ بھی نہیں لکھا کہ ''علمائے دیوبند'' اور ''مرکزیت دیوبند'' اور ''مسلک دیوبند'' کو جتنا نقصان آپ کی جماعت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اس کی تلافی مشکل ہے اور نہ ہم اب اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ آپ چند مودودیوں یا اپنے مریدوں کی بات کو سکھر کے لوگوں کی طرف منسوب کر کے دھوکہ نہ دیں۔

ترجمان اسلام کا قصور

''ترجمان اسلام'' کا بڑا قصور، جس سے آپ کے شکم مبارک میں مروڑ اٹھا ہے، یہ ہے کہ اس نے یہ سچی بات نقل کر دی کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سکھر میں کہا کہ ''اہل حدیث کذاب ہیں''۔ کیا یہ بات غلط ہے۔؟ کیا سکھر میں داعی اور مدعو حضرات کی میٹنگ میں شاہ صاحب موصوف نے نہیں فرمایا تھا کہ ''میں جلسہ میں رفع یدین کی تردید نہیں کروں گا البتہ اہل حدیث کو کذاب کہوں گا''۔؟ کیا پھر جلسہ میں شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا۔؟ کیا ریل میں شاہ صاحب نے سنن بیہقی کا حوالہ دے کر یہ نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔؟ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ ''حضور ﷺ کی نماز وفات شریف تک اسی طرح تھی''۔ حالانکہ بیہقی میں یہ روایت نہیں ہے۔ اور کیا مولانا غلام اللہ خان نے نہیں فرمایا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔؟ انہوں نے ''فقہ

الطالبین‘‘ چھاپی اور اس میں آٹھ تراویح کی روایت درج کر دی۔ اگر ان حضرات کا کذاب کہنا جرم نہیں ہے تو اس کا نقل کرنا کیوں جرم ہے؟۔ہم نے دیانتداری سے یہ نقل کیا تھا کہ تحت الحدیث اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کو کذاب کہنا درست نہیں ہے اور نہ آج کل کے ملی واجتماعی تقاضے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب ہمارے پاس لکھ بھیجیں کہ ’’میں نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا تھا‘‘۔تو ’’ترجمان اسلام‘‘ خوشی سے اس کو شائع کر کے گزشتہ اشاعت کی تردید کر دے گا۔احقر شہاب الدین صاحب جمعیت کو نقصان پہنچنے کا غم نہ کھائیں۔’’جمعیت علمائے اسلام‘‘ علمائے حق کی جماعت ہے اور ’’ترجمان اسلام‘‘ کا نصب العین دین حق کی خدمت ہے چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ چند ملحد وگمراہ مودودیوں یا مودودیت گزیدہ افراد کے پیچ وتاب کھانے سے کمزور نہیں ہوتی۔ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ عذاب قبر کے قائل ہیں۔ وسیلہ کے قائل ہیں۔حضور ﷺ کے درود وسلام سننے اور اس کا جواب دینے کے قائل ہیں۔ اکابر علمائے دیوبند کے مسلک سے وابستہ ہیں۔ جو مسلک اہل سنت کے مطابق ہے اور باوجود اس کے دوسروں کو کذاب نہیں کہتے۔ بلکہ تحفظ اصول دین کے لئے باہمی تعاون کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو ’’ترجمان اسلام‘‘ شہاب الدین کی جماعت کا نام اور اس سے اختلاف کے اسباب پر مفصل بحث کرے گا۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالی۔ (ترجمان اسلام ص ۵ ۲۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء مطابق ۳۰ر شعبان ۱۳۸۵ھ)

یہ تو حضرت شاہ صاحب موصوف کے تشدد کا بیان ہے، اب ذرا حضرت شاہ صاحب کے تساہل پر بھی غور کر لیں جو اپنی قلم سے حضرت شاہ صاحب نے لکھ کر دیا ہے اور اس کا عکس (فوٹو) غیر مقلد مولانا خالد گھرجاکھی صاحب نے اپنی ماہواری رپورٹ میں شائع کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث سب کو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو برحق جانتا ہوں۔ عنایت اللہ، مسجد جامع گجرات ۲۵ر ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ/ ۱۳ر فروری ۱۹۶۹ء

(اسلام کی امانت سینوں میں ہے ہمارے مع تبلیغی رپورٹ ماہ جولائی ۱۹۸۲ء ۲۰)

حضرت شاہ صاحب موصوف نے غیر مقلدین کو حنفیوں کے برابر کا اہل حق شمار کیا ہے جبکہ پہلے ان کو کذاب فرما چکے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی اس نرمی کی بناء پر بعض ’’جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ‘‘ کے خاص ارکان غیر مقلدین کی گود میں چلے گئے ہیں اور اب وہ حنفیوں کو مشرک اور اہل بدعت شمار کر رہے ہیں۔ اس کی نشاندہی عنقریب کر دی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

۲۴

خیانت کا الزام ص ۳

معاشیوں کا غیر مقلدین جانا ص ۱۵ ص ۱۶

نور الہدیٰ ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسلام کی امانت

سینوں میں ہے ہمارے

●

مع تبلیغی رپورٹ

ماہ جولائی ۱۹۸۲ء

نگران اعلیٰ

خالد گرجاکھی

●

ادارہ احیاء السنۃ ۔ گھرجاکھ ۔ گوجرانوالہ

۲۵

پڑھی تھی کہ کوئی ایسی بات رہ۔

چنانچہ اس کے بعد انہوں نے مجھ خادم سے تعلق کا اظہار کر دیا اور میں نے بطیب خاطر اہلحدیث کو قبول کر لیا جس میں سب سے زیادہ مولانا اسماعیل صاحب سلفی مرحوم کے اخلاق کا اثر ہے کیونکہ میں لڑائی بھڑائی باتوں کی وجہ سے تیزی کرتا لیکن سلفی صاحب پیار اور اخلاق سے بات بتلاتے جس سے متاثر ہوئے بغیر میں نہ رہ سکا خصوصاً جب کہ ان کے بتائے ہوئے اعتراض کا جواب بھی آج تک کسی حنفی سے نہیں مل سکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو قبول کرنے اور اس پر زندگی گزارنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

۲۱۔ چوہدری محمد اشرف صاحب: چونکہ ذکر چل نکلا غیر علماء کا اگرچہ وہ اپنے گاؤں کے ایک اہم شخصیت ہوتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ کسی کو سمجھ دے دیتا ہے اور وہ سوچنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دیتے ہیں مثلاً چوہدری محمد اشرف صاحب ولد چوہدری غلام رسول صاحب نمبردار سہنسرہ گورایہ ضلع گوجرانوالہ کے نہ صرف اہلحدیث ہی ہوئے بلکہ اب وہ ہمارے تبلیغی مشن کے اہم رکن بن گئے ہیں چنانچہ ماہ جون کے دو جگہ پر باقاعدہ ان کا پروگرام رکھا گیا ہے۔

۲۲۔ ڈاکٹر مظہر قیوم صاحب: یہ ڈاکٹر صاحب گولیاں خورد کے ہیں جو سیالکوٹ کے ضلع کی تحصیل ڈسکہ میں قیام فرما ہیں الحمدللہ یہ بھی اہلحدیث ہونے کے بعد ہمارے تبلیغی مشن پر دو پروگراموں میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ
13 فروری ۱۹۶۹ء

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حنفی - مالکی - شافعی - حنبلی اور اہل حدیث سبکو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں - ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ رح حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام احمد حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں

سمیع الحق
مسجد [illegible]

حضرت شاہ صاحب کے تساہل کی ایک اور مثال

اخبار جنگ راولپنڈی ۴ رستمبر ۱۹۸۱ء میں ہے:

<u>شیخ الحدیث سید احمد شاہ کی رسم قل میں ممتاز علماء کی شرکت:</u> گجرات ۳ رستمبر (نمائندہ جنگ): یہاں مسجد حاجی پیر بخش میں ''شیخ الحدیث الحاج سید احمد شاہ'' کی رسم قل نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منائی گئی۔ ملک کے نامور علمائے کرام اور مشائخ عظام اور سیاسی و مذہبی حلقوں نے ان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا اور حاجی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''شیخ الحدیث ایک بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے ان کی ساری عمر تبلیغ میں گزری''۔ پنجاب بھر کے ہزاروں فرزندان توحید کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے لوگوں نے بھی رسم قل میں شرکت کی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ان افراد میں مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر محمود احمد رضوی، جماعت اہل سنت کے ناظم حاجی فضل کریم، دیوبندی فکر کے ممتاز عالم دین سید عنایت اللہ شاہ بخاری، چوہدری فضل الٰہی سابق صدر پاکستان، علامہ محمد یعقوب اور دیگر افراد شامل ہیں''۔

قارئین حضرات! حضرت شاہ صاحب موصوف نے اس ''بریلوی شیخ الحدیث'' کی رسم قل میں شامل ہوکر سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر حضرت موصوف اس رسم قل میں شریک نہیں ہوئے اور یہ ان پر الزام ہے تو پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کو اس خبر کی تردید کرنا لازم تھا۔ لیکن راقم الحروف کو اس خبر کی تردید منجانب حضرت شاہ صاحب موصوف معلوم نہیں ہوسکی۔ اس اخبار کا عکس ہم دوسرے صفحہ پر پیش کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ صاحب کا ایک اور تشدد اور تساہل

حضرت شاہ صاحب موصوف کا ایک وعظ ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' میں شائع ہوا ہے جو سوشلزم اور مودودیت کے خلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''وَاعفُ عَنهُم'' اے پیغمبر تو بھی ان کو معاف کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سب کو معاف فرما دیا ہم اور آپ کون ہیں ان پر تنقید کرنے والے۔؟ صحابہ کی شان میں گستاخی، توبہ توبہ، ایماندار آدمی نہیں رہتا۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۶ ماہ جون ۱۹۷۰ء)

اسی ماہنامہ کے صفحہ ۴۷ میں حضرت شاہ صاحب کے وعظ سے منقول ہے۔ ''او میرے بعد آنے والی امت ڈریو! میرے رفیقوں کے معاملے میں ''لَاتَتَّخِذُوھُم غَرَضًا''۔ غلطیاں ان سے ہوئیں، ان سے غلطیوں کا ذکر کرنا جائز، لیکن ان کو ہدف تنقید نہ بنانا، ان پر تنقید نہ کرنا......! جس نے ایک بار بھی مجھے دیکھ لیا یا میری مجلس میں آیا ان کو محبوب بنالینا، ان سے محبت کرنا، طعن نہ کرنا، اصولی اختلاف کے باوجود اگر یہ لوگ قرآن وسنت کے قانون کے لئے آگے بڑھیں گے تو میں ان کا خادم ہوں، یہ اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں۔'' (تعلیم القرآن)

حضرت شاہ صاحب نے مودودی صاحب سے اختلاف کو اصولی (یعنی کفر اور اسلام کا اختلاف) قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والا ایماندار نہیں رہتا (یعنی مرتد ہو جاتا ہے)۔ حضرت شاہ صاحب کا اتنے تشدد کے باوجود یہ فرمانا کہ ''اگر یہ لوگ قرآن وسنت کے قانون کے لئے آگے بڑھیں گے تو میں ان کا خادم ہوں'' نہایت درجہ کا تساہل ہے۔ اگر کوئی حضرت شاہ صاحب سے یہ سوال کرے کہ حضرت شاہ جی! مرزائیوں کے ساتھ بھی آپ کا اختلاف اصولی ہے اگر وہ قرآن وسنت کے قانون کے لئے آگے بڑھیں تو آپ ان کے بھی خادم ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا!

نوٹ

ہمارے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ نے مودودی صاحب کو ضال اور مضل تو کہا ہے مگر کافر ہرگز نہیں کہا۔ یہ حضرت شاہ صاحب موصوف ہی کا کمال ہے، ادھر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور پھر کافروں کے خادم بھی بن گئے۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) پھر حضرت شاہ صاحب موصوف مودودی صاحب کے خادم رہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی بناء پر حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت شاہ صاحب موصوف کے درمیان کئی بار تلخ کلامی اور رنجش بھی ہوئی جس کی بناء پر تعلقات بھی منقطع ہو گئے۔ پھر بعض حضرات کی صلح کی کوشش سے تعلقات بحال ہوئے۔

مولانا کوثر نیازی صاحب لکھتے ہیں: ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے بھی مودودی ازم کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ اسلام دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ''جمعیۃ فضلائے اسلام'' قائم کر دی گئی۔ مودودی جماعت ایک عرصہ سے ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان'' کے علماء کو اپنے ساتھ ملانے کی جدوجہد کر رہی تھی، وہ آخر کار ناکامی سے دوچار ہو کر رہی ہے اور گجرات کے مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے بھی مودودی ازم کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا ہے۔ ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' حضرت مولانا غلام اللہ خان آف راولپنڈی اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری آف گجرات کی سربراہی میں سالوں سے قائم ہے اور اپنے مخصوص انداز میں توحید کی تبلیغ کر رہی ہے

مگر پچھلے کچھ عرصہ سے مذکورہ راہنماؤں کے درمیان مودودیت کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور مولانا احتشام الحق اس خلیج کو وسیع تر کرنے کی کوششوں میں معروف ہیں۔ لیکن خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی کی کوششوں سے جمعیۃ کے راہنماؤں میں پھر سے اتحاد پیدا ہو گیا ہے اور ہر دو راہنماؤں نے اپنے شاگرد اور عقیدت مندوں پر مشتمل ایک نئی تنظیم ''جمعیۃ فضلائے اسلام'' قائم کی ہے جو دوسرے باطل فرقوں کے ساتھ ساتھ فتنہ مودودیت کے خلاف بھی جہاد کرے گی۔

''جمعیۃ فضلائے اسلام'' کی یہ کانفرنس ۳، ۴ر جولائی کو راولپنڈی میں منعقد ہوئی۔ اور اس کی صدارت حضرت مولانا غلام اللہ خان نے کی۔ کانفرنس کی آخری نشست سے مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری نے بھی خطاب کیا۔ شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں مولانا مودودی پر سخت نکتہ چینی کی اور کہا کہ: ''وہ اپنے گمراہ کن نظریات کے سبب کفر کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں''۔ انہوں نے مودودی صاحب پر الزام لگایا کہ انہون نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں بعض حوالے نقل کرنے میں دانستہ طور پر خیانت سے کام لیا ہے اور ''صحابہ کرام کو غلط کار اور خائن کہہ کر نبوت محمدی سے انکار کیا ہے''۔ انہوں نے کہا کہ ''مولانا مودودی کا اجتہاد گمراہی پر مبنی ہے اور ''خلافت وملوکیت'' میرے نزدیک جھوٹ کا پلندہ ہے''۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے مفتی سیاح الدین کے ذریعے مولانا مودودی کو دعوت دی تھی کہ وہ ''خلافت وملوکیت'' کے گمراہ کن پہلوؤں پر ان سے گفتگو کریں کیونکہ میرے نزدیک یہ کتاب سراسر غلط، تاریخی بددیانتی اور صحابہ کرام سے بغض پر مبنی ہے لیکن مودودی صاحب نے بات چیت سے صاف انکار کر دیا۔ اور مفتی صاحب نے مجھ سے کہا کہ ''پانی سر سے گزر چکا ہے اس لئے بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں''۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے کہا کہ ''مودودی صاحب اسلام کی صداقتوں کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معیار حق کے معنی تک نہیں سمجھتے، اس لئے ان کی تحریر و تقریر کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا''۔

کانفرنس سے شعلہ نوا مقرر مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے علماء سے اپیل کی کہ'' وہ مودودیت کے استیصال کے لئے قریہ قریہ پھیل جائیں اور عوام کو مودودی کے گمراہ کن عقائد سے آگاہ کریں۔'' (ہفت روزہ شہاب لاہور ص ۶ جمعرات ۱۶ر جولائی ۱۹۷۰ء/ ۱۱ر جمادی الاول ۱۳۹۰ھ)

سوشلزم کے متعلق ۱۱۳ علماء کے فتوی کی حضرت شاہ صاحب توثیق و تصدیق کرتے تھے جب کہ حضرت شیخ القرآن سخت خلاف تھے۔ حضرت شیخ القرآن کا ہمیشہ سے دستور یہ تھا کہ اپنے دورہ تفسیر کے اختتام پر حضرت شاہ صاحب کو دعوت دیتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب طلبائے کرام کو خطاب کرتے تھے اور حضرت شیخ القرآن طلباء کو ترغیب دلاتے تھے کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے مرید بن جائیں تا کہ اگر کوئی طالب علم کسی بریلوی پیر کا مرید یا معتقد ہو تو اس سے تعلق ٹوٹ جائے۔ یہ بات یاد رہے کہ پیری اور مریدی، یہ عجیب سلسلہ ہے اگر ایک استاد نے دس سال کسی طالب علم کو دین سکھایا ہو لیکن جب وہ طالب علم کسی شخص کا مرید بن جائے تو اپنے پیر کی قدر استاد سے زیادہ کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی اتھارٹی ''جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے تمام ارکان سے زیادہ تھی۔ جمعیۃ کے پہلے صدر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ تھے۔ ناظم اعلی حضرت شیخ القرآن تھے۔ حضرت شاہ صاحب اس وقت نائب صدر تھے لیکن صدر و ناظم اعلی اگر کسی فیصلہ پر متفق بھی ہو جاتے تھے تو نائب صدر اس فیصلہ کو نہیں مانتا تھا۔ بہر حال

بات چلی تھی سوشلزم کے بارے میں ۱۱۳ علماء کے فتوے کی۔ حضرت شاہ صاحب نے دورہ تفسیر کے اختتام کے موقعہ پر ''دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی'' میں طلباء کرام کو خطاب کرتے ہوئے فتوے کی تائید کی اور ان علماء کی حمایت پر زور دیا۔ حضرت شیخ القرآن کے روبرو یہ معاملہ ہورہا ہے اور حضرت شیخ القرآن سن رہے ہیں، حضرت شیخ القرآن سے رہا نہ گیا۔ حضرت شاہ صاحب کے قریب آ کر لاؤڈ سپیکر ہٹا کر اپنے منہ کے سامنے رکھ کر ۱۱۳ علماء کے فتوی کی خوب تردید کی۔ طلبائے کرام چونکہ ابھی تک حضرت شاہ صاحب کے مرید نہ ہوئے تھے اس لئے ان طلباء نے حضرت شاہ صاحب سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شیخ القرآن کے فیصلہ کی حمایت کی، بالآخر حضرت شاہ صاحب چند آدمیوں کے ہمراہ پرانا قلعہ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ ان دونوں حضرات کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی۔ بالآخر ۱۶/ جولائی ۱۹۷۰ء کو استاد العلماء سرپرست اشاعۃ التوحید والسنۃ ''حضرت مولانا ولی اللہ صاحب'' نے ان دونوں کو اپنے ہاں بلایا۔ دونوں کے درمیان ایک صلح نامہ لکھا کہ ''حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب اپنے سٹیج (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ) پر کام کریں گے۔ شیخ القرآن ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے سٹیج پر نہیں جائیں گے اور شاہ صاحب ''مودودی'' کے سٹیج پر نہیں جائیں گے اور ایک دوسرے کی موجودگی میں ۱۱۳ علماء کے فتوی کی تائید یا تردید نہیں کریں گے۔''

اس معاہدے سے دونوں کی رفاقت پہلے سے زیادہ اخوت اور محبت میں بدل گئی۔ ان دونوں حضرات کے درمیان ناراضگی اور صلح کے واقعہ کو (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۷۰ء ص ۵۰ تا ص ۵۱) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب صلح نامہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ''مودودی'' کے سٹیج پر جا دھمکے۔ بالآخر حضرت شیخ القرآن کو بھی مجبوراً ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے سٹیج پر آنا پڑا۔ اور ۱۹۷۰ء میں حضرت شیخ القرآن نے ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کی بھرپور حمایت کی تھی۔ (فجزاہ اللہ احسن الجزاء)

حضرت شاہ صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں (جس کو ''ادخال الباغین'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے) مودودی صاحب سے اپنے ملاقات کا ذکر یوں فرمایا ہے: ''مولانا حافظ اللہ داد اور مولانا عبدالعلیم قاسمی کی معیت میں ایک دفعہ مودودی مرحوم سے لاہور میں ملاقات ہوئی''۔ (ادخال الباغین ص ۱۱)

۲...... شاہ جی نے فرمایا: ''اسی طرح میں نے ''تفہیم القرآن'' میں غلط عبارات کی بھی نشاندہی کی اور مودودی مرحوم نے ان کی تصحیح کا وعدہ فرمایا۔ لیکن افسوس! سات سال تک میں ''ترجمان القرآن'' کا مطالعہ کرتا رہا۔ مودودی صاحب نے ''رسائل و مسائل'' میں دیئے گئے بیان سے رجوع کیا نہ ''تفہیم القرآن'' کی عبارت کی اصلاح کی۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک کے۔'' (انا للہ و انا الیہ راجعون) (ادخال الباغین ص ۱۱)

۳...... اب کیا ایک خالی الذہن قاری، مودودی صاحب کی یہ تحریر پڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خائن، غاصب، ظالم اور مخالف کتاب وسنت نہیں سمجھے گا۔؟ احباب سے رہا نہ گیا حضرت خطیب سے پوچھنے لگے۔ حضرت مودودی مرحوم سے آپ کی ملاقات تو پہلے ہو چکی تھی پھر آپ نے ''خلافت وملوکیت'' چھپنے کے بعد ان سے رابطہ کیوں نہ فرمایا۔؟ شاہ جی نے فرمایا: ''میں نے حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) سے درخواست کی تھی کہ مودودی صاحب سے آپ کے مراسم بہت اچھے ہیں۔ نیز آپ ان کے جماعت

(جماعت اسلامی) کے رکن رکین ہیں آپ ان سے ملاقات کے لئے وقت لے دیں، مگر مودودی مرحوم کی طرف سے کوئی مثبت جواب نہ ملا۔'' (ادخال الباغین ص ۲۱ تا ص ۲۲)

حضرت شاہ صاحب کا یہ انٹرویو مودودی صاحب کی وفات کے بعد کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی مودودی صاحب سے صرف ایک دفعہ ملاقات ہوئی ہے، دوسری مرتبہ کی خواہش تھی لیکن مودودی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی اس خواہش کو پورا نہ کیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا کیونکہ آپ کے سوانح نگار ''علامہ عنایت اللہ گجراتی'' خطیب منڈی بہاؤالدین لکھتے ہیں:

۱...... ''حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ دو مرتبہ میری گفتگو ''مولانا سید ابوالاعلی مودودی'' امیر جماعت اسلامی سے بھی ہوئی ہے، جو بڑے پیار اور محبت بھرے انداز میں اختتام پذیر ہوتی رہی۔

(سوانح عمری حضرت عنایت اللہ شاہ بخاری ص ۱۲۲ شوکت بازار گجرات)

۲...... ''مولانا مودودی سے پہلی ملاقات ''گجرات میں محترم منظور خان صاحب کے مکان'' پر ہوئی، جہاں انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا تھا اور مولانا بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مسئلہ دور حاضرہ میں ان لوگوں کے پیچھے نماز ہونے نہ ہونے کا چل نکلا جو صراحۃً شرکیہ اعمال و اقوال کے مرتکب ہوتے ہیں''۔ (سوانح عمری ص ۱۲۳)

۳...... دوسری ملاقات ''اچھرہ، لاہور میں موصوف کے دولت خانہ'' پر ہوئی۔ مولانا عبدالکریم اور مولانا قاری عبدالحلیم نیز حافظ اللہ داد صاحب بھی ہمراہ تھے...... یہاں ''تفہیم القرآن'' کے بعض مقامات پر گفتگو ہوئی۔ (سوانح عمری ص ۱۲۳)

۴...... حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''اور مولانا مودودی نے فرمایا: ''میں آپ کو حق گو عالم اور راست باز انسان سمجھتا ہوں۔ آپ جب کبھی لاہور تشریف لاویں مجھ سے ضرور ملا کریں''۔ اتنے میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا اور نماز کی تیاری ہوئی۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ ''نماز پڑھاؤ''۔ میں نے کہا: ''آپ خود ہی پڑھائیں آپ کی موجودگی میں میری امامت کیسے روا ہے''۔؟ فرمایا: شاہ صاحب! مجھے تو فخر ہوگا کہ آپ کی اقتداء میں ایک نماز پڑھ لوں''۔ چنانچہ میں نے امامت کرائی اور مولانا محترم نے میرے پیچھے نماز ادا کی۔ (سوانح عمری ص ۱۲۴)

حضرت شاہ صاحب کے انٹرویو میں جو یہاں حضرت شاہ صاحب کا ادخال الباغین میں شائع کیا گیا ہے اور حضرت شاہ صاحب کے اس بیان میں جو سوانح نگار کو حضرت شاہ صاحب بتایا ہے، زمین آسمان کا فرق ہے۔

۱...... ''ادخال الباغین'' میں صرف ایک ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ''مشرک کے پیچھے نماز کا پڑھنے کا مسئلہ اور تفہیم القرآن میں اغلاط کی نشاندہی'' کا بیان ہوا ہے جب کہ ''سوانح عمری'' میں دو ملاقات کا ذکر ہے'' گجرات والی ملاقات میں مشرک کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ'' زیر بحث آیا اور ''اچھرہ میں دوسری ملاقات، جو حضرت مودودی کے دولت خانہ شریف پر ہوئی، جس میں تفہیم القرآن کے اغلاط کی نشاندہی'' کی گئی۔

۲...... ''ادخال الباغین'' میں ہے کہ ''مودودی صاحب نے دوبارہ ملاقات کے لئے موقعہ نہیں دیا''۔ جبکہ ''سوانح عمری'' میں ہے کہ ''مولانا مودودی نے شاہ صاحب کو کہا کہ آپ جب کبھی لاہور تشریف لاویں مجھ سے ضرور ملا کریں''۔

اب ''یہ دونوں بیان حضرت شاہ صاحب کے اپنے فرمودہ ہیں''۔ خدا تعالی ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے

کونسا بیان ''مبنی برصداقت'' ہے ۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

حضرت شاہ صاحب کا ایک اور تساہل

حضرت شاہ صاحب نے انجمن سادات ضلع گجرات کے زیر اہتمام ''یوم علی رضی اللہ عنہ'' پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت کر کے خطاب فرمایا۔ دیکھئے (جنگ اخبار، راولپنڈی ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء)

یہ یاد رہے کہ ''اس انجمن سادات کا بانی ٹیکسلا کا ایک رافضی ریاض حسین تھا جس کے حکم کے تحت یہ ''یوم علی رضی اللہ عنہ'' کا جلسہ منعقد کیا جا رہا تھا''۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

جاہل عوام کی عقیدت اپنے مشرک پیروں کے بارے میں مشہور ہے کہ ''وہ اپنے پیر کی ہر بات پر ایمان رکھتے ہیں چاہے وہ کتنی غلط کیوں نہ ہو''۔ لیکن حیرانگی ہے تو اس بات پر ہے کہ ''حضرت شاہ صاحب کے مرید صرف جاہل ہی نہیں بلکہ بعض طلباء کرام وعلمائے عظام بھی حضرت شاہ صاحب کے مرید ہیں۔ لیکن یہ حضرات جاہل عوام والی عقیدت میں مبتلا ہیں۔ ان حضرات نے کبھی حضرت شاہ صاحب کی غلط باتوں پر اعتراض نہیں کیا اور شیطان اخرس بنے ہوئے ہیں گویا حضرت شاہ صاحب کی ہر بات اور ہر فعل پر ایمان ہے۔'' (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) جب کہ یہ ''حضرات نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے انکار کرنے میں دن رات شور مچانے میں مصروف رہتے ہیں''۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)



آمدم برسر مطلب

حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ''مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ'' کے بارے میں جو آج ہے وہ پہلے قطعاً نہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب ''نبی اکرم ﷺ کی حیات جسمانی کے قائل تھے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور عند القبر امت کا درود وسلام بھی سنتے ہیں''۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء میں ''خیر المدارس ملتان'' کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جب اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا، تو اس سے قبل حضرت شاہ صاحب ''مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ'' میں خطاب کر کے پھر ملتان تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے ''مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ'' کے جلسہ میں بریلویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ درود (الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ) روضۂ اطہر پر پڑھا جاتا ہے جہاں نبی اکرم ﷺ اس کا سماع خود فرماتے ہیں''۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں مشہور حدیث پڑھی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں''۔

اس بات کے ''عینی گواہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے پرانے کارکنوں میں اب تک موجود ہیں''۔ راقم الحروف نے خود ان کی زبانی یہ بات سنی ہے۔ (۱) جناب حاجی کالے خان (۲) جناب میاں محمد صدیق صاحب (۳) جناب صوفی محمد عالم صاحب سے یہ بات دریافت کی جاسکتی ہے۔

<u>خیر المدارس کے واقعہ کی تفصیل</u>: ''خیر المدارس'' کے سالانہ جلسہ پر حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں ''حیات دنیویہ کا انکار کیا اور اس کی تردید کی''۔ جس کی بناء پر ''مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب کے درمیان اس مسئلہ پر تلخ کلامی ہوئی حتی کہ حضرت شاہ صاحب نے پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر رسید کر دیا۔ لیکن حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کو مہمان ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ باوجود قدرت انتقام کے معاف کر دیا''۔

دوسری طرف حضرت شاہ صاحب نے اخلاق سے گری ہوئی کارروائی کا مظاہرہ کیا کیونکہ ''مسائل میں بحث کے وقت فریق مخالف کو دلائل سے خاموش کرایا جاتا ہے نہ کہ لڑائی کے ذریعہ سے بلکہ لڑنا شکست خوردہ ہونے کی دلیل وعلامت سمجھا جاتا ہے''۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق ادم علی صورتہ۔ کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے لڑائی کرے تو چہرہ پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا چہرہ اسی شخص کے چہرے کے مشابہ بنایا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ''حضرت شاہ صاحب جب غصہ میں آتے ہیں تو شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے''۔

بہرحال حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ''میں حیات دنیویہ کا قائل نہیں ہوں'' جب کہ مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''حیات دنیویہ کا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہی تھا''۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تفرد ہے اس لئے وہ اس عقیدہ کو ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے۔ فلہٰذا دوسرے اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کا جو عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ہے، وہ حیات برزخیہ کا ہے اس لئے میں حیات برزخیہ کا قائل ہوں'' (یعنی روضۂ اطہر میں نبی

اکرم ﷺ بتعلق روح مع الجسد العنصر ی حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور امت کا درود وسلام سنتے ہیں)

اس وقت حیات برزخیہ کا یہی مطلب لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس بات کے کئی دلائل موجود ہیں جن کو ہم اپنے مدعیٰ کے اثبات کے لئے یہاں پیش کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: مولانا عبدالحلیم قاسمی امیر جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ لاہور فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مولوی (نذیر اللہ خان) صاحب موصوف یہاں مدرسہ میں تشریف لائے تھے تو ان کو عرض کیا گیا کہ ''مابہ النزاع'' کیا ہے۔؟ ان کو شاہ صاحب کے خیالات سے باخبر کیا گیا تو کہنے لگے ''ابھی انشراح صدر ہو گیا ہے اب میں مطمئن ہوں''۔ لیکن گجرات پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مضمون رسالہ ''دارالعلوم'' کو روانہ کر دیا جس میں منکرین حیات کو خطاب تھا''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی ص۱۹ نومبر ۱۹۵۹ء)

نیز مولانا قاسمی صاحب فرماتے ہیں:'' اس رسالہ (پیام مشرق) کا تازہ پرچہ ہمارے سامنے موجود ہے......مولوی صاحب کے بیان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔''عقیدہ حیات النبی ﷺ بزرگان دین کا عقیدہ ہے اور پوری امت احادیث کی بناء پر اس عقیدہ پر قائم ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً خاتم الانبیاء والمرسلین اپنی قبور میں زندہ ہیں اور روح کا اتصال اس سے موجود ہے، یہ اتصال روح بھی برزخی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ عالم برزخ میں جسم وروح کا اتصال ہے اور تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ قبر مبارک میں اسی طرح برزخی زندگی رکھتے ہیں اور درود وسلام سنتے ہیں''۔ (رسالہ پیام مشرق ص ۳۹، ۴۰ کالم دوم واول بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۰ رنومبر ۱۹۵۹ء)

نیز مولانا قاسمی فرماتے ہیں:''مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ان کے الفاظ میں من وعن نقل کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ''حضور ﷺ کی حیات برزخی ہے دنیوی نہیں ہے''۔ اب آپ مولانا غلام اللہ خان صاحب کے رسالہ ''تعلیم القرآن'' کو ملاحظہ کریں جو مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اپنی قطعی رائے پیش کرتا ہے۔

''مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوا کہ ''حیات برزخی'' ہے، دنیوی نہیں اور وہ اعلیٰ وارفع ہے۔ روح کا تعلق باقی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اکابر علمائے دیوبند نے اپنی تحریروں میں اس کی تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے، خصوصاً سید الانبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں کچھ شبہ نہیں ہے''۔ (رسالہ تعلیم القرآن ص ۱۱ بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء)

''الحمدللہ! ہم خوش ہیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے صحیح خدوخال مولوی نذیر اللہ صاحب پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور شروع میں جو کچھ انہوں نے حیات دنیوی مخبوط الحواسی میں کہا اور لکھا اس کی خود تردید کر دی ہے اور مذکورہ بالا مضمون میں جو قارئین کے سامنے نقل کر دیا گیا ہے، انہوں نے واشگاف الفاظ میں حیات برزخی کو تسلیم کر لیا ہے۔ یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے اور اسی عقیدے کے اظہار میں ہمارے دوستوں کو مطعون کیا جا رہا ہے''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۱ نومبر ۱۹۵۹ء)

حضرت شاہ صاحب گجراتی کا عقیدہ مولانا نذیر اللہ خان صاحب، مولانا عبدالحلیم قاسمی کی زبانی سن کر مطمئن ہو گئے تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ''حیات برزخیہ'' یعنی ''باتصال روح مع الجسد قبر مبارک میں نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور درود وسلام سنتے ہیں'' کے قائل تھے اور بقول مولانا عبدالحلیم ''ہمارے اکابر (حضرت شاہ صاحب و مولانا غلام

اللہ خان صاحب) کا یہی عقیدہ تھا جس کے اظہار کرنے میں ان کو مطعون کیا جاتا تھا (اور ان کو منکر حیات النبی ﷺ کہا جاتا تھا)"۔ "جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابر اس "حیات برزخیہ" کے قطعاً منکر نہ تھے اور نہ یہ اس وقت اختلافی مسئلہ تھا"۔ چنانچہ (تعلیم القرآن ص ۸ ۳ نومبر ۱۹۵۹ء) میں ایک طویل واقعہ میں یہ عبارت بھی موجود ہے۔ "ہمارے علاقہ میں" حبس روح" اور "اخراج روح" کے متعلق بہت ہی جھگڑا چل رہا ہے۔ حبس والے کہتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ بانی دارالعلوم دیو بند شریف کا مسلک "حبس روح" کا تھا اس لئے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے"۔

قارئین کرام نے ان عبارات سے معلوم کر لیا ہوگا کہ اس وقت "مابہ النزاع" کیا تھا۔؟

دلیل نمبر ۲: (ماہنامہ تعلیم القرآن مارچ ۱۹۵۹ء ص ۲۲) میں ہے۔

استفتاء کی نقل: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی حیات دنیویہ کا قائل نہ ہو مگر حیات اخروی افضل واکمل واعلیٰ مانتا اور سمجھتا ہو تو کیا اس جزئیہ کی وجہ سے وہ دیو بندیت یا حنفیت سے خارج ہو جاتا ہے؟ احقر بدیع الزمان از لادہ بقلم خود

الجواب: یہ مسئلہ عقائد وقطعیات سے نہیں بلکہ بعض محققین کی گرانقدر تحقیق ہے اگر کوئی شخص اس تحقیق سے متفق نہ ہو تو وہ اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں ہے اور دیو بندیت اور حنفیت اہل سنت سے سوا کوئی علیحدہ اور جدید مذہب نہیں ہے۔ فقط محمد مجیب الرحمن غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح دوسرے مولانا صاحب کا۔ "حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فی قبورھم" کا مسئلہ تقریباً تمام علماء اور فقہاء کے نزدیک متفق علیہا ہے اختلاف حیات میں نہیں ہے، "انفکاک الروح عن البدن و عدم انفکاک" میں ہے۔ بعض محققین عدم کے قائل ہیں جس پر انہوں نے دلائل قائم کئے ہیں۔

فقط

سید مہدی حسن غفرلہ

۲۶-۴-۷۸ھ

یہ فتویٰ ان حضرات نے خود شائع کیا ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظریہ کو قبول کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ قطعیات اور ضروریات دین میں سے نہیں بلکہ یہ ایک گرانقدر تحقیق ہے، اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن قبور میں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر امت کا اجماع ہے اس کا منکر کوئی بھی مسلمان دنیا کے کسی خطہ میں موجود نہ تھا۔

نوٹ: چونکہ اس وقت مابہ النزاع، "انفکاک الروح عن الجسد یا عدم انفکاک الروح" تھا اس لئے بعض علماء کرام فرما دیا کرتے تھے کہ اس مسئلہ میں مت جھگڑو! یہ فرعی مسئلہ ہے۔ جو حضرات، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کو مانتے ہیں وہ بھی دیو بندی ہیں اور اہل السنت والجماعت، اور جو "خروج روح عن الجسد" کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ تعلق روح حیات جسمانی قبور میں انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور وہ امت کا درود وسلام عند القبور سنتے ہیں، وہ بھی اہل السنت والجماعت ہیں۔ لیکن اب جبکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کا بالکل انکار کیا جا رہا ہے اور یہ عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے کہ روح کا جسد مبارک سے قبر مبارک میں کوئی تعلق نہیں اور جسد بالکل مردہ ہے۔

(معاذ اللہ) تو یہ عقیدہ فرعیہ نہیں بلکہ عقیدہ اصولیہ کا انکار ہے جس کی تحقیق اپنے مقام پر آرہی ہے۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)

دلیل نمبر ۳: سکھر کا اجتماع:......محترم حاجی محمد ابراہیم، جن کے مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے ساتھ دوستانہ مراسم ہیں، انہوں نے مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ کو بلانے اور مسئلہ پر گفتگو کرانے کا ذمہ لیا بلکہ انہوں نے ہی اس اجتماع کی تحریک کی۔ چنانچہ ان کی دعوت پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا محمد علی جالندھری سکھر تشریف لے گئے۔ فریقین کے درمیان خط وکتابت کے ذریعہ موضوع بحث وغیرہ کا تصفیہ ہوا۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ کی طرف لکھ بھیجا کہ ”سلف سارے ”حیات برزخی“ ہی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں“۔الخ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی ص ۶ فروری ۱۹۶۱ء)

حضرت شاہ صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ ”حیات دنیوی کے ماننے والے حضرت شاہ صاحب کے ہاں اہل سنت ہی ہیں“۔(بہت خوب)

دلیل نمبر ۴: مسئلہ ”حیات النبی ﷺ“ بجواب مضمون ”حیات النبی ﷺ“ مولانا نذیر اللہ صاحب بحوالہ (ماہنامہ ”پیام مشرق“ ماہ اکتوبر ۱۹۵۹ء (دوسری قسط)

نمبر ۱: ”نحمده و نصلی علی رسوله الکریم! اس سلسلے میں ماہنامہ ”تعلیم القرآن“ ماہ ستمبر میں ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے، اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں۔ جس کی آپ کی یہ پیش کردہ عبارت بھی واضح دلیل ہے اور صلوۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی رحمہ اللہ مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالہ سے فتوی بھی شائع کر چکے ہیں“۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۹ دسمبر ۱۹۵۹ء)

نمبر ۲: ”البتہ ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ”حیات النبی ﷺ“ کے منکر نہیں۔ ہم نبی کریم ﷺ کے لئے بعد الممات حیات برزخیہ کے معتقد، قائل ہیں اور یہی عقیدہ ہے تمام سلف صالحین کا“۔ (تعلیم القرآن ص ۹ ایضا)

نمبر ۳: ”باقی روح کا مستقر آسمان ہونا اور جسد اطہر کے ساتھ اس کا تعلق ہونا یہ تو ہمارا مسلک ہے۔ آپ اپنے موقف کی دلیل دیں اور خلط بحث میں نہ فرمادیں“۔ (تعلیم القرآن ص ۱۱)

نمبر ۴: مگر عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ تو یہ ہے کہ ”قبر میں عالم برزخ میں جسد اطہر کو روح کے اتصال برزخی سے حیات برزخیہ حاصل ہے“۔ (مولانا بھی انصاف کریں اور ناظرین کرام بھی غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ وہ یہ ہے جو ہم حیات برزخیہ کے قائل کہتے ہیں یا وہ ہے جو مولانا موصوف کا حیات دنیویہ کا عقیدہ ہے) (تعلیم القرآن ص ۱۴ ایضا)

نمبر ۵: (اس چادر میں نبی ﷺ کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی) پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے، تعلق ہے۔ جس کی وضاحت حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے ”حیات“۔ اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بناء پر قبر مبارک کے پاس صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ سنتے ہیں۔ بتلایئے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں۔؟ (تعلیم القرآن ص ۱۶)

حیات برزخیہ کا مفہوم اس وقت کسی کے ہاں یہ نہ تھا کہ صرف روح زندہ ہے اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں اور جسم معاذ اللہ مردہ و بے حس و بے حرکت ہے۔(معاذ اللہ)

دلیل نمبر ۵: ایک طویل فتوی جس کا فوٹو "قہر حق بر صاحب ندائے حق" (حصہ اول ص ۲۲۱ تا ص ۲۲۳) میں لگا دیا گیا ہے اس کے نمبر ۵ کے تحت یوں تحریر ہے۔ "کئی اکابر علماء دیو بند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں"۔ اللھم صل وسلم علیہ الصلوٰۃ وسلاما دائمین (ھذا واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم)

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ خان مہر دار الافتاء

(ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۱۱ ستمبر ۱۹۵۹ء)

حضرت مفتی عبد الرشید صاحب دام مجدہ اور حضرت شیخ القرآن مرحوم کے ہاں "انبیاء علیہم السلام کے سماع عند القبور میں مؤمن شک نہیں کرتا البتہ منافق شک کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے"۔

دلیل نمبر ۶: "سہ روزہ ترجمان اسلام لاہور" جو حضرت مولانا احمد علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے، کی ۲۵--۲۹ راکتوبر ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ "وفاق المدارس العربیہ" کے پہلے تاریخی اجلاس کے موقعہ پر ملتان میں وقفہ کے ایک گھنٹہ میں اکابر علماء نے بیٹھ کر اس صورت حال پر غور کیا جو مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے مدرسہ کے طالب علموں کی سختی، تیزی اور اکابر علماء کی مخالفت سے پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے بعد کچھ علماء کے نام گنائے ہیں اور اس کے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں۔ "سب علماء حق (علماء دیو بند) نے اس مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق سختی سے اعتقاد رکھنے کی تاکید فرمائی کہ" آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں جسد مبارک کے ساتھ حیات ہیں، آپ درود و سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں"۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ اگر ذمہ دار لوگ بھی اس قسم کے غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے لگیں تو عوام پر پھر کیا افسوس ہے...... !قطع نظر اس سے کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے شاگرد سختی کر رہے ہیں یا نہیں، اور ایسی صورت حال جس کا خبر میں ذکر کیا گیا ہے، پیدا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے، سوال صرف یہ ہے کہ کیا مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے دوسرے ساتھی حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں۔؟ حالانکہ مولانا موصوف تقریر و تحریر کے ذریعے اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ" حضور ﷺ کی روح پاک رفیق اعلی میں ہے اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے جو اس دنیوی حیات سے اعلی اور ارفع ہے"۔ چنانچہ ماہنامہ "تعلیم القرآن" بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ" حیات برزخی ہے، نہ دنیوی اور وہ اعلی اور ارفع ہے، روح کا تعلق باقی ہے اور تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی تعلق پر مبنی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے"۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔" کئی اکابر علماء دیو بند رحمہم اللہ نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ" عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے" خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں"۔ اتنے صاف اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ضد پر اڑا رہے اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف رہے تو پھر ہم اس کا مقصد کیا سمجھیں گے۔ "ترجمان" کی مسطورہ بالا تصریحات سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ" تمام علماء کرام حیات دنیوی کے قائل ہیں" اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ہمنوا صرف ان کے مدرسہ کے طالب علم ہی ہیں اور علماء میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ" شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر

الدین صاحب غور غشتی والوں کو یہ سن کر غصہ آ گیا کہ صرف مولوی غلام اللہ خان ہی کا اس مسئلہ میں نام لیا جاتا ہے حالانکہ میں بھی حیات برزخی ہی کا قائل ہوں جو اس دنیوی حیات سے کہیں دور اعلی اور ارفع ہے''۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے سوا ہند و پاکستان کے متعدد علمائے کرام اور شیوخ عظام بھی ''صرف حیات برزخی کے عقیدہ میں'' مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب سابق شیخ التفسیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (صوابی)، حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصور (صوابی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد غفران صاحب مردان، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ التفسیر حضرت مولانا نور محمد صاحب، حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب بخاری سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور حضرت مولانا غلام مصطفی صاحب کیمبل پور دامت برکاتہم۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۳۱ تا ۳۲ بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ء)

اس تحریر بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان حیات برزخیہ کے عقیدہ میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ یہ سب حضرات سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی سمیت حیات برزخیہ کے عقیدہ میں حضرت شیخ القرآن صاحب کے ساتھ متفق ہیں۔ اور حیات برزخیہ کا عقیدہ کیا ہے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔؟ یہ تحریر بالا میں واضح طور پر بیان ہو چکا ہے اس تحریر کو دوبارہ پڑھ کر ایمان تازہ کر لیں۔

<u>حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ</u>: حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واقعی حیات برزخی کا تھا وہ حیات برزخی کیا ہے۔؟ ذرا ملاحظہ کریں۔

میں (غور غشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی علیہ السلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' میں یہ لکھا ہے''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۲۵ ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء)

حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مشکوۃ شریف'' کا حاشیہ تحریر کیا ہے جو لاہور سے طبع کیا گیا ہے باہتمام مولانا فخر الدین و مولانا محمد ابراہیم صاحبزادگان نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ساکن غور غشتوی۔ ''اس میں وہ عام اموات کے لئے بھی حیات جسمانی اور عند القبور کلام وسلام کے سماع کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہیں''۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: ذکر السیوطی فی کتاب ''شرح الصدور فی احوال القبور'' بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ ان سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام و تعرض علیھم اعمال اقاربھم فی بعض الایام الا ان الانبیاء علیھم السلام تکون حیاتھم علی الوجہ الاکمل۔ (حاشیہ مشکوۃ ج ۱، ص ۱۳۲)۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شرح الصدور'' میں صحیح اور صریح حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ تمام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال بعض دنوں میں ان پر پیش کئے جاتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بہت کامل درجہ کی ہے

☆...... نیز عذاب قبر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ''یہ عذاب روح اور جسد عنصری دونوں کو ہوتا ہے''۔

دیکھئے (حاشیہ مشکوۃ ج۱ ص۲۵) نیز دیکھئے راقم الحروف کی لاجواب کتاب (قہر حق بر صاحب ندائے حق حصہ اول ص۲۷۵)
نیز دیکھئے (حاشیہ مشکوۃ ج۱ ص۱۵۶)

☆......حدیث "من صلی علی عند قبری سمعته" (جو میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں) اس کے بین السطور لکھتے ہیں: "ای سمعا حقیقیا بلا واسطة" (یعنی سننا حقیقۃً بغیر کسی واسطہ کے) دیکھئے (مشکوۃ محشی، مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ ص۹۳)

☆......نیز فرماتے ہیں: "وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون" (حاشیہ مشکوۃ ج۱ ص۱۳۲) "انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے"۔

یہ تھے مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ، جو "جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے سرپرست اعلیٰ" تھے۔ دیکھئے (تعلیم القرآن، راولپنڈی ص۴۲ جنوری ۱۹۵۸ء) اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم تھے۔

حضرت شیخ القرآن کی موافقت کرنے والے حضرات میں سے جو "حیات برزخی" میں ان سے موافقت کرتے تھے، ان میں حضرت مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ کا نام بھی لیا گیا ہے۔

<u>حضرت مولانا عبدالرحمن کا عقیدہ</u>: حضرت مولانا عبدالرحمن بہبودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع وشائع ہو چکا ہے اس باب میں بہترین مضمون ہے" ملاحظہ فرمایا جائے۔ (تعلیم القرآن ص۸۸ جولائی واگست ۱۹۶۰ء)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "بہرحال "حیات انبیاء" علیہ السلام کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں کہ ان پر موت قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات (مع الجسد) بخش دی جاتی ہے اور وہ صحیح وسالم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے"۔

هذا الجواب ویتوب اللہ علی من تاب محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(تعلیم القرآن ص۳۲ مئی ۱۹۵۹ء)

<u>نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں</u>: "زیارت قبر اقدس کے بڑے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف کے پاس صلوۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ خود جواب عطاء فرماتے ہیں بخلاف اس شخص کے، جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے، وہ آپ کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کی کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے"۔ (تعلیم القرآن ص۳۱ تا ۳۲ مئی ر۱۹۵۹ء)

مولانا منظور نعمانی مدظلہ کی یہ تحریر اور یہ عقیدہ مولانا عبدالرحمن بہبودی رحمہ اللہ کے ہاں پسندیدہ اور قابل عمل ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن بہبودی رحمہ اللہ بھی "جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ" کے سرپرست تھے۔ دیکھئے (تعلیم القرآن ص۵۳ نومبر ۱۹۶۲ء)

<u>حضرت قاضی شمس الدین صاحب تحریر کرتے ہیں</u>: "جس طرف نصیر الدین جیسے فرشتہ سیرت انسان اور مولانا عبدالرحمن صاحب جیسے جید عالم، جن کی عمریں قال قال رسول اللہ ﷺ پڑھاتے گزر گئیں وہاں حق

کی فتح تو یقینی ہے'' الخ (مسالک العلماء طبع اول ص ۱۷۳)

حضرت قاضی صاحب کے نزدیک ان حضرات کا عقیدہ سچا اور مبنی برحق تھا اور ان حضرات کے خلاف عقیدہ رکھنے والا باطل پرست شمار ہوگا۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب بھی برزخی حیات میں حضرت شیخ القرآن سے متفق تھے۔

حضرت مولانا قاضی شمس الدین کا عقیدہ: ''حضرت قاضی صاحب سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل تھے۔ کیونکہ وہ سماع صلوۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا''۔ (تعلیم القرآن ص ۵۴ اگست ۱۹۶۲ء)

بلکہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے جس عبارت پر فریقین سے دستخط کرائے تھے، دراصل وہ حضرت قاضی صاحب کا ہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم فرماتے ہیں: ''اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ کے پاس موجود ہے۔ (تعلیم القرآن ص ۵۴ اگست ۱۹۶۲ء) فریقین کے درمیان معاہدہ کی اصل تحریر عنقریب ذکر ہونے والی ہے۔ (ان شاءاللہ تعالی)

حضرت مولانا غلام مصطفی صاحب کیمبل پوری رحمہ اللہ بھی ''برزخی حیات'' میں حضرت شیخ القرآن مرحوم سے متفق تھے۔

حضرت مولانا غلام مصطفی صاحب کا عقیدہ: مولانا کا تعلق ہمیشہ ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' سے رہا۔ دیکھیے (وصیت نامہ حضرت مولانا قاضی غلام مصطفی صاحب کا ابتدائیہ ص ۱۰ از مولانا عبدالرحیم بن مولانا غلام مصطفی صاحب ناشر: مکتبہ مدنیہ، جامع مسجد مدنی پنڈی روڈ، محلہ گنگ، ضلع چکوال فون نمبر ۴۰) مولانا موصوف کا انتقال ۲۹ رجنوری ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ مرحوم کے سب سے قریبی رفیق حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابتدائیہ وصیت نامہ ص ۱۴)

مرحوم کا عقیدہ ملاحظہ ہو: ''ہاں صلوۃ وسلام خطاب کے صیغہ سے عند قبر النبی ﷺ ضرور پڑھے اس میں برکات ہیں اور احقر سماع صلوۃ و سلام عند قبر النبی ﷺ کا قائل ہے۔ (حاشیہ وصیت نامہ ص ۱۱۶)

مولانا ضیاءاللہ شاہ گجراتی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کتاب کے حاشیہ پر مسئلہ سماع صلوۃ وسلام کا ذکر بالکل اسی انداز میں ہے، اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب اس مسئلہ پر جماعت کا متفقہ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اب تو الحمدللہ عدم سماع پر جماعت کا اتفاق ہو چکا ہے''۔ (ماہنامہ صراط مستقیم گجرات ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ/ دسمبر ۱۹۸۷ء ص ۴۴)

ان شاءاللہ اس کا بیان آگے آ رہا ہے کہ وہ کون تھے جنہوں نے گمراہی کا ارتکاب کرتے ہوئے عدم سماع پر دستخط کئے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ بھی واضح اور دوٹوک تھا جس کا بیان ہو رہا ہے ملاحظہ کریں۔

دلیل نمبر ۷: حضرت قاری (محمد طیب) صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا جو سب سے پہلا خط مولانا غلام اللہ خان صاحب کو لکھا تھا اس میں حضرت موصوف نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے لئے حسب ذیل مشترکہ عنوان تجویز فرمایا۔ ''نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہے''۔ مولانا غلام اللہ خان

صاحب نے اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا مگر حضرت قاری صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان پر اپنی تجویز فرمودہ عنوان کو راجح خیال فرمایا اور قطع نزاع کے لئے اسی پر فریقین کے متفق ہو جانے کو ضروری سمجھا، چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کی جماعت کے باقی تینوں مذکور الصدر حضرات نے باہمی مشورہ کر کے حضرت قاری صاحب مدظلہ کے عنوان سے کلی اتفاق کیا اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (تعلیم القرآن ص۱۹ اگست ۱۹۶۲ء)

اور باقی تینوں مذکور الصدر سے مراد حضرت قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی ہیں۔ جیسا کہ اسی ماہنامہ کے ص ۱۷ میں ان کا نام صراحۃ موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کی حیات جسمانی کے کھلے طور پر قائل تھے جن میں حضرت شاہ صاحب گجراتی بھی شامل ہیں۔ اور یہی جسمانی حیات ان حضرات کے ہاں برزخی کہلاتی تھی۔

دلیل نمبر ۸: محترم قاری صاحب نے فرمایا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ صلح کے لئے ایک ایسی مشترکہ عبارت تجویز کی جائے جو تمام علمائے دیوبند کا متفقہ مسلک ہو اور جس پر علمائے دیوبند کے یہ دونوں فریق متفق ہو جائیں اور جو عبارت میں نے تجویز کی ہے وہ فریقین میں قدر مشترک ہے اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اس عبارت پر فریقین کے دستخط ہو جانے سے نزاع کا خاتمہ ہو جائیگا۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ کیونکہ ''سماع صلوۃ عند القبر الشریف'' پر تو تمام اکابر علمائے دیوبند متفق ہیں۔ اس لئے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ وہ سماع صلوۃ کو ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا۔ (تعلیم القرآن ص ۵۴ اگست ۱۹۶۲ء)

دلیل نمبر ۹: آخر نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر (قاری محمد طیب صاحب) کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک کی تحریر یادداشت پر، جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس تحریر یادداشت کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے:

''عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ عنوان مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ علیہ السلام صلوۃ وسلام سنتے ہیں''۔ احقر محمد طیب حال وارد راولپنڈی ۲۲ رجون ۱۹۶۲ء۔ (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، لاشیٔ (مولانا) غلام اللہ خان، (مولانا) محمد علی جالندھری عفی اللہ عنہ۔

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب)

اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے، بناء بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ چونکہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے، اس لئے احقر (قاری محمد طیب) کے عرض کرنے پر اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارے میں حسب ذیل تحریر پر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن بلفظہ حسب ذیل ہے۔ ''ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اس تحریر کی حد تک ان سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے۔ نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ۔ لاشیٔ غلام اللہ خان (۲۲ جون ۱۹۶۲ء) (تعلیم القرآن ص ۲۴ تا ۲۵ اگست ۱۹۶۲ء)

<u>اتحاد کی خوشی</u>: مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے علمائے دیوبند کی جماعت کا اتحاد و اتفاق دوبارہ بحال فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فریقین کو اس نعمت مترقبہ کی قدر دانی کرنے اور اس اتحاد کو قائم اور برقرار رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ امین

حضرت مہتمم (دارالعلوم دیوبند) صاحب دامت برکاتہم ہمارے دلی شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں جن کے نیک ارادوں اور جن کی بے لوث کوششوں سے یہ صلح معرض وجود میں آئی''۔ (سجاد بخاری ۱۰ رجولائی ۶۲ء تعلیم القرآن اگست ۶۲ء ص ۲۰)

مولانا سجاد بخاری کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ مولانا موصوف اس انکار حیات وسماع کی بدعت سے کوسوں دور تھے جب کہ آج اس بدعت قبیحہ میں سرتا پا غرق ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

قرارداد

<u>مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ</u>: ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت سے اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے، قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے۔ (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعت توحید وسنت کا کام کرتی رہی ہے، اسی طرح آئندہ بھی کرتی رہے۔ (تعلیم القرآن ص ۵۳ اگست ۱۹۶۲ء)

معلوم ہوا کہ تمام ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا یہی عقیدہ تھا اس وقت قرآن مجید وحدیث شریف کے خلاف یہ عقیدہ نہ تھا کیونکہ ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا عقیدہ یہی تھا۔ اب یہ عقیدہ قرآن مجید وحدیث شریف کے خلاف نظر آتا ہے کیونکہ اب یہ عقیدہ ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا نہیں رہا گویا قرآن مجید وحدیث شریف ان کے ذہنی فکر کے تابع ہے۔ (معاذ اللہ)

<u>دلیل نمبر ۱۰</u>: مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس

صلوۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ، تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے (ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء) اور پھر اس کے بعد (شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء) میں دوسرے فریق (جمعیت اشاعت التوحید والسنہ) کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات، جن میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، عند القبر سماع صلوۃ و سلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ' (تعلیم القرآن ص ۱۸ تا ۱۹ اگست ۱۹۶۲ء)

خلاصہ یہ نکلا یہ عقیدہ سماع صلوۃ وسلام کا امت میں اختلافی نہیں تھا اور نہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کا اس عقیدہ میں کوئی اختلاف تھا۔ ہاں! شاہ صاحب گجراتی بھی سماع کے قائل تھے لیکن ہر وقت سننے کے قائل نہ تھے۔ ہر وقت سننے کے لئے وہ خرق عادت کی قید لگاتے تھے۔ البتہ بعض وقت سماع ان کے نزدیک بغیر خرق عادت کے بھی ثابت تھا کیونکہ حضرت شاہ صاحب حیات جسمانی کے بھی قائل تھے۔ لیکن سجاد صاحب کا حضرت شاہ صاحب گجراتی کی نسبت یہ تحریر کرنا کہ عند القبر سماع صلوۃ و سلام کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں الا خرق العادۃ، راقم الحروف کے نزدیک درست نہیں۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب نے اس معاہدے کا انکار نہیں کیا جو حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ایک عبارت پر فریقین سے دستخط لئے تھے بلکہ یہ معاہدہ واتحاد حضرت شاہ صاحب کی مرضی اور تحریک کے باعث ہوا ہے اور حضرت شاہ صاحب کی اجازت اور رضاء سے یہ عقیدہ حیات وسماع تعلیم القرآن میں شائع کیا گیا ہے۔

ثبوت ملاحظہ ہو: حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حسن اتفاق سے ۲۶ / اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور اسی ماہ میں بزمانہ قیام لاہور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب اور محترم مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری احقر سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات میں احقر نے اس نزاع وجدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے مضر اثرات کی طرف توجہ دلائی اور عرض کیا کہ یہ صورت بہرنہج ختم ہونی چاہئے۔ جب کہ یہ مسئلہ کوئی ایسا اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اسے مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے، اور اس کی وجہ سے تفریق وتفرق اور تخرب کے ان مضر اثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو اسٹیج پر آئے ہی نہیں اور اگر اتفاقاً آجائے تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔ اس پر ان دونوں بزرگوں نے نہایت مخلصانہ اور دردانگیز لہجہ میں کہا کہ'' ہم خود بھی اس صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور دلی تنگی محسوس کرتے ہیں کاش! آپ (احقر) ہی درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرادیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قصہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔ اس بارہ میں آپ کی تحریرات نہایت معتدل انداز سے سامنے آئی ہیں جن کو دونوں فریق نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اب بھی اس بارے میں آپ کی مساعی احترام وقبول کی نگاہ سے دیکھی جائے گی''۔ احقر کو ان مخلصانہ جملوں سے نزاع کے ختم ہونے کی کافی توقع پیدا ہوگئی، اور ارادہ کر لیا گیا کہ فریقین کے ذمہ دار افراد سے مل کر کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے''۔ (تعلیم القرآن ص ۲۳ اگست ۱۹۶۲ء)

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''۷ / جولائی ۱۹۶۲ء کو لاہور سے یہ بیان (یعنی صلح ومعاہدہ والی تحریر) رسالہ خدام الدین لاہور اور رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی کو اشاعت کے لئے بھیج دیا گیا۔ میں ابھی لاہور ہی تھا اور واپسی وطن کے لئے پابرکاب اور تیاریٔ سفر میں مصروف، کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب،

مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب احقر کے قیام گاہ تشریف لائے۔ سید صاحب کو شکوہ یہ تھا کہ ان کے بارے میں جو خصوصی تحریر لکھی گئی ہے، جس میں ان پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں، اس میں یک طرفہ ہونے کی شان ہے، جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ایک شخص پابند اور دوسرے آزاد۔ اس میں توازن پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ جو پابندیاں بھی ہوں فریقین پر عائد ہوں۔ بات معقول تھی، گو اس کا تعلق حقیقتاً مجھ سے نہ تھا کیونکہ ان پر یہ پابندیاں عائد کرنے کا ذمہ مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم نے لیا تھا، گو احقر کی تحریک پر لیا مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ مقصد اصلی مصالحت باہمی اور ایک کو دوسرے سے قریب لانا ہے نہ کہ قانونی حجتیں تمام کر کے اپنا پیچھا چھڑانا۔ اس لئے احقر نے اسی مجلس میں جس میں یہ نامبردہ حضرات اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہ نیز فریقین کے اور بھی بزرگ تشریف فرما تھے، گفتگو اور مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ چونکہ یہ عملی پابندیوں والی تحریر یک طرفہ اور مخدوش سمجھی جارہی ہے۔ اس لئے مناسب ہو کہ جس طرح مسئلہ "حیات النبی ﷺ" کے بارہ میں اصولی رنگ کی ایک عبارت قدر مشترک کے طور پر آئی ہے، جسے فریقین نے بخوش دلی منظور کیا ہے، ایسے ہی عملی پابندیوں کے بارہ میں بھی اصولی ہی رنگ میں فریقین کی مفاہمت سے کوئی صورت طے ہوجائے۔ میں اس کام کو قلت وقت کے سبب انجام نہیں دے سکتا تھا۔ سفر شروع ہونے میں صرف چند گھنٹے ہی باقی تھے۔ اس لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ "اس علمی مفاہمت کو وہ اپنی سرکردگی میں طے کرادیں" مولانا نے وعدہ فرمایا کہ "میں ملتان پہنچ کر ایک مقررہ تاریخ پر فریقین کو بلاؤں گا اور عملی انداز کی مفاہمت کرانے کی سعی کروں گا"۔ جس کو مولانا غلام اللہ خان صاحب کی جماعت نے بھی بخوش دلی تسلیم فرمالیا ہے، اس پر احقر نے اسی مجلس میں ایک تحریر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے نام لکھی، جس کا حاصل یہ تھا کہ "جناب! فریقین میں علمی حدود کی تشخیص بموجودگی فریقین کرادیں اور اس صورت میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب والی تحریر (بوجوہ مذکورہ بالا) کالعدم سمجھی جائے"۔

ادھر سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے یہ عرض کیا کہ "ملتان اجتماع سے پہلے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے۔ اس طرح مسئلہ حیات کا معاہدہ تو اپنی جگہ بدستور قائم تھا ہی، عملاً سید عنایت اللہ شاہ صاحب والی تحریر کا معاہدہ بھی بدستور قائم رہا اور اسی طرح میں "مسئلہ حیات کی مفاہمت اور معاملہ سید صاحب" کی مذکورہ صورت حال دونوں طرف سے مطمئن ہو کر دیوبند کے لئے روانہ ہوگیا۔ فریقین کے بزرگوں نے اپنے حسن اخلاق سے اسٹیشن لاہور پر اس ناکارہ کو الوداع کہا اور میں ۹ جولائی ۱۹۶۲ء کو دیوبند پہنچ گیا۔ یہاں کے بزرگوں سے اس مفاہمت کے بارہ میں حالات بیان کئے جو سارے اکابر کے لئے موجب فرح وسرور ثابت ہوئے۔ اس سلسلہ میں احقر جو تفصیلی بیان لاہور میں اشاعت کے لئے دے آیا تھا، اس کی تمہید میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ "حیات انبیاء کے سلسلہ میں تمام علمائے دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حیات، حیات دنیوی ہے"۔ لیکن بعد میں کچھ خلجان پیدا ہوا کہ بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم اور مجمل بھی ہیں، ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اس دعویٰ اجماع پر قدح کیا جائے، یہ کھٹک ہو ہی رہی تھی کہ اچانک مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا دستخطی والا نامہ پہنچا کہ "آپ کا مفصل بیان پہنچ گیا اور اسے ہم رسالہ تعلیم القرآن میں شائع کررہے ہیں لیکن یہ اجماع علماء دیوبند کا دعویٰ ہمارے نزدیک محل کلام ہے جبکہ متعدد علمائے دیوبند کی عبارتیں اس بارہ میں اس اجماع کو برقرار نہیں رکھ سکتیں، آپ کو اس بیان میں کوئی استثنائی کلمہ

ضرور رکھ دینا چاہئے تھا، اس لئے ہم آپ کا بیان پورا شائع کر رہے ہیں مگر اس دعوی اجماع پر تنقیدی نوٹ بھی لکھ رہے ہیں، آپ برا نہ مانیں''۔ ظاہر ہے کہ میرے لئے برا ماننے کا سوال یوں نہیں پیدا ہوتا تھا کہ مجھے خود اس بارہ میں کھٹک محسوس ہو رہی تھی اس لئے میں نے اپنا یہی بیان جب رسالہ دارالعلوم دیوبند کو شائع کرنے کے لئے دیا تو اس میں ایک استثنائی نوٹ کا اضافہ کیا اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کو وہ استثنائی عبارت لکھ بھیجی جس کا حاصل یہ تھا کہ'' جمہور علمائے دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ برزخ میں حیات انبیاء حیات دنیوی ہے''۔ (تعلیم القرآن ص ۴۳ تا ۴۴ ستمبر ۱۹۶۲ء)

چنانچہ حضرت شیخ القرآن مرحوم اور حضرت شاہ صاحب گجراتی نے جو حضرت قاری محمد طیب صاحب کے مضمون مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ ان حضرات نے پورا کرتے ہوئے (ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲ تا ۲۶) میں شائع کر دیا۔ جس کی تمہید میں یوں تحریر ہے کہ ''برزخ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علمائے دیوبند کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علمائے دیوبند حسب عقیدہ اہل السنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں تھا، وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں وغیرہ۔ علمائے دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثۃً پایا ہے۔ اور اس کے بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے''۔ (تعلیم القرآن ص ۲۲ اگست ۱۹۶۲ء)

راقم الحروف نے تعلیم القرآن ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء کا حوالہ نہایت تفصیل سے درج کر دیا ہے کیونکہ بعض رذیل یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ مسئلہ ''حیات النبی ﷺ'' کے بارے میں جو تحریری معاہدہ ہوا تھا وہ لاہور میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ کر دیا تھا کیونکہ حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس کی مخالفت کی تھی۔

قارئین کرام پر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے اس تحریری معاہدہ پر، جس کا تعلق مسئلہ حیات النبی ﷺ سے ہے، کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کو صرف یہ شکایت تھی کہ ''دوسری تحریر جو حضرت شاہ صاحب کے متعلق لکھی گئی ہے، یک طرفہ ہے۔ مسئلہ بیان نہ کرنے پر اگر پابندی لگانی ہے تو دونوں فریق اس کے پابند ہونے چاہئے''۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ معقول اعتراض تھا جیسا کہ خود حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فلہٰذا حضرت شاہ صاحب کے بارے میں جو خصوصی تحریر تھی اس کو کالعدم قرار دیتے ہوئے فریقین کو مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان بلا کر ایک تحریر پر دستخط کرا کر پابند بنا دیا''۔ ملاحظہ ہو۔ اس پر قرار پایا کہ ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب، مولانا غلام اللہ خان کے جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہیں کریں گے۔ اور مولانا غلام اللہ خان صاحب اپنی براءت نہیں کریں گے اور ان کے مناظرہ میں شریک ہو سکیں گے''۔ نیز قرار پایا کہ'' موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی جالندھری صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر مسئلہ حیات النبی ﷺ کو بیان کریں گے اور نہ کسی مدرسہ کے طلبہ کے مجمع میں اس سلسلہ پر مفصل تیاریاں کرائیں گے''۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان ۳۱ جولائی ۱۹۶۲ء ایک فریق کے دستخط: غلام اللہ خان لاھُو، عنایت اللہ، احقر شمس الدین، احقر احمد

حسین سجاد بخاری، محمد یا عفی عنہ۔ دوسرے فریق کے دستخط: محمد علی جالندھری بقلم خود، بقلم لال حسین اختر، عبد الرحمن میانوی، محمد عبد اللہ بقلم خود، منور حسین صدیقی بقلم خود۔ (ضمیمہ تعلیم القرآن ص ۲ تا ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء)

صوفیوں نے حضرت شاہ صاحب کی بات مان لی

حضرت شاہ صاحب نے جلسہ ''خیر المدارس'' کے موقعہ پر ''حیات دنیاوی'' کا انکار کیا تھا جسے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برا منایا اور حضرت شاہ صاحب کو کہا کہ '' بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات دنیوی کا تھا فلہٰذا آپ نے انکار کر کے دیوبندیت کے خلاف کارروائی کی ہے''۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ ''حیات جسمانی کہنی چاہئے، دنیاوی کہنا مناسب نہیں''۔ اس پر جھگڑا شروع ہو گیا پھر کیا ہوا۔ الامان والحفیظ۔

بالآخر حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس تحریر پر فریقین کے دستخط کرائے اس میں حیات دنیاوی کا ذکر نہیں ہے بلکہ جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں **تعلق** روح حیات حاصل ہے۔ (الی آخرہ)

یہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ تھا جسے صوفی حضرات نے بھی بخوشی قبول کر لیا اور حضرت شاہ صاحب اور حضرت شیخ القرآن مرحوم نے بخوشی اسے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' اگست ۱۹۶۲ء میں شائع کر دیا۔ بعض رذیل جو کہتے ہیں کہ جولائی ۱۹۶۲ء لاہور میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس معاہدہ کو منسوخ قرار دیا تھا تو ان رذیلوں سے سوال یہ ہے کہ وہ جھوٹ بول کر اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہیں۔؟ (بشرطیکہ حسن عاقبت باقی بھی ہو) پھر جولائی کے بعد ماہ اگست میں اس تحریری معاہدہ کو ''تعلیم القرآن'' میں شائع کرنے کا مقصد کیا ہوگا۔؟

دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید

حضرت شاہ صاحب کی اپنے عقیدہ سے بغاوت اور قلابازیاں

لیکن حضرت شاہ صاحب اپنے ایک عقیدہ پر قائم نہ رہ سکے۔ قسم قسم کی باتیں اور عقیدہ بدلتے رہے حتی کہ اس عقیدہ کو شرک اور یہودیت سے بھی تعبیر کیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ککڑ ہٹہ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان (جو اب ضلع خانیوال میں ہے) میں ایک مولوی صاحب تھے اللہ بخش ناظم مدرسہ احیاء العلوم عید گاہ ککڑ ہٹہ (جو اس وقت ملتان میں غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ہیں۔ شاہ صاحب کی برکات سے وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کو خیر باد کہہ کر غیر مقلد بن گئے ہیں۔) اس نے تین رسالے لکھے تھے۔ (۱) اربعین آیات (۲) اربعین احادیث (۳) دعوۃ الرشاد۔ ان تینوں پر حضرت شاہ صاحب کی تائید و تقریظ موجود ہے۔ ''گویا ان تین رسالوں میں سے جو تحریر نقل کی جائے گی وہ حضرت شاہ صاحب کی طرف بھی منسوب کی جا سکتی ہے''۔

مولوی اللہ بخش صاحب لکھتے ہیں:

(۱) یہی سماع اموات توحید کے راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے...... اسی لئے اللہ تعالی نے مردوں کے سننے کی نفی کر کے شرک کی جڑ کاٹ دی ہے۔ نہ جڑ ہو گی نہ پھر شاخیں نکلیں گی۔ (اربعین آیات ص ۱۷)

(۲) پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرام بھی وفات کے بعد سننے جاننے والے نہیں تھے چاہے قبروں پر یا دور

سے پکارے جائیں۔ (اربعین آیات ص ۳۵)

(۳) اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ امام الانبیاء ﷺ کے روضہ اطہر پر یا اس کے ارد گرد جو کچھ مشرک غیر مشرک کرتے یا کہتے رہیں گے ان سب کے متعلق خاتم النبیین ﷺ فرمائیں گے: "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْد"۔ جب سید الرسل ﷺ کو وفات کے بعد حالات کا علم نہیں ہوتا تو دوسرا کون ماں کا لال ہے جس کو عالم برزخ میں رہتے ہوئے دنیا والوں کے حالات کا علم ہوگا۔؟ (اربعین آیات ص ۳۶ تا ۳۷)

(۴) مرے ہوئے شخص کو چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو بعد موت کے اپنے اور پر وارد ہونے والے حالات کا علم نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ ہمیں دیکھتے ہوں یا ہماری باتوں کو سنتے ہوں۔ (اربعین آیات ص ۴۱)

حضرت شاہ گجراتی کی اس رسالہ کے ص ۲ پر تقریظ و تائید ان الفاظ میں مذکور ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى!" اربعین ایات بینات" مسئلہ توحید پر ماشاء اللہ بہترین مضمون ہے، نہایت مدلل اور واضح۔ مولانا اللہ بخش صاحب کو ہم سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ علماء، طلبہ اور عوام خواندہ طبقہ کے لئے بہت مفید ہے۔ فللہ الحمد"۔ (عنایت اللہ گجرات)۔

مولوی اللہ بخش صاحب لکھتے ہیں:

(۵) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے کہ جی سنتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کی تکذیب و مخالفت کر سکتے ہیں۔؟ ہرگز نہیں! تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔ (اربعین حدیث ص ۵)

(۶) اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے حبیب! تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں جی نزدیک سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ......؟ خوب غور سے سوچو۔ (اربعین حدیث ص ۱۱)

(۷) بعد از موت سماع ورؤیت کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔ (اربعین حدیث ص ۲۸)

(۸) نبی ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی حیات برزخی جنتی ہے دنیوی، روضہ والی، مدینہ منورہ والی، جسد اطہر والی قطعاً نہیں۔ (اربعین حدیث ص ۴۰ تا ۴۱)

(۹) اور دوسری روایت "مامن احد یسلم علیَّ الا رد الله روحی علیَّ و أرُدُّ علیه السلام" اس روایت کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ کی نہیں۔ (اربعین حدیث ص ۴۳)

(۱۰) نیز اتنے کروڑوں مسلمانوں کا درود سننا تکلیف مالا یطاق ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کے لئے تو یہی بات بجائے راحت کے الٹا رنج عظیم کا سبب بنی ہوئی ہوگی۔ دنیا کی زندگی میں کافروں نے آرام نہیں کرنے دیا تھا اور موت کے بعد مسلمان چین وراحت سے نہیں رہنے دیتے۔ (اربعین حدیث ص ۴۲)

حضرت شاہ صاحب کی تائید: ''رسالہ'' اربعین'' کا بہت سا حصہ سنا۔ بحمد اللہ تعالیٰ کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے عمدہ طریق سے استدلال کیا ہے۔ مصنف حضرت مولانا اللہ بخش صاحب نے شرک و بدعت کے رد میں مخلصانہ سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو سعی مشکور بنائے اور خواص و عوام کے لئے باعث ہدایت بنا کر مصنف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے''۔ آمین ثم آمین۔ عنایت اللہ۔

مولانا اللہ بخش لکھتا ہے:

(۱۱) جیسے دور سے درود کا ثواب آنجناب کو پہنچتا ہے اسی طرح قبر مبارک کے نزدیک درود پڑھنے کا ثواب آنجناب کو پہنچتا ہے۔ سننے جواب دینے کا من گھڑت قصہ ہی نہیں۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۸)

(۱۲) مولوی اللہ بخش صاحب، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تو میر امشورہ یہ ہے کہ آئندہ کے لئے تم سابقہ مسلک قرآن وحدیث کو چھوڑ کر مشرکوں کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کردو تاکہ کسی کو آپ کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔ آپ کا طبعی میلان بھی بتارہا ہے کیونکہ پہلے آپ سماع خرق عادت کے قائل تھے اگرچہ یہ مسلک بھی بے دلیل تھا لیکن اب تو حد ہی کردی۔ اب تو آپ عند القبر بالجہر کے الفاظ بتارہے ہیں کہ اب آپ سماع عادی کے قائل ہوگئے ہیں۔ رفتہ رفتہ مزید ڈھلنا شروع کردو تاکہ کمی پوری ہوجائے::۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۱۴)

(۱۳) ہم تو اسلاف سے سننے سمجھنے اور قرآن کو دیکھنے اور سمجھنے سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن مجید صرف اصول سے بحث کرتا ہے فروع کو تو چھیڑتا ہی نہیں اور اس مسئلہ (سماع موتی) پر قرآن مجید نے تقریباً پینسٹھ آیات سے روشنی ڈالی ہے اگر یہ مسئلہ نہ اصولی تھا اور نہ فروعی اور نہ اتنا ضروری کہ جزو ایمان اور مدار نجات ہو تو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس پراتنی بحث کیوں کی۔؟ اللہ تعالی نے یہ عبث فعل کیا ہے......! نعوذ باللہ من ذلک۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۲۱)

حضرت شاہ صاحب کی تائید

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ: رسالہ دعوت الرشاد مختلف مقامات سے سنا۔ شرک وکفر کے رد میں دلائل کتاب وسنت سے استفادہ کیا گیا۔ مصنف کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین عنایت اللہ۔ (دعوت الرشاد الی سواء الصراط ص ۱)

حضرت شاہ صاحب گجراتی نے ان تینوں رسالوں پر تقریظ لکھ کر اور تائید کرکے یہ ثابت کردیا کہ یہ نظریات بعینہٖ حضرت شاہ صاحب گجراتی کے عقائد ونظریات ہیں۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب

شجاع آباد ضلع ملتان کے رہنے والے ہیں۔ کسی زمانے میں ''اشاعت التوحید والسنہ'' شجاع آباد کے صدر تھے۔ شجاع آباد میں اپنا دارالعلوم ہے، عزیز العلوم کے نام سے مشہور ہے وہاں ہر سال شعبان اور رمضان میں دورۂ تفسیر پڑھاتے تھے۔ اختتام پر اکثر مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ سے تشریف لے جاتے تھے اور چند درس پڑھا کر اختتامی دعا کیا کرتے تھے۔ مولانا عبدالعزیز صاحب جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی میٹنگ میں بھی شمولیت کیا کرتے تھے۔ مثلاً دیکھئے (ماہنامہ تعلیم القرآن جون ۱۹۶۶ء ص ۵) لیکن مولانا موصوف کا جب گکڑ ہٹہ اینڈ کمپنی سے واسطہ پڑا تو موصوف نے ان سے ایسے خرافات سنے کہ ان کا زیر قلم لانا بھی مناسب نہیں۔ بالآخر مولانا موصوف نے تنگ آکر استعفیٰ دے دیا۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں:

ناظم اعلیٰ کی خدمت میں میرا استعفیٰ

میں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری بات، جو اس اختلاف سے پہلے مسئلہ تھی، وہ اب مسخری بن گئی ہے۔ تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی خدمت میں اپنا استعفیٰ بھیج دیا جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ''میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا''۔

شجاع آباد میں شاہ صاحب گجراتی کی موجودگی میں تشدد گروپ (ککڑ ہٹہ اینڈ کمپنی) کے واعظ محمد سعید (احمد خان) نے کہا تھا: ''وہ گوہ خور ملا جو سماع کا قائل ہے''۔ ان حیا سوز اور شرافت شکن حرکتوں کے باوجود شیخ القرآن مجھے نہیں چھوڑتے۔ مگر میں شاہ صاحب جیسے امیر اور ان کی جماعت کے ساتھ کیسے چل سکتا ہوں جس کے ازیں گونہ واعظ جو منبر تک گونھ نہ چھوڑیں۔ یہ غلاظت نوازی تو اپنے امیر کے سامنے فرمائی، ان کی عدم موجودگی میں کسی شریف انسان کو ایسے زبان دراز واعظ سے کس خیر کی توقع ہوسکتی ہے۔؟ علاقہ بہاولپور گھلواں میں ایک جلسہ میں محترم عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنے مذکور واعظ کے فروکش تھے۔ کمرہ مخصوص سے باہر اس علاقہ کے ایک عالم نے امام ابن کثیر کی عبارت پیش کرنا چاہی تو محمد سعید (احمد خان) نے فرمایا کہ ''پہلے اس کا نام صحیح کریں۔ ابن کثیر کوئی اچھا ہوتا ہے (یعنی ولد الحرام)''۔ اس محدث کبیر، مفسر اور امام وقت کا گوشت بھی وہاں کھایا گیا جہاں امیر اشاعۃ التوحید بنفس نفیس موجود تھے۔ (دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۲۲)

مولانا موصوف نیز لکھتے ہیں: ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے اکابرین کی بے زاری بلکہ اظہار نفرت کے باوجود ''تشدد گروپ'' کے تمام کتابچوں کو محترم عنایت اللہ شاہ صاحب کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔ ان کو اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ جماعت کا شیرازہ بکھرے یا باقی رہے۔ توحید کے نام پر ایک فسادکار انسان کی گود میں امیر جمعیت اور عالم دین کا چلا جانا باعث حیرت و استعجاب ہے''۔ ملاحظہ ہو۔ تصدیق رسالہ دعوت الرشاد ''مختلف مقامات سے سنا۔ شرک و کفر کے رد میں دلائل کتاب و سنت سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ مصنف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ عنایت اللہ''۔

جس کفر اور شرک کی تردید کے لئے دلائل قرآن و حدیث سے مؤلف نے استفادہ کیا وہ عقیدہ ''سماع صلوۃ و سلام عند القبر للنبی الکریم'' ﷺ ہے۔ جمہور امت کی تکفیر پر محترم شاہ صاحب نے تحسین بلیغ فرما کر ''تشدد گروپ'' کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ کافر ساز کمپنی کے اس فتوے پر محترم شاہ صاحب کی خطابت کا رخ بھی اس طرف پلٹ گیا کہ ''مشرک چار قسم کے ہیں۔ اول: یہود و نصاریٰ ثانی: بت پرست ثالث: غالی رضاخانی رابع: دیوبندی جو سماع کے قائل ہیں''۔ (دعوت الانصاف ص ۲۹ تا ۳۰)

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

__اخلاقی پستی__: کبیر والا شہر میں ان حضرات کے زیر اہتمام ایک اجتماع سے راقم نے خطاب کیا۔ بر سبیل تذکرہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ مہتمم خیر المدارس ملتان اور مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم کبیر والہ کا ذکر آیا چونکہ یہ ہر دونوں حضرات فوت ہو چکے تھے۔ اس لئے میں نے ان کا نام لینے کے بعد رحمہ اللہ کا جملہ دعائیہ استعمال کیا۔ تقریر ختم ہوگئی مگر میں اسٹیج سے اترا نہیں تھا کہ ایک صاحب میک سپیکر کے سامنے تشریف لائے

اور تردید کردی، کوئی کسر باقی رہی تھی تو علیحدہ ہونے پر مجھے ملامت کے رنگ میں کہا کہ "آپ ہیجوے قسم کے موحد ہیں ایسوں کو ﷺ سے دعا دینا شان توحید کے خلاف ہے"۔ نیز ایک مقام پر میری مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا "مردے سنتے ہیں یا نہیں"۔؟ میں اسے مناسب جواب ہوتا، دیتا مگر ان میں سے ایک صاحب بولے کہ: "کوئی قبر کھودو، میں اپنے ہاتھ سے اس کی مقعد میں پانی ڈالتا ہوں، اگر مردے سنتے ہیں تو بول اٹھے گا"۔ میں نے یقین کرلیا کہ میرے جیسے آدمی کے لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ چلنا ابروئے علم اور ناموس علماء کی صریح توہین ہے۔

اپنے رہنماؤں کو نہیں بخشتے: اس گروپ کے دوسرے صاحب کو، جو حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی رحمہ اللہ کا مرید کہلاتا تھا، میں نے کہا: "تمہارے پیر صاحب تو سماع عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ ان کے متعلق کیا رائے ہے۔؟ تو فوراً جواب دیا کہ وہ بھی کافر، تم بھی کافر، جو بھی سماع کا قائل ہو سب کافر"۔ (دعوت الانصاف ص ۲۱ تا ۲۲)

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

گوجرانوالہ میں اشاعت التوحید والسنہ کی میٹنگ: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی تحریک پر اشاعت التوحید کے علمائے کرام کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ "جمعیت کی تبلیغی پالیسی کو مضبوط کیا جائے اور بے لگام آدمیوں کو تنبیہ کی جائے کہ وہ اپنے طرز عمل اور کردار سے مسلک میں رخنہ اندازی نہ کریں۔ قائلین سماع صلوۃ وسلام عند القبر کو مشرک وکافر نہ کہا جائے"۔ چنانچہ ایک تحریر لکھی گئی جس کے اوپر واعظ محمد سعید (احمد خان) نے بقول شیخ القرآن (منافقانہ) دستخط کر دیئے، اور شاہ صاحب گجراتی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور بقول حضرت خان صاحب یہ فرمایا کہ: میں (قائلین سماع کو کافر کہوں گا) اس پر مجلس برخواست ہوگئی۔ مولانا غلام اللہ خان کا خط، جو میری طرف لکھا تھا، ملاحظہ فرمادیں کیونکہ میں اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوا تھا۔

"محترم ومکرم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں۔ اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط سے انکار کر دیا ہے اور کہا "میرا عقیدہ کفر کا ہے اور محمد سعید کا (بھی) یہی ہے"۔ واللہ اعلم۔ کیا غضب الٰہی ہے تمام امت کو کافر کہہ دینا۔؟ لاشیٔ غلام اللہ۔ (دعوت الانصاف ص ۲۶ تا ۲۷)

نیز ککڑ ہٹہ اینڈ کمپنی کے خرافات معلوم کرنے کے لئے مولانا موصوف کی کتاب (دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف) کا ضرور مطالعہ کریں۔

ہمارے استاد محترم شیخ مکرم حضرت مولانا عبد الحمید سواتی دامت برکاتہم العالیہ نے "تحفہ ابراہیمیہ" کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کا نام "فیوضات حسینی" رکھا ہے اور اس کا ایک مقدمہ بھی نہایت بسط سے تحریر فرمایا ہے۔

مولانا سجاد بخاری صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس کے بعد محترم دوست جناب صوفی صاحب نے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب پر نظر کرم فرمائی ہے اور شاہ صاحب کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب کردی ہیں جو شاہ صاحب کے زاویہ خیال میں بھی کبھی نہ آئی ہوں مثلاً

"شاہ صاحب قائلین سماع کو ابوجہل کے کفر تک اپنی تقریروں میں کہنے سے گریز نہیں کرتے"۔ (مقدمہ ص ۴۴)

نوٹ: محترم صوفی صاحب کا یہ فقرہ ملا رموزی کی اردو کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ سجاد بخاری۔
حالانکہ خود سجاد صاحب نے بھی اگلے صفحہ پر یہی لفظ ''ٹبر'' تحریر کیا ہے۔ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی)

نیز فرماتے ہیں ''وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضرہ کے خلاف پیش کرتے تھے، اب وہی آیات عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں کیا یہ انتہا پسندی نہیں''۔ ایضاً یہ الزامات سراسر غلط اور بے اصل ہیں۔ شاہ صاحب زندہ موجود ہیں اب بھی ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ واقعی وہ سماع موتی کے قائلین کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک سمجھتے ہیں۔؟

راقم الحروف نے بارہا تقریروں میں اور نجی مجلسوں میں شاہ صاحب کو یہ فرماتے سنا ہے اور کئی دوسرے احباب بھی اس کے شاہد ہیں۔ ''میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر علماء حق کو اولیاء اللہ سمجھتا ہوں اور دل و جان سے ان کا احترام کرتا ہوں''۔ آپ کے خیال میں یہ تمام علمائے کرام سماع موتی کے قائل ہیں مگر شاہ صاحب ان کا نہ صرف احترام کرتے ہیں بلکہ اولیاء اللہ سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شاہ صاحب سماع موتی کے ساتھ موتی کو حاجات میں پکارنے والوں کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک کہتے ہیں اور قرآن کی محولہ آیات بھی انہی پر چسپاں کرتے ہیں۔ صوفی صاحب نے شاہ صاحب پر یہ الزام عائد فرمایا ہے کہ ان کا اختلاف نفسانیت اور ضد پر مبنی ہے اور انہوں نے اس مسئلہ کو ایمان اور کفر کا مدار بنا دیا ہے۔ (مقدمہ ص ۴۵)

صوفی صاحب نے نفسانیت اور ضد کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ ''شاہ صاحب نے اس مسئلہ کو ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا ہے''۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ شاہ صاحب اس کو ہرگز ایمان اور کفر کا مدار نہیں سمجھتے ان کے نزدیک دونوں فریق مسلمان ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۵ تا ۳۶)

محترم سجاد صاحب......! حضرت صوفی صاحب آپ کے دوست اور رفیق ہیں اور ہمارے شیخ مکرم ہیں، وہ غلط الزام کسی پر نہیں لگاتے۔ وہ بڑی تحقیق اور احتیاط کے بعد ہی کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ البتہ حضرت شاہ صاحب گجراتی جیسا غیر محتاط انسان اور کچے عقیدے والا آج تک ہم نے نہیں دیکھا۔

۱......کبھی بریلویوں کے عقائد کو درست کہتے ہیں۔ (کمامر)
۲......کبھی حیات دنیاوی والوں کو اہل سنت ہی شمار کرتے ہیں۔ (کمامر)
۳......کبھی حیات جسمانی پر دستخط کر دیتے ہیں۔ (کمامر)
۴......کبھی سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے عقیدہ کی اشاعت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ مل کر ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ (کمامر)
۵......کبھی مسئلہ حیات وسماع صلوۃ وسلام کے معاہدہ کو مان کر اس مسئلہ کی اشاعت اسٹیج پر نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے اس پر دستخط کر دیتے ہیں۔ (کمامر)
۶......کبھی اس مسئلہ کو اسٹیج کی زینت بنا کر خوب کھل کر بیان کرتے ہیں۔
۷......کبھی سماع موتی کے مسئلہ کو اصولی کہہ کر تکفیر کرنے والوں کی تائید وتصدیق فرماتے ہیں۔ (کمامر)

۸......کبھی سماع موتی کے قائلین کو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔

ہر فرقہ اپنے عقیدے پر پختہ ہے بار بار وہ اپنا عقیدہ نہیں بدلتے۔ آخر حضرت شاہ صاحب گرگٹ کی طرح اتنے رنگ کیوں بدلتے ہیں۔ ؎

بدلتا ہے آسمان رنگ کیسے کیسے

کیا قرآن وحدیث سے ان کو واضح عقیدہ حاصل نہیں ہوسکا۔؟ محترم سجاد بخاری صاحب......! حضرت شاہ صاحب کا بیان ملاحظہ کریں۔ ''مردوں کے سننے کے مسئلے کی بنیاد یہودیت نے رکھی، ان کی نقل روافض نے کی۔ بریلویت بھی اس مسئلے میں ان کے نقش قدم پر چل پڑی ہے اور اب تو خیر سے دیوبندیت کے ٹھیکیدار بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں''۔ (ماہنامہ نغمۂ توحید گجرات ص ۲۰، ۱۴۱۱ھ)

شاہ صاحب کے نزدیک یہ چاروں فریق گویا برابر کے مشرک وکافر ہیں یہ حضرت شاہ صاحب کی اسٹیج والی تقریر کی اشاعت کی گئی ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: اس کے باوجود کوئی کہے کہ قبروں میں دفن (فوت شدہ) انبیاء واولیاء ہماری پکاریں سنتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بے ایمانوں کے نزدیک انبیاء واولیاء روز قیامت جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ ہمیں ان کی عبادت کی خبر نہیں۔ (نغمۂ توحید ص ۲۴)

نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''میں بوڑھا ہو چکا ہوں، زندگی کا کوئی پتہ نہیں۔ معلوم نہیں آئندہ آپ سے ملاقات نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔ جماعت کے اجلاس میں مسئلہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ ''اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے خرق عادت کے طور پر یعنی معجزے کے طور پر مردوں کو سنا دیتا ہے اسے ہم کافر نہیں کہتے بلکہ وہ ہماری جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ چاہے تو درختوں کو سنا دے۔ پہاڑوں کو سنا دے۔ پتھروں کو سنا دے، وہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ مردے ضابطے کے طور پر سنتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا ہمارے نزدیک پکا کافر ہے''۔ حضرت شاہ جی نے اجلاس کے شرکاء کو مخاطب کرکے فرمایا: ''میں نے تو اپنا عقیدہ آپ پر واضح کردیا ہے آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔؟ تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر کہا: ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں''۔ حضرت شاہ جی نے فرمایا: ''جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں ان لوگوں کو نہ بلائیں جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور قرآن وسنت سنانے والوں کو کوستے رہتے ہیں ان لوگوں کو بلانے کی آپ کو کیا ضرورت ہے''۔؟ (سلسلہ مطبوعات الصراط المستقیم شمارہ ۲۴ گجرات ص ۴۳)

لِدَعوۃِ الحق

سلسلہ مطبوعات

اَلصِّرَاطُ المُستَقِیمُ

۲۴

قیمت ۶ روپے

خط وکتابت کے لیے

۲۳۵/۱۲ مرکز اشاعۃ التوحید والسنۃ لالہ موسیٰ

ذی قعدہ، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

ترسیل زر کے لیے

قاری محمد گل شیر اعوان۔ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات

مقام اشاعت

دفتر الصراط المستقیم جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات، فون ۳۰۴۲۹

حضرت مولانا سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ

چار بجے سہ پہر اجلاس کی دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ حضرت خطیب اسلام نے نعمت کی سربراہی کے بارے میں مجلس منتظمہ کا فیصلہ پڑھ کر سنایا اور اس کی وضاحت فرمائی۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

امام المحدثین حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندی کے یہ دو شعر اکثر گنگنایا کرتے تھے:

؎ رنگلے ناچندری اُنّد ھالے نا بیس — تو کیا کیا کرے گی اری وہن کے دن
کیا جانے رتیاں، پیا کب بلالے — کھڑی منہ تکے گی اری وہن کے دن

یعنی اے لڑکی! شادی کے لیے تو نے جو تیاری کرنی ہے۔ ابھی کرلے کیا معلوم کس وقت ڈولی میں بیٹھنا پڑ جائے۔ یہ تشبیہ ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اے انسان آخرت کی تیاری کرلے، زاد راہ ساتھ لے لے، جتنی نیکیاں کمانی ہیں کمالے، کیا معلوم کس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آجائے۔ شاہ جی نے سورۃ الجمعہ کی آیت:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ... الخ

ترجمہ: "اے نبیؐ! فرما دیجئے، بلاشبہ جس موت سے تم بھاگتے ہو تمہیں مل کے رہے گی"

کے حوالے سے فرمایا: ہم زندگی کی گاڑی دوڑا رہے ہیں اور پیچھے موت کی گاڑی بھی آرہی ہے کوئی آدمی زندگی کی گاڑی کتنی ہی برق رفتاری سے چلائے، پیچھے آنے والی یعنی موت کی گاڑی زندگی کی گاڑی سے ٹکرا کے رہے گی، موت کا جام ہر ایک کو پینا ہے اس سے کسی کو مفر نہیں۔

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ..... الخ (النساء، آیت ۷۸)

ترجمہ: "تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں پالے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں پناہ لے لو۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

؎ اَلْمَرْءُ مَصْبُوْحٌ فِیْ اَهْلِهٖ — وَالْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

"یعنی انسان اپنے اہل و عیال میں خوش ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہے۔"

میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ زندگی کا کوئی پتہ نہیں معلوم نہیں آئندہ آپ سے ملاقات بھی نصیب ہوتی ہے یا نہیں، جماعت کے اجلاس میں مسئلہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ:

"اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے خرقِ عادت کے طور پر یعنی معجزے کے طور پر مُردوں کو سُنا دیتا ہے، اُسے ہم کافر نہیں کہتے، بلکہ وہ ہماری جماعت اشاعۃ التوحید والسنّہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ چاہے تو درختوں کو سُنا دے، پہاڑوں کو سُنا دے، پتھروں کو سُنا دے، وہ مُردوں کو بھی سُنا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ مُردے مستقل طور پر سُنتے ہیں اور سفارشیں کرتے ہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا ہمارے نزدیک یقیناً کافر ہے۔"

حضرت شاہ جی نے اجلاس کے شرکاء کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میں نے تو اپنا عقیدہ آپ پر واضح کر دیا ہے۔ کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟"

تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔"

حضرت شاہ جی نے فرمایا: جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں اُن لوگوں کو نہ بلائیں جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور قرآن و سُنّت سُنانے والوں کو کوستے رہتے ہیں، ان لوگوں کو بلانے کی آپ کو کیا ضرورت ہے اللہ کے فضل و رحمت سے ہماری جماعت میں علماء، وکلاء، شعراء، پروفیسرز اور سکالرز موجود ہیں۔ قرآن کریم اور سُنّت صحیحہ کو سینے سے لگائیے اور قرآن و سنّت کے مخالفین سے کنارہ کش رہیئے۔

• اشاعۃ التوحید والسنّہ پاکستان کے مدارس دینیہ کی تنظیم کے سلسلے پاکستان تمام اراکین خصوصی اپنے علاقے کے جماعتی مدارس کے متعلق کوائف جلد از جلد مولانا محمد طیب الحق صاحب مدیر جامعہ عربیہ ضیاء العلوم "۱۸ ر بلاک سرگودھا کے پتہ پر ارسال کریں۔

باقی ص ۴۶ پر

مجلس تحفظ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا

فیصلہ

سماعِ موتیٰ کا عقیدہ قرآنِ کریم کے خلاف ہے

قرآنِ کریم میں سماعِ موتیٰ ثابت نہیں ہے

جو لوگ

بِمَشِیَّةِ اللّٰهِ خَرْقًا لِّلْعَادَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

سماع کے قائل ہیں وہ کافر نہیں ہیں

اور جو لوگ

سماعِ موتیٰ ہر وقت دور و نزدیک کے قائل ہیں وہ

ہمارے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں

۸۴

امام المحدثین [illegible]

اشاعة التوحيد والسنة پاکستان

کا

فیصلہ

سماعِ موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآنِ کریم میں سماعِ موتیٰ ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ بمشیئۃ اللہ خرقاً للعادۃ عِنْدَ الْقَبْر سماع کے قائل ہیں وہ کافر نہیں ہیں اور جو لوگ سماعِ موتیٰ ہر وقت دور و نزدیک کے قائل ہیں وہ ہمارے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

محترم سجاد صاحب! آپ حضرات اپنی مساجد یا مدارس میں بریلویوں کو نہیں بلاتے تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ مقررین حضرات ہیں جو دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور حیات النبی ﷺ اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں اور وہ اس کے بھی قائل ہیں (جیسا کہ ان کے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ اور فقہائے احناف قائل ہیں) کہ "حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام پیش کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ہمارے حق میں سفارش کریں کہ حضرت نبی کریم ﷺ ہمارے لئے دعا فرمادیں کہ ہم آپ کی سنت وشریعت پر قائم رہتے ہوئے خاتمہ بالایمان پر فوت ہوں"۔

محترم سجاد صاحب! آپ اب خود ہی بتائیں کہ حضرت صوفی صاحب نے درست فرمایا تھا یا نہیں۔؟ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

محترم سجاد صاحب! اب آپ اپنے ایمان کی خیر منائیں کیونکہ آپ سماع موتی کے قائلین کو مسلمان جانتے ہیں، حضرت شاہ صاحب پکا کافر کہتے ہیں، تو جو آدمی پکے کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ فلہٰذا آپ حضرت شاہ صاحب کے فتوے کے مطابق کون ہوئے۔؟ ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اسی طرح پکے کافروں کو جب حضرت شاہ جی اولیاء اللہ کہتے ہیں تو خود کون ہوئے۔؟ جانور جب دیوانہ ہوتا ہے تو پہلے گھر کے آدمیوں کو کاٹتا ہے، جن کو کاٹتا ہے وہ بھی دیوانہ ہو کر یہی کام کرتے ہیں۔ ان کو اپنے خیر خواہ اور محسن بھی اوپرے نظر آتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم کے خصوصی شاگرد خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: "اسی طرح یہ حقیقت بیان کرنے میں بھی مجھے کوئی حجاب نہیں ہے کہ شیخ القرآن کی وفات کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتیں علمائے دیوبند کی تردید میں صرف کردی ہیں۔ پوری عمر جو مسئلہ توحید وسنت کے احیاء اور شرک وبدعت کے استحصال کے لئے محنت کی تھی اب اس محنت کا رخ بدل کر خطابت کا پورا زور اہل حق کی تردید وملامت میں صرف ہوتا ہے۔ جو قرآنی آیات مشرکین مکہ اور مشرکین ہند کے خلاف ان کی قوت استدلال ہوتی تھی، اب انہی آیات کا مصداق انہیں علمائے دیوبند نظر آتے ہیں"۔ (میرے شیخ القرآن ص ۵۲ تا ۵۳)

چنانچہ (نغمہ توحید گجرات ماہ صفر ۱۴۱۱ھ کے ص ۱۴ تا ۲۴) میں حضرت شاہ صاحب کی ایک تقریر کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ واقعی حضرت صوفی صاحب اور مولانا قاسمی صاحب بالکل صحیح فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے فیض یافتہ فنکار کا فتویٰ

مسائل واحکام (باب الفتاویٰ) از علامہ احمد سعید خان ایک شخص کسی مرد صالح یا پیغمبر کریم ﷺ کی قبر پر کھڑا ہو کر ہدیہ سلام پیش کر کے عرض کرتا ہے کہ "اے اللہ کے ولی یا نبی ﷺ! میرے لئے اللہ کے حضور دعا فرمائیں اور سفارش کریں کہ میری فلاں حاجت پوری ہو جائے یا فلاں مصیبت دور ہو جائے"۔ علمائے شریعت کے نزدیک قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔؟ بینوا توجروا عنداللہ۔ سائل امین حسن ودیگر احباب از پشاور

الجواب وھو الموفق للطریق الصواب

کسی شخص کا موت کے بعد کسی اللہ کے نیک بندے یا پیغمبر کی قبر پر کھڑے ہو کر ہدیہ سلام و درخواست پیش کرنے کی چند صورتیں ہیں۔ جو گداگراں غیر اللہ اور شیدایان قبور کے ہاں روز اول سے چل رہی ہیں.......... چوتھی صورت: اس لئے پکارتا ہے کہ تا کہ مجھ پر اللہ کی برکتیں اور سلامتیاں نازل ہوں گی کیونکہ جب کہوں گا اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہوں تو آنحضرت ﷺ فرمائیں گے۔ وعلیک السلام یا ولدی! اے میرے بیٹے تجھ پر اتنی اللہ کی سلامتی ہو، جتنی مرتبہ کہوں گا، اتنی مرتبہ ہی سن کر دعا دیں گے۔ جب اللہ کا محبوب مجھے سلامتی کی دعا دے تو پھر تو خود بخود میرے تمام اغراض و مطالب پورے ہوتے جائیں گے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہو جائے گا یعنی صرف میت کی دعا لینے کے لئے پکارتا ہے اور کہتا ہے حضرت کی دعائیں شامل حال ہیں..........ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک صورت قرآن و حدیث کی نصوص قاطعہ کے خلاف ہے ہر ایک صورت کفر و شرک بنتی ہے اور مجموعی طور پر تمام صورتوں میں دو چیزیں تو برابر کی قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں، جو بجائے خود صریح کفر و شرک بنتی ہیں۔ ایک پکار کہ مافوق الاسباب ہونا۔ دوسرا اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر میت کی طرف رجوع کرنا اور اس کو پکارنا عالم اسباب سے بالاتر ہو کر کسی کا کوئی کام کرنا یا عالم اسباب سے مافوق ہو کر کسی کو نداء کرنا، یہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کا حق نہیں ہے اور مذکورہ تمام صورتوں میں میت کو نداء کرنا یا پکارنا یہ مافوق الاسباب ہے کیونکہ میت کے سننے کے، پھر جواب دینے کے، پھر سفارش کرنے کے، اسباب موت کے بعد قطعاً ختم ہو گئے۔ انقطاع تعلق روح عن الجسم ہوا تو انقطاع عمل و ارادت بھی ہو گیا۔ انقطاع اسباب جو ہو گیا، خواہ میت پیغمبر ہو یا کوئی اور۔ لہٰذا ایک چیز تو یہ ہوئی، جو صریح کفر و شرک بنتی ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اپنے مالک کی رحمت سے مایوس ہو کر ہی غیر کی طرف راغب و طامع ہوا.......... چوتھی صورت پکار مافوق الاسباب بھی ہے، اللہ سے مایوسی بھی ہے، اللہ پر افتراء و کذب بھی ہے''۔

(الحیوۃ نمبر: ۲ ص ۲۹ تا ۳۱ مصنف حضرت مولانا علامہ احمد سعید خان المدیر جامعہ احیاء السنہ نزد سول ہسپتال کبیر والا (خانیوال)

نیز علامہ موصوف لکھتے ہیں: ''ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بھیجا ہوا سلام آپ ﷺ سن لیتے ہیں جب کہا جائے السلام علیک یا رسول اللہ! یہ فلاں کی طرف سے ہے اور وہ آپ کو سفارشی بنانا چاہتا ہے تیرے رب کی طرف، پس سفارش فرماؤ تمام مسلمین کی، بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ زائر کو چاہیے کہ وہ شیخین سے عرض کریں کہ ''ہم آپ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو سفارشی بنانا چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ سے مانگیں کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمیں حالت اسلام پر زندہ رکھے اور ہمارا حشر ہی آپ ﷺ کی امت کے زمرہ میں ہو'' لیکن باوجود اس کفر صریح کے (کیونکہ پہلے یہ کہنا کہ آپ ﷺ اور تمام انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں، جانتے ہیں، ادراک اور سمع صلوۃ و اذان و اقامت وغیرہ بجالاتے ہیں، پھر ہمارے وسیلے بھی ہیں، پھر تجاوز کر کے اس سے یوں کہا کہ شیخین کے وسیلہ سے، وسیلہ نبی علیہ السلام کی طرف، پھر اللہ کی طرف) الزام دیتا ہے علمائے اشاعت التوحید والسنہ والوں پر، کہ وہ اہل سنت کے خلاف ہیں وہ خود یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا اپنا عقیدہ دراصل پہلے مشرکین والا عقیدہ ہے۔ سفارش کی طلب کرنا یا فریاد رسی کروانا اور حاجات و کربات میں پکارنا اور طعام و دنانیر کی طلب کرنا اور ان سے توسل کرنا وغیرہ جس طرح ان کے ''تسکین الصدور'' اور ان کے بڑوں کی تصانیف (یعنی علمائے دیو بند و فقہائے احناف) اور خدام کی تصانیف (یعنی علمائے دیو بند کے عقیدت مند حضرات کی تصانیف) میں لکھا ہوا ہے، سب کا سب شرک ہے اور ہم تو ایسے عقیدہ رکھنے والے کو قطعاً کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کا کھلا انکار ہے۔ صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے اجماع کے بھی صریح خلاف ہے''۔ (الحیوۃ ص ۴۹ تا ۵۰)

نیز علامہ مذکور ہی لکھتے ہیں: ''جس شخص کا عقیدہ ہو کہ میت خواہ پیغمبر کی ہو یا کسی امتی کی، موت کے بعد قیامت سے پہلے اس میں روح واپس لوٹائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ میت دیکھتا سنتا بھی ہے، سلام والتجاء کا جواب بھی دیتا ہے دراں حال کہ وہ قبر میں مدفون بھی رہتا ہے یا اوپر سے میت اور اندر سے بالکل زندہ رہتا ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص ایسی برائی کا مرتکب ہو رہا ہے کہ جس سے کفر لازم آتا ہے۔ اگر اس عقیدے پر اتمام حجت کے باوجود یا شبہ دور ہو جانے کے باوجود ڈٹا رہے اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس کے اس عقیدہ سے قرآن مقدس کی نص قطعی اور احادیث رسول ﷺ کی تکذیب لازم آئے گی۔ (علمائے پاکستان کے نام کھلا خط منجانب: العارض احمد سعید خادم توحید وسنت کبیر والا ضلع ملتان ص ۸)

۹۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

سلسلہ مطبوعات　　نمبر ۲

الحیوٰۃ

- سورۃ فاتحہ کی مکمل و مدلل تفسیر
- خالص تعلیمات احادیث کی روشنی میں
- شرک و بدعت پر علماء عرب کے فتوے

مصنف
حضرت مولانا علامہ احمد سعید خان

مدیر جامعہ احیاء السنۃ　نزد سول ہسپتال کبیر والا (خانیوال)

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان

[illegible]

مسائل و احکام — مرتبہ احمد سعید خان

بابُ الفتاویٰ

ایک شخص کسی مرد صالح یا پیغمبر کریم کی قبر پر کھڑا ہو کر ہدیۂ سلام پیش کر کے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی یا نبیؐ میرے لیے اللہ کے حضور دعا فرما دیں اور سفارش کریں کہ میری فلاں حاجت پوری ہو جائے یا فلاں مصیبت دور ہو جائے۔ علماء شریعت کے نزدیک قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ بیّنوا و توجروا عند اللہ۔ سائل ابن حسن و گجرات پنجاب

الجواب وهو الموفق للطريق الصواب (کسی شخص کا موت کے بعد کسی اللہ کے نیک بندے یا حسنہ اللہ تعالیٰ محمد خان رسول نگر) پیغمبر کی قبر پر کھڑے ہو کر ہدیۂ سلام و درخواست پیش کرنے کی چند صورتیں ہیں جو کہ اگر ان غیر اللہ اور شہداء یا ان قبروں کے ہاں ہوں تو اوّل سبیل کی ہیں۔

پہلی صورت: قبر پر صلوٰۃ و سلام پیش کر کے پھر میت کو صرف اسلئے پکارتا ہے کہ مقصود ہو۔ اس کے نام کا وظیفہ ہی پڑھے جا رہا ہے۔ تعریف ہی تعریف کر رہا ہے جس طرح کوئی اللہ کا بندہ اپنے اللہ کا صرف ذکر ہی کرتا ہے کوئی سوال و حاجت پیش نہیں کر رہا۔ صرف اسلئے کہ مالک خوش ہو جائے۔

دوسری صورت: صرف ذکر کرنا مقصود نہیں اس کا بلکہ بڑی التجا کے ساتھ ندا کرتا ہے۔ اور دل میں میت مدعو کا اتنا رعب یا رغبت ہے کہ ہلتا بھی نہیں کہ جو کچھ اس بزرگ کے توسط سے ملنے والا ہے اس سے کہیں محروم نہ ہو جاؤں۔ بلکہ بڑے خشوع و خضوع رغبت و خوف کے ساتھ ندا کرتا ہے۔

تیسری صورت: اسلئے پکارتا ہے کہ میت اللہ کا مقرب اور وجیہ ہے۔ اس کی ایسی وجاہت ہے کہ بغیر اجازت مانگے بھی اللہ سے منوا لیتا ہے۔ لہٰذا اللہ کی اجازت نہ بھی ہو تب بھی اللہ کو کہہ کر کام کروا دیں گے۔

چوتھی صورت: اس لیے پکارتا ہے کہ تا کہ مجھ پر اللہ کی برکتیں اور سلامتیاں نازل

۹۲

۲۹

ہونگی۔ کیونکہ جب کہونگا اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو تو آنحضرتؐ جواب میں فرمائیں گے وعلیک السلام یا ولدی۔ اے میرے بیٹے تجھ پر اتنی اللہ کی سلامتی ہو جتنی مرتبہ کہونگا۔ اتنی مرتبہ ہی سنکر دعا دینگے۔ جب اللہ کا محبوب مجھے سلامتی کی دعا دے تو پھر خود بخود میرے تمام مطالب و اغراض پورے ہوتے جائینگے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہوجائے گا۔
یعنی صرف میّت کی دعا لینے کیلئے پکارتا ہے اور کہتا ہے حضرت کی دعائیں شامل حال ہیں۔
پانچویں صورت: اسلئے پکارتا ہے کہ یہ بزرگ پیغمبر اللہ کا محبوب ہے ان کے ذریعے میری درخواست جلدی قبول ہوجاویگی ورنہ براہ راست میری درخواست اللہ کے دربار میں پہنچ ہی نہیں سکتی۔ یا رد کردی جائیگی۔ یا دیر سے سنی جائیگی اور اپنے محبوبوں کی بات وہ ٹالتا نہیں۔ لہٰذا میّت سے درخواست کرتا ہے کہ آپ میری سفارش فرماویں میری درخواست وہاں تک آپ پہونچا دیں۔
چھٹی صورت: پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے فریادرس ہیں۔ غوث ہیں۔ آپ میری فریادرسی فرماویں اور مشکل سے نکالیں۔ ورنہ میں تباہ ہوجاؤنگا۔
ساتویں صورت: پکارتا ہے کہ اللہ نے انہیں اجازت دے رکھی ہے۔ کہ جب بھی کوئی سائل درخواست حل کرانے میں تمہیں سنوا دیا کروں گا۔ اسکی مشکلات میرے دربار میں پیش کردیا کرو۔ ان تمام صورتوں میں سے ہر ایک صورت قرآن و حدیث کی نصوص قاطعہ کے خلاف ہے ہر ایک صورت کفر و شرک بنتی ہے اور مجموعی طور پر تمام صورتوں میں دو چیزیں تو برابر کی طور مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں۔ جو بجائے خود صریح کفر و شرک بنتی ہیں۔ ایک پکارنا یہ مافوق الاسباب ہونا دوسرا اللہ کی رحمت سے مایوس ہوکر میّت کی طرف رجوع کرنا اور اسکو پکارنا۔ عالم اسباب سے بالاتر ہوکر کسی کا کوئی کام کرنا یا عالم اسباب سے مافوق ہوکر کسی کو نداء کرنا یہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کا حق نہیں ہے۔ اور مذکورہ تمام صورتوں میں میّت کو نداء کرنا یا پکارنا یہ مافوق الاسباب ہے

۹۳ ۳

کیونکہ میت کے سننے کے ۔ پھر جواب دینے کے ۔ پھر استفادہ نشر کرنے کے اسباب موت کے بعد قطعاً ختم ہوگئے ۔ انقطاع تعلق روح عن الجسم ہوا تو انقطاع عمل وارادت بھی ہوگیا ۔ انقطاع اسباب جو ہوگیا خواہ میت پیغمبر ہو یا کوئی اور ۔ لہٰذا ایک چیز تو یہ ہوئی جو صریح کفر و شرک مبنی ہے ۔ دوسری چیز یہ کہ اپنے مالک کی رحمت سے مایوس ہوکر ہی غیر کی طرف راغب و طامع ہوا ۔ ورنہ زندہ خدا کو کریم خلق ا ۔ رب العالمین ۔ الرحمٰن الرحیم ہو آ و دمنا تو اکو چھوڑ کر مردہ بے بس بے جان کی طرف اپنا سر دو بیکار کی باگیں یا اپنے دل کی نیاز مندیاں ، التجائیں کبھی نہ موڑتا ۔

لا ییأس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون کے پیش نظر یہ بھی صریح کفر و شرک بنتا ہے ۔ پہلی صورت کو غور سے پڑھ لیں کس طرح مافوق الاسباب بھی ہے اور شرک فی العلم بھی ہے ۔ شرک فی شکل العبادت بھی ہے ۔

دوسری صورت ، مافوق الاسباب بھی ہے اور یدعوننا رغبا ورھبا ۔ وادعوہ خوفا وطمعا کانوا لنا خاشعین والی ربک فارغب کے خلاف ہو کر شرک فی العبادت بھی ہے اور کفر یاس بھی ہے ۔

تیسری صورت ، مافوق الاسباب بھی ہے ۔ شفیع قہری کا شرک بھی ہے ۔ اللہ سے مایوسی کا کفر بھی ہے ۔

چوتھی صورت ، پکار یا فوق الاسباب بھی ہے ۔ اللہ سے مایوسی بھی ہے ۔ اللہ پر افتراء و کذب بھی ہے ۔

پانچویں صورت ، مافوق الاسباب بھی ہے ۔ شرک فی الاستجابۃ والاجابۃ بھی ہے ۔ اللہ سے مایوسی بھی ہے ۔ چھٹی صورت ، صریح کفر و شرک ہے ۔ تمام صورتوں کے ساتھ ۔

ساتویں صورت ، مافوق الاسباب بھی ہے ۔ مایوسی اپنے مالک سے بھی ہے اور پھر و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ الکذب کے پیش نظر اپنے اللہ پر صریح بہتان بھی ہے ۔

اسلئے ہر ایک صورت اپنی جگہ پر کفر اور شرک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے ۔ اور ان میں سے کسی بھی صورت کا اعتقاد جازم رکھکر کوئی شخص کسی بھی میت سے خواہ میت پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر

۹۴ ۴۹

من فلان بن فلان يستشفع
بك الى ربك فاشفع له
ولجميع المسلمين بل اعتقادهم
ينبغي للزائر ان يقولوا للشيخين
جئناك متوسلين بكما الى رسول
الله ليشفع لنا ويسئل الله ربنا
ان يتقبل سعينا ويحيينا على
ملته ويميتنا عليها ويحشرنا
في زمرته لكن مع هذا
الكفر انه صريح بانه قال اولا
بحيوة الانبياء عليهم السلام في
قبورهم الحيوة المخصوصة فيه
بالعلم والشعور والادراك
والسماع للصلوة والاذان
والاقامة ثم تجاوز التوسل بهم
ثم تجاوز فقال جوازه التوسل
بالشيخين الى النبي ثم الى
الله تعالى) يلزم على علماء اشاعة
التوحيد والسنة بانهم
خالفوا اهل السنة والجماعة
ولا ينسبك ان مؤلفه هذا

یہ فلاں کی طرف سے ہے اور وہ آپ کو
سفارشی بنانا چاہتا ہے تیرے رب کی طرف
پس سفارش فرما اور تمام مسلمین کی
بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ زائر کو چاہیے کہ
وہ شیخین سے عرض کرے کہ ہم آپ کے
ذریعہ رسول اللہ صلعم کو سفارشی بنانا
چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے
کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے
اور ہمیں حالت اسلام پر زندہ رکھے اور وہ
ہمارا حشر آپ کی امت کے زمرہ
میں ہو لیکن باوجود اس کفر صریح کے
دیکھو کہ پہلے یہ کہا کہ آپ اور تمام انبیاء
اپنی قبور میں زندہ ہیں جانتے ہیں اور ادراک
اور سمع صلوٰۃ و اذان اقامت وغیرہ کا ہے
ہیں پھر ہمارے وسیلے بھی ہیں پھر تجاوز
کرکے اس سے یوں کہا کہ شیخین کے وسیلہ
نبی کی طرف پھر اللہ کی طرف
الزام دیتا ہے علماء اشاعۃ التوحید والسنۃ
والوں پر کہ وہ اہل سنت کے خلاف ہیں
وہ خود یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا اپنا
عقیدہ اور اہل پہلے مشرکین والا

٩٥ ھ

عقيدة المشركين السابقين ص٩٥ الاستشفاع والاستغاثة و النداء في الحاجات والكربات وطلب الطعام والغنائم والتوسل بهم وغيرها من البدع المذكورة في تشكيك الصدور وكتب اتباعهم ومتبوعيهم كلها من الامور الشركية ويسمى من يعتقد هذه الامور مشركا كافرا لانه انكر عن القرآن والاحاديث الصحيحة واقوال الصحابة والتابعين وجميع الائمة المجتهدين ص٩٥

عقیدہ ہے۔ سفارش کی طلب کرنا یا فریاد رسی کرانا اور حاجات و کربات میں پکارنا اور طعام و غنائم کی طلب کرنا اور ان سے توسل کرنا وغیرہ۔ جس طرح ان کی تشکیک الصدور اور ان کے بڑوں کی تصانیف اور خدام کی تصانیف میں لکھا ہوا ہے۔ سب کا سب شرک ہے۔ اور ہم تو ایسے عقیدہ رکھنے والے کو قطعاً کافر و مشرک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کا منکر ہے۔ صحابہ۔ تابعین اور مجتہدین کے اجماع کے بھی صریح خلاف ہے۔

(٨١) شیخ الاسلام الشیخ محمد بن عبد الوهاب

اذا عرفت هذا عرفت معنى لا اله الا الله وعرفت ان من دعا نبيا او ملكا او ندبه او استغاث به فقد خرج من الاسلام وهذا هو الكفر الذي قاتلهم عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم

جب تو نے یہ جان لیا تو تجھے لا الہ الا اللہ کا مطلب بھی سمجھ آگیا ہوگا اور تو یہ بھی جان گیا ہوگا کہ جو بھی پکار کرے نبی کو یا فرشتہ کو یا اس سے استغاثہ کرے تو اسلام سے نکل جاتا ہے اور یہی وہ کفر ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جہاد کرتے رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ

هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا

اِئْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ

علمائے پاکستان کے نام کھلا خط

منجانب

خدام توحید وسنت کبیر والہ شہر ضلع ملتان

النتائج

نمبر۱: جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ میت خواہ پیغمبر کی ہو یا کسی امتی کی موت کے بعد قیامت سے پہلے اس میں روح واپس لوٹائی جاتی ہے اس کی وجہ سے وہ میت دیکھتا سنتا بھی ہے۔ سلام اور التجا کا جواب بھی دیتا ہے حالانکہ وہ قبر میں مدفون بھی رہتا ہے یا اوپر سے میت اور اندر سے بالکل زندہ رہتا ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص ایسی برائی کا مرتکب ہو رہا ہے کہ جس سے کفر لازم آتا ہے اگر اس عقیدے پر اتمام حجت کے باوجود یا شبہ دور ہو جانے کے باوجود جما رہے اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس کے اس عقیدہ سے قرآن مقدس کی نص قطعی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے گی

نمبر۲۔ اس سے بھی وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا کہ اس نے حمیت جاہلی یا تقلید جامد یا تعصب گروہی کی آڑ میں نصوص قطعیہ کو سمجھنے کی کوشش تک نہیں کی حالانکہ داعیہ موجود تھا۔

نمبر۳۔ کفر کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے دین اسلام کے اصول اساسیہ اور قواعد کلیہ جن پر عالم اسباب کے نظام کا دارومدار ہے جیسے اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ ... شرع ... جاری علیہ احکام میتہ وغیرہ قواعد کو عمداً چھوڑ کر قول غیر معصوم غیر مجتہد یا قاعدہ کا سہارا بے دلیل یا غیر اللہ کی اطاعت عبادت کی حد تک کر کے اپنی زندگی کا مقصود بنا لیا

نمبر۴۔ اس عقیدے کا حامل مشرک بھی ہوگا کیونکہ اسباب نہ ہونے کے باوجود مافوق الاسباب ... پر ذات بعض میت کے سماع اور استشفاع کا بلا التزام قائل ہے حالانکہ مافوق الاسباب سننا یا زندہ رہنا یہ خاصہ خداوندی ہے

دوغلی پالیسی: ملتان میں ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ء کو جمعیت اشاعت التوحید کے علماء کا اجلاس ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا "ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے تمام علماء و مشائخ کا کتاب وسنت، ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ رحمہ اللہ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ ثابت نہیں، لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی ﷺ صرف صلوۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں، ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت و جماعت سے خارج بھی قرار نہیں دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھے، ہماری جماعت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں"۔

اس فیصلہ پر ۲۱ علماء کے دستخط ہیں۔ نمبرا پر عنایت اللہ نمبر ۶ پر عصمت اللہ (جو ہر ایک کو کہا کرتے ہیں کہ: "اباجی مولانا نور محمد صاحب رحمہ اللہ بھی سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے میں بھی قائل ہوں"۔ جب انہیں کہا جائے کہ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے تو لکھ کر دے دو، تو لکھنے سے انکار کر جاتے ہیں مگر اس فیصلہ پر جو اباجی اور اپنے عقیدے کے خلاف نظریہ ہے، دستخط کر دیئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا قرآن وحدیث پر ایمان نہیں، شاہ جی کے فیصلہ پر ایمان ہے۔) نمبر ۱۳ پر احمد سعید خان کے دستخط ہیں۔ حضرت شاہ صاحب اور احمد سعید صاحب کا عقیدہ اور فیصلہ بدلتا رہتا ہے۔ قرآن مجید وحدیث نبوی ﷺ تو نہیں بدلے ان کے فیصلے کیوں بدلتے رہتے ہیں؟

جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو یہ پہلو بدلتے ہیں

۹۹

ماہنامہ

تعلیم القرآن

راولپنڈی

مدیر
سید ابو احمد سجاد بخاری

جلد : ۲۲
شمارہ : ۱۰

محرم الحرام ۱۴۰۵ھ
مطابق
اکتوبر ۱۹۸۴ء

مدیر سے خط و کتابت کے لیے : سید ابو احمد سجاد بخاری بگل محلہ . حافظ آباد

زرِ سالانہ : ۲۰/۰۰ روپے	فی شمارہ	۲/۰۰ روپے

ملک محمد شاہ جہان مطبع نیا ... سے چھپوا کر ناشر ... شائع کیا

سماع اور قائلین سماع
کے بارے میں
ہمارا اجماعی موقف

۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد!

ہمارے شیخ حضرت علامہ سید حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء و مشائخ کا کتاب و سنت، ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہؒ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج بھی نہیں قرار دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہے ہماری جماعت جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

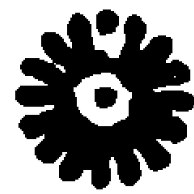
اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

۱۔ عنایت اللہ ۲۔ شمس الدین

۳۔ محمد طاہر ۴۔ احمد اللہ شاہ بخاری

۱۰۱ تفہیم القرآن راولپنڈی ۱۰

۵۔ عبدالرزاق بن مولانا حسین علی رحمہ اللہ علیہ
۶۔ عصمت اللہ
۷۔ حکیم ثنا احمد یزدانی
۸۔ احسان الحق عفی عنہ
۹۔ ضیاء اللہ جامع مسجد شاہ نفیس گیٹ گجرات
۱۰۔ محمد حسین عفی عنہ مدرس ضیاء الاسلام سرگودھا
۱۱۔ خلیل احمد
۱۲۔ عبدالحکیم عفا اللہ عنہ
۱۳ احمد سعید عفی عنہ
۱۴۔ مشتاق احمد عفا اللہ عنہ
۱۵۔ اختر محمد حسین ہزاروی
۱۶۔ عبدالستار توحیدی خطیب جامع مسجد ضیاء العلوم
۱۷۔ محمد ضیاء القادری
۱۸۔ قاضی محمد امیر میانوالی
۱۹۔ خلیل احمد خطیب جامع مسجد
۲۰۔ نور محمد عفی عنہ۔ ملتان
۲۱۔ خلیل الرحمن جامع مسجد ماڈل ٹاؤن۔ لاہور



(بقیہ از صفحہ نمبر ۲۰)

ایک ہندی ہمارے شامی وحدہ [illegible] میں تو اب سب شامی سے زیادہ
الله [illegible] متبع فقیہ ہیں اسی طرح ہمارے شیخ
مشائخنا رشید احمد الشیوخ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ
الگنگوہی قدس سرہ اللہ میرے نزدیک شامی سے بڑھ کر
ہندی من الشامی۔ فقیہ ہیں۔

ے ملاحظہ ہو فیض الباری [illegible]

حوالے کے لئے دیکھئے: (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۷۴ء ص ۱۷ تا ۱۸ اور نومبر ۱۹۷۵ء ص ۳۹)

ایک اور فیصلہ بھی اس جمعیت کا ملاحظہ کریں۔ شب ۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ/۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ امابعد!

مجلس مقننہ جماعت اشاعت التوحید والسنہ پاکستان کا فیصلہ

۱...... ملتان میں جماعت کی مجلس شوری منعقدہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں طے شدہ متفقہ فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے مندرجہ امور کی وضاحت کی گئی۔

۲...... الف: جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔

ب:...... سماع موتی عند القبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے۔

ج:...... سماع موتی عند القبور کے قائلین میں سے کوئی بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا

د:...... سماع موتی عند القبور کے قائلین کو کافر کہنے والا بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں رہ سکتا۔

استشفاع: ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں، بدعت قبیحہ مستحدثہ اور ذریعہ شرک ہے۔ مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنہ کا متفقہ فیصلہ نام کے متعلق حضرت الامیر مولانا محمد طاہر صاحب کی تجویز پر فیصلہ کیا گیا کہ ہماری جماعت کا نام صرف اشاعت التوحید والسنہ پاکستان ہوگا۔ جس کے دو شعبے ہوں گے ایک شعبہ کا نام "جمعیت اشاعت التوحید والسنہ" ہوگا دوسرے شعبہ کا نام "جماعت اشاعت التوحید والسنہ" ہوگا۔

عنایت اللہ، احقر محمد طاہر عفی اللہ عنہ، سجاد بخاری، عارف طاہری، احقر عبد اللہ غفرلہ، بدیع الزمان، فضل حق، میر سمیع الحق، احسان الحق عفی اللہ، ضیاء الحق، محمد حسین غفرلہ، عصمت اللہ۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۷۵ء ص ۴۰)

عاشقان رسول اللہ ﷺ کے لئے خوشخبری

علامہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: خاص کر جب فرشتے پوچھتے ہیں: "ماتقول فی حق ھذا الرجل" تو عالم برزخ میں نبی اکرم ﷺ کے معصوم چہرۂ انور کی طرف دیکھتے ہی اہل ایمان عاشق رسول بے ہوش ہو جاتے ہیں اور پھر دیدار الٰہی ہونے کے بعد اور بھی بے خود ہو جاتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۳)

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۷۵ء ص:۴۰)

عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خوشخبری:

علامہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

خاص کر جب فرشتے پوچھتے ہیں: "ماتقول فی حق هذا الرجل" تو عالم برزخ میں نبی اکرم ﷺ کے معصوم چہرۂ انور کی طرف دیکھتے ہی اہل ایمان عاشق رسول بے ہوش ہو جاتے ہیں اور پھر دیدار الٰہی ہونے کے بعد اور بھی بے خود ہو جاتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص:۳۷۲)

۱۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

مدیر: سید ابو احمد سجاد بخاری



جلد: ۲۳

شمارہ: ۱۰

صفر المظفر ۱۴۰۶ھ مطابق نومبر ۱۹۸۵ء

مدیر مسئول: سید ابو احمد سجاد بخاری [illegible]

زر سالانہ: ۲۰/۰۰ روپے ——— فی شمارہ: ۲/۰۰ روپے

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ

ملتان کے اجلاس کا فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدی

اما بعد! ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام علماء و مشایخ کا کتاب و سنت ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہؒ کی روشنی میں اپنا مسلک تو یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں لیکن جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم ان کو اہلِ سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں قرار دیتے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھے ہماری جماعت جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح جو لوگ سماع اموات عند القبور کے قائل ہیں ان کا بھی ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

عنایت اللہ — شمس الدین — عبدالغنی
احقر الورٰی سجاد بخاری — عبدالرزاق ابن حضرت مولانا حسین علیؒ — حکیم نور احمد یزدانی
احسان الحق عفی عنہ — محمد حسین غفرلہٗ مدرس ضیاء العلوم سرگودھا — خلیل احمد
احمد سعید عفی عنہ — ضیاء اللہ شاہ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات — عبدالحکیم عفی اللہ عنہ
احقر محمد حسین ہزاروی — قاضی محمد امیر میانوالی — عبدالستار عفی عنہ حیدری راولپنڈی
محمد ضیاء القاسمی — مشتاق احمد عفی عنہ — خلیل الرحمٰن جامع مسجد ماڈل ٹاؤن
نعیل احمد خطیب جامع مسجد بہاولپور — محمد عفی عنہ ملتان — لاہور

۱۰۶ تعلیم القرآن راولپنڈی ۴۰ نومبر ۱۹۸۵ء

شب ۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ ۰ ۱ اکتوبر ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

مجلس مُقننہ جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

۱ ملتان میں جماعت کی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ میں طے شدہ متفقہ فیصلہ کی تشریح کرتے ہوئے مندرجہ امور کی وضاحت کی گئی۔

۲ الف۔ جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا مسلک عدم سماع موتیٰ ہے۔

ب۔ سماع موتیٰ عند القبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے

ج۔ سماع موتیٰ عند القبور کے قائلین میں سے کوئی بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔

د۔ سماع موتیٰ عند القبور کے قائلین کو کافر کہنے والا بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں رہ سکتا۔

استشفاع

ہماری جماعت کے نزدیک کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر جاکر یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کریں بدعت قبیحہ مستحدثہ اور ذریعۂ شرک ہے۔ مجلس مُقننہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کا متفقہ فیصلہ

نام کے متعلق حضرت الامیر مولانا محمد طاہر صاحب کی تجویز پر فیصلہ کیا گیا کہ ہماری جماعت کا نام صرف اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان ہوگا۔

جس کے دو شعبے ہوں گے ایک شعبہ کا نام جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ہوگا دوسرے شعبہ کا نام جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ہوگا۔

عنایت اللہ۔ احقر محمد طاہر عفی اللہ عنہ۔ سجاد بخاری۔ عارف طاہری۔ احقر عبداللہ غفرلہٗ۔ بدیع الزمان۔ فضل حق

میر سمیع الحق۔ احسان الحق عفی اللہ۔ ضیاء الحق۔ محمد حسین غفرلہٗ عصمت اللہ

ان دونوں متفقہ فیصلہ سے ثابت ہوا کہ سماع موتی کے قائلین مسلمان ہیں اور ظاہر بات ہے کہ بحکم حدیث شریف مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر بن جاتا ہے اور بے شمار مسلمانوں کو کافر کہنے والا تو یقیناً کافر ہوگا۔ اس لئے ایسا شخص ''جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کا رکن نہیں بن سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر'' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کے راہنما خود ہی سماع موتی کے قائلین کو کافر قرار دیں اور اپنے فیصلہ کے مطابق خود ہی گمراہ ہوجائیں تو کیا پھر بھی وہ اشاعت التوحید والسنہ کے سربراہ اور راہنما رہیں گے یا نہیں۔؟ یہ عجیب معاملہ ہے کہ جب یہ جماعت حیات النبی ﷺ جسمانی اور سماع صلوۃ وسلام عندالقبر الشریف کے قائل تھی، اس وقت بھی وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ تھی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے افراد دیوبندی مسلک سے اپنے آپ کو منسلک کرتے تھے۔ جب اس جماعت نے حیات النبی ﷺ کے جسمانی ہونے اور سماع صلوۃ وسلام عندالقبر الشریف کا انکار کیا لیکن اس عقیدہ کے حاملین کو اہل سنت والجماعت کہا اس وقت بھی اس کا نام وہی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ ہے، اس سے تعلق رکھنے والے افراد پھر بھی اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ اسی طرح جب اس جماعت کے راہنماؤں نے سماع موتی کے قائلین کو کافر کہا تب بھی اس جماعت کا نام جمعیت اشاعت التوحید والسنہ ہے، پھر بھی یہ ظالم اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں حالانکہ فیصلہ میں خود کہا ہے کہ ایسا شخص جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ جب رکن نہیں بن سکتا تو جو بنے ہوئے ہیں وہ کون ہوں گے۔؟ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ ایک شخص پہلے موحد متبع اسلام تھا اس نے ایک جماعت'' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' کے نام بنائی۔ اس وقت وہ اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا تھا پھر اس نے عقائد اہل بدعت قبول کر لئے تب بھی وہ اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا ہے، اور اپنی جماعت کو'' جمعیت اہل سنت'' کہلاتا ہے، کیا ایسے دھوکے باز، فتنہ پرور، کافر اور مرتد شخص کو مسلمان سنی مسلمان کہہ سکتے ہیں۔؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ان حضرات کو بھی چاہئے کہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے نام بجائے'' جمعیت اشاعت التوہین والفتنہ'' اپنی جماعت کا نام رکھیں کیونکہ اب یہ'' جمعیت اشاعت التوحید والسنہ'' نہیں رہی، کیونکہ ایک جماعت کا عقیدہ بار بار نہیں بدلا کرتا۔ فلہٰذا اپنے آپ کو دیوبندی کہلا کر مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ ڈالیں اور اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کا نام لے کر اپنی تقریروں اور تحریروں میں رحمہ اللہ نہ کہیں اور نہ لکھیں ورنہ آپ خود کافر ہوجائیں گے۔ کیونکہ ان کے عقائد آپ کے نزدیک کفر یہ ہیں۔ ان ''اشاعت التوھین و الفتنہ'' والوں کو اپنا ایمان ثابت کرنا بھی محال ہوجائے گا۔

<u>ایک بہت بڑا فراڈ:</u> مماتی گروہ کا ایک بہت بڑا فریب یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہلاتے ہیں اور ہمیں بناسپتی دیوبندی کہتے ہیں۔ چنانچہ ابن الہدی صاحب لکھتے ہیں: ''جہاں تک مولانا ضیاء القاسمی اور ان کے احباب کا تعلق ہے انہیں علمائے دیوبند سے نسبت ہی کیا ہے''۔؟ (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات ص۵ ۳ محرم، صفر ۱۴۱۰ھ اگست، ستمبر ۱۹۷۹ء)

اس سے پہلے لکھا:'' رہا اشاعت التوحید والسنہ سے علمائے دیوبند کا اختلاف، تو یہ وضاحت درکار ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو اشاعت التوحید والسنہ کے بانی حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے اختلاف تھا یا مفتیٔ ہند مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کو۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا مسلک اشاعت التوحید والسنہ کے مسلک سے مختلف تھا یا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا۔؟ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (نغمہ توحید ص۵ ۱۳ ایضاً)

<u>الجواب:</u> اشاعت التوحید والسنہ کا بانی حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۴ء) کو قرار دینا، بہت بڑا جھوٹ اور فراڈ ہے۔ بلکہ اس جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے بانی شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ

خان صاحب ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کا پہلے اجراء کیا اور پہلا پرچہ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق نومبر ۱۹۵۷ء کو معرض وجود میں آیا۔ اور اسی ماہ نومبر میں جمعیت کا قیام ہوا ہے۔ چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جنوری ۱۹۵۸ء کے ص ۱۴) میں جلی قلم سے یہ عنوان تحریر ہے۔ ''جمعیت اشاعت توحید وسنت پاکستان کا قیام''۔ آگے تحریر ہے:

(راولپنڈی ۲۹ نومبر ۱۹۵۷ء) آج یہاں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن کی دعوت پر پاکستان کے مختلف علاقوں کے علمائے کرام کا اجلاس روز جمعرات آٹھ بجے رات زیر صدارت حضرت مولانا محمد صادق صاحب سجادہ نشین واں بھچراں میانوالی منعقد ہوا شریک ہونے والے علماء کرام کے نام حسب ذیل ہیں۔

۴۵ علمائے کرام کے نام تحریر ہیں۔ نمبر ۱۳ پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب گوجرانوالہ، نمبر ۲۹ پر مولانا محمد طاہر صاحب مردان، نمبر ۳۲ پر حضرت مولانا محمد مسکین صاحب راولپنڈی (جواب راولپنڈی میں غیر مقلد ہوکر ان کے شیخ الحدیث بنے ہوئے ہیں) نمبر ۳۵ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات، نمبر ۳۷ پر حضرت مولانا نذیر اللہ صاحب گجرات، نمبر ۴۲ پر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ، نمبر ۴۴ پر ابوالزاہد مولانا محمد سرفراز خان صاحب گوجرانوالہ۔

یہ جمعیت اشاعت توحید وسنت پاکستان ۱۹۵۷ء میں بن رہی ہے جبکہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ ۱۴ سال پہلے فوت ہوچکے تھے اور اسی ماہنامہ کے ص ۴۲ میں تحریر ہے: ''اس اجتماع میں توحید وسنت کی ہمہ گیر اشاعت کے لئے باقاعدہ ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا جس کا نام اتفاق رائے سے ''جمعیت اشاعت توحید وسنت'' رکھا گیا (جو بعد میں خود بخود جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے نام سے مشہور ہوگیا) اس کے چار اجلاس ہوئے جن میں درج ذیل کارروائی عمل میں لائی گئی۔ سات علماء کرام پر مشتمل ایک سب کمیٹی جمعیت کے اغراض ومقاصد مرتب کرنے کے لئے مقرر کی گئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب (۲) قاضی شمس الدین صاحب (۳) قاضی نور محمد صاحب (۴) مولانا محمد طاہر صاحب (۵) مولانا محمد سرفراز خان صاحب (۶) مولانا عبدالستار صاحب (۷) نور احمد صاحب۔

اس کمیٹی نے جمعیت کے دوسرے اجلاس میں جماعت کے اغراض ومقاصد مرتب کرکے پیش کردیئے۔ کمیٹی نے جمعیت کا دستور مرتب کیا۔ ۱۳۶ افراد پر مشتمل ایک مرکزی مجلس شوری مقرر کی گئی جن کے نام یہ ہیں۔

ان حضرات میں حضرت مولانا نذیر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ گجرات اور حضرت شیخ معظم استاذ مکرم مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ آگے تحریر ہے: اجلاس میں جماعت کے چار سرپرست مقرر کئے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی

(۲) حضرت مولانا محمد صادق صاحب سجادہ نشین واں بھچراں میانوالی

(۳) حضرت مولانا محمد ولی اللہ صاحب انہی والے تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

(۴) حضرت مولانا شیخ الحدیث سلطان محمود صاحب سابق صدر مدرس فتح پوری دہلی حال کوٹھیالہ شیخاں گجرات۔

حسب ذیل عہدیداران پر مشتمل مجلس عاملہ منتخب کی گئی۔

(۱) قاضی نور محمد صاحب گوجرانوالہ امیر اعلیٰ جمعیت اشاعت توحید وسنت پاکستان

(۲) حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری۔ مرکزی نائب امیر اعلیٰ جمعیت

(۳) حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی مرکزی ناظم اعلیٰ

اور پھر اسی ماہنامہ میں دستور کے تحت ص ۴۴ میں تحریر ہے: ''اہل سنت والجماعت کے مسائل کو حق سمجھتے ہوئے فقہی مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پیروی کرنا اور ان کی ترویج دینا۔ حتی الامکان سلف صالحین کے مسلک پر عوام کو چلنے کی دعوت دینا۔ ان کے ادب و احترام کی تلقین کرنا''۔ (یہ ہے جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کی کہانی خود ان کی زبانی)۔ مگر شرم تم کو نہیں آتی۔

حضرت شاہ صاحب گجراتی نے اپنی خصوصی توجہ سے جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کو دفن کر دیا ہے۔ اب اس جماعت کو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کہنا ایسا ہے جیسے رات کو دن کہا جائے۔

نہند نام زنگی کافور

حضرت شیخ القرآن کی وصیت

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم، شاہ صاحب گجراتی اور چند نوجوان چھوکروں کے تشدد سے سخت پریشان تھے۔ اس لئے بڑے درد بھرے لہجہ میں فرمایا کرتے تھے کہ ''اپنے اکابر علمائے دیوبند کے نظریہ وتحقیق پر قائم رہنا، اگر ان کی تحقیق کے خلاف کسی کا نظریہ ہو تو اس کو چھوڑ دینا، اگر تمہیں غلام اللہ اور عنایت اللہ بھی چھوڑنا پڑے، بالکل چھوڑ دینا، مگر اپنے اکابر علماء دیوبند کے نظریات کو قطعاً نہ چھوڑنا۔ کیونکہ ان حضرات کی دیانت، شرافت، امانت، شجاعت، تقویٰ، اخلاص اور علمی تحقیق کا مقابلہ بعد میں آنے والے نہیں کر سکتے''۔

پھر ان نوجوان چھوکروں کے متعلق فرمایا کرتے تھے ''کیا کریں ہم نے مشرک لوگوں کے خلاف ان نوجوانوں میں پھونک زیادہ بھر دی ہے۔ ہمیں یہ وہم وخیال ہی نہیں تھا کہ یہ اکابر علمائے دیوبند کے بھی بے ادب اور گستاخ بن جائیں گے۔ اب ان کی اور ہماری مثال یوں ہے کہ یہ نوجوان مکان کی چھت پر چڑھے ہوئے ہیں، اور ہم زمین پر کھڑے ہیں، ہم ان کو کہتے ہیں کہ نیچے اتر آؤ، یہ نوجوان کہتے ہیں کہ حضرت آپ نے ہمارے اندر پھونک زیادہ بھر دی ہے، ہم مجبور ہیں، نیچے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ اس سے بھی زیادہ اوپر کو چڑھ سکتے ہیں''۔

حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''سلف صالحین پر تنقید کا جو سلسلہ چل نکلا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس میں فائدہ کے بجائے نقصان کا زیادہ خطرہ ہے۔ قرآن مقدس اور حدیث مقدس کو سمجھنے کے لئے سلف کو مشعل راہ بنایا جائے نہ کہ ''ھم رجال ونحن رجال'' کہہ کر جو مرضی میں آئے، سمجھ لیا جائے اور اس پر عمل کر ڈالا جائے۔ دین میں سمجھ پیدا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، جو لوگوں کی رہنمائی کرے اس کے لئے تو اور زیادہ ضروری ہے۔ لیکن یہ نہیں کہ اپنی سمجھ کو سلف پر ترجیح دے۔ سلف کی تحقیقات کے لئے نئے دلائل قرآن وحدیث سے تلاش کرنا تو بہتر خدمت ہے لیکن احادیث اور قرآن سے مسائل محققہ کے خلاف دلائل تلاش کرنا اور ان کے خلاف چل نکلنا موجب خسران ہے''۔ والسلام قاضی نور محمد عفی عنہ (اقامۃ البرہان ص ۱۱۶ بحوالہ ماہنامہ: تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۵۴ نومبر ۱۹۶۲ء وصیت حضرت قاضی صاحب)

<u>حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ</u>: حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ ''حیات انبیاء علیہم السلام

و سماع صلوۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام'' کے قائل تھے۔انہوں نے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا۔ یہ تو ایک اہل السنہ والجماعۃ کا متفقہ حق مسئلہ ہے''۔مسکین نصیر الدین غورغشتوی (مقام حیات ص ۲۷۰ مطبوعہ ۱۳۸۰ھ)

حضرت مولانا غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کا بیان گزشتہ اوراق میں مفصل طور پر گزر چکا ہے حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔اور جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے بھی سرپرست تھے۔

۲:...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''صلی اللہ تعالی علی صاحب الشریعة بعدد ما فی علم اللہ صلوۃ دائمة بدوام ملک اللہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ عشر مرات'' جو شخص درود بکثرت پڑھے اور عقیدہ شرکی رکھے اور امیدوار اس امر کا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں اس پر درود بھیجتے ہیں، غلط ہے ما کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالْمُؤمِنِینَ(صحیح وَالَّذِینَ اٰمَنُوا ہے۔ ڈیروی) '' اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی'' ان امور کے لئے شرک نہ کرنا شرط ہے۔ (بلغۃ الحیران ص ۵۱)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مشرک کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو درود کا جواب دیتے ہیں اور نہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں البتہ مؤمن کے لئے درود کا جواب بھی مرحمت کرتے ہیں اور مغفرت کی دعاء بھی کرتے ہیں۔

۳:...... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری تصنیف (تحریرات حدیث کے صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۱) میں حیات انبیاء علیہم السلام وسماع سے متعلق چند احادیث نبویہ تحریر کی ہیں، جن میں حدیث ''من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ'' (جو شخص میری قبر کے نزدیک درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں) بھی مذکور ہے اور بغیر کسی جرح وقدح کے آپ نے ان حدیثوں کو روایت کیا ہے۔

۴:...... نیز تحریر فرماتے ہیں: وروی البیھقی وابن ابی شیبۃ ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ! استسق لامتک فانھم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام واخبرہ انھم یسقون۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۵) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں پس بے شک وہ ہلاک ہو چکی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ان سے ملے اور خبر دی کہ بارش ان پر برسائی جائے گی۔

۵:...... نیز لکھتے ہیں: قال العلامۃ ابن حجر فی الجوھر المنظم روی بعض الحفاظ عن ابی سعید السمعانی انہ رویعن علی رضی اللہ عنہ انھم بعد دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء اعرابی فقال یا رسول اللہ! جئتک تستغفر لی الی ربی فنودی من القبر قد غفر لک واتت صفیۃ عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ الا یا رسول اللہ! انت رجائنا وکنت بنا برا ولم تک جانیا وسمع الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم ولم ینکرھا احد۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۶) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الجوہر المنظم میں فرمایا: کہ بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید سمعانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا تو اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے بعد آئی اور کہا کہ آپ یا رسول اللہ! ہماری امید تھے ہمارے ساتھ احسان کرنے والے تھے اور سختی

کرنے والے نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات سنی اور کسی نے انکار نہ کیا۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعات نقل کر کے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

نوٹ: یہ کتاب ''تحریرات حدیث'' حضرت مرحوم کی آخری تصنیف ہے۔ اس کے ٹائٹل پر ۱۳۶۲ھ ۹ رشعبان المعظم/ ۱۲ راگست ۱۹۴۳ء لکھا ہوا ہے۔ ملنے کا پتہ: الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں بھچراں ضلع میانوالی۔ یعنی یہ کتاب حضرت مرحوم خود تقسیم کرتے رہے اور اس کتاب کے چھپ جانے کے بعد حضرت مرحوم کی وفات ہوئی یعنی تقریباً گیارہ ماہ بعد رجب ۱۳۶۳ھ۔ دیکھئے (تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۵ء)

اس کتاب ''تحریرات حدیث'' سے پہلے کی کسی تصنیف میں حضرت مرحوم نے ان روایتوں پر کوئی جرح کی ہو، تو قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ دارومدار آخری قول وعمل پر ہوتا ہے۔

عام اموات کے بارے میں حضرت شیخ مرحوم کا نظریہ

ونؤمن بان المیت یعرف من یزورہ اذا اتاہ واکدہ یوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس۔ (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ میت بے شک جانتا ہے اس شخص کو جو اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے بالخصوص جمعہ کے دن صبح صادق کے بعد اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔

حضرت شاہ صاحب گجراتی کے دیگر اساتذہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو: علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وعن سعید بن المسیب عند الدارمی فی مسندہ ان یزید لما احل حرم اللہ المدینة وجعل یسفک فیھا دماء المسلمین القیت نفسی فی المسجد النبوی کانی مجنون ومابی من جنون ولکن اردت منه الاتقاء عن شر یزید فکنت اسمع یومئذ صوت الاذان من الروضة المطھرة وعد ذلک من مناقب سعید وقد مر منی مافی القبور من الاحوال فتذکرہ۔ (فیض الباری ج۴ ص ۲۴۵) اور حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مسند دارمی میں مذکور ہے کہ یزید نے مدینہ منورہ میں جنگ وقتال حلال قرار دیا اور مسلمانوں کا خون بہانا شروع کر دیا تو حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں دیوانہ آدمی کی طرح گرا پڑا رہا حالانکہ میں دیوانہ نہ تھا لیکن یزید کے شر سے بچنے کیلئے میں نے ایسا کیا تو میں اس دن آذان کی آواز روضہ مطہرہ سے خود سنتا تھا۔ یہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں شمار کیا گیا ہے اور قبروں کے حالات کے بارے میں میں نے پہلے ذکر کر دیا ہے اس کو ذہن میں رکھو۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات پر انبیاء علیہم السلام کی حیات اور سماع کے متعلق وارد ہونی والی حدیثوں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ مثلاً حدیث ''الأنبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں) کے متعلق فرماتے ہیں: ''وفی البیھقی عن انس رضی اللہ عنہ وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس''۔ (فیض الباری ج۲ ص ۶۴) اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد: ۶ میں بیہقی کی موافقت کرتے ہوئے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور حدیث ''مامن احد یسلم علی الا رد اللہ الی روحی فارد علیه السلام'' (نہیں کوئی شخص جو میرے اوپر سلام کرے مگر اللہ تعالیٰ میرے روح کو لوٹا دیتا ہے پس میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''رد روح کا یہ معنی نہیں کہ قبر مبارک میں آپ کو بار بار زندہ کیا جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رحمت الٰہی میں

جو آپ کی توجہ مستغرق ہوتی ہے ادھر سے جانب جواب سلام کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے پھر آپ سلام کا جواب دیتے ہیں''۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۵ و ج ۲ ص ۱۴۵) اور اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں "ورواته ثقات" (اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں) (تحیۃ الاسلام ص ۵۲)

اور اس حدیث "ان الله عز و جل حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء" (بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم مبارک کو کھا سکے) کے متعلق فرماتے ہیں: "فانه صح عنه ﷺ" (پس بے شک یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے صحیح اور ثابت ہے"۔ (خزائن الاسرار ص ۱۹، بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۰۲)

اور حدیث "کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے...... اور میری قبر مبارک کے پاس آئیں گے اور یہاں تک کہ میرے اوپر سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا"۔ اس حدیث کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "التصريح بما تواتر في نزول المسيح" کے بالکل آخر میں بلا جرح وقدح کے ذکر فرمایا ہے۔

بہر حال انبیاء علیہم السلام کا مقام تو بہت بلند ہے ان کی حیات وسماع میں تو کوئی مسلمان شک ہی نہیں کر سکتا۔

حضرت شاہ صاحب (کشمیری رحمہ اللہ) کا عام اموات کے بارے میں نظریہ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أقول والاحاديث في سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفي حديث صححه ابو عمرو ان احدا اذا سلم على الميت فانه يرد عليه ويعرفه ان كان يعرفه في الدنيا۔ (فيض الباري: ج ۲ ص ۴۶۷) میں (علامہ محمد انور شاہ رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ احادیث نبویہ مردوں کے سننے کے بارے میں تواتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں اور ایک حدیث جس کو ابو عمرو ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ جب کوئی ایک شخص مردہ پر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچان جاتا ہے اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا۔

نیز حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قوله السلام عليكم الخ ظاهر حديث الباب وغيره من كثير من الاحاديث يدل على سماع الموتى واشتهر على السنة الناس ان الموتى ليس لهم سماع عند ابي حنيفة رحمہ اللہ وصنف ملا علي القاري رحمہ اللہ رسالة وذكر فيها ان المشهور ليس له اصل من الائمة اصلا بل اخذ هذا من مسئلة في باب الايمان انه اذا حلف انه لا يتكلم مع فلان فمات الرجل فتكلم معه على قبره ميتا لايحنث اقول ان وجه عدم الحنث ان مبنى الايمان على العرف واهل العرف لا يعلمون ان الموتى تسمع والمحقق ان ابا حنيفة رحمہ اللہ لا ينكر سمع الاموات وان خالف ابن الهمام وقال ان الموتى لا تسمع وان ذخيرة الحديث تدل على سمع الموتى وقال الشيخ ان الموتى لاتسمع ويستثنى منه قرع النعال والسلام عليكم أقول لو قلنا بسمع الموتى لا اشكال فانه ثبت بقدر مشترك تواترا في الحديث۔ (العرف الشذي مع الترمذي ج ۱ ص ۲۰۲) حدیث شریف میں جو سلام وارد ہوا ہے بظاہر یہ حدیث اور دیگر بہت سی احادیث سماع موتی ثابت کرتی ہیں اور لوگوں کی زبان پر مشہور ہو گیا ہے کہ مردے نہیں سنتے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس قول مشہور کا ہمارے ائمہ حنفیہ رحمہ اللہ سے کوئی اصل ثابت نہیں (یہ مشہور جھوٹی بات) دراصل مسئلہ ایمان سے ماخوذ ہے کہ کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ فلاں آدمی سے کلام نہیں کرے گا وہ آدمی مر گیا پس اس نے اس کی قبر پر جا کر کلام کی تو حانث نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور عرف والے نہیں جانتے کہ مردے سنتے ہیں۔ تحقیقی اور سچی بات یہ ہے کہ امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مردوں کے سماع کے منکر نہیں ہیں اگر چہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے حالانکہ حدیث شریف کا ذخیرہ سماع موتی کو ثابت کرتا ہے اور شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع موتی کا بالکل منکر نہیں بلکہ وہ بعض مقامات کو مستثنیٰ کرتے ہوئے سماع موتی کا اقرار کرتے ہے مثلاً حدیث ''قرع النعال'' یعنی جب مردہ کو دفن کر کے لوگ واپس جاتے ہیں تو ان کی جوتیوں کی آواز قبر میں سنتا ہے۔ (بخاری ومسلم) اور مثلاً ''السلام علیکم'' (یعنی جب زیارت کرنے والا قبر پر سلام کرتا ہے تو مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے) میں (علامہ محمد انور شاہ) کہتا ہوں کہ اگر ہم سماع موتی کا قول کریں تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ قدر مشترک کے طور پر یہ متواتر حدیثوں سے ثابت ہے۔

نوٹ:......حضرت حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل ہیں، چنانچہ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۴ تا ۹۷) ملاحظہ کریں۔ اس کی تفصیل راقم الحروف نے (قہر حق بر صاحب ندائے حق ج ۱ ص ۲۵۲ تا ص ۲۵۷) میں کر دی ہے۔ فراجع الیہ اس لئے نیلوی صاحب نے فتویٰ لگایا تھا کہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے۔ پس اس کی موافقت درست نہیں۔ (شفاء الصدور مترجم: اردو ص ۶۸ وقہر حق ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت شاہ صاحب گجراتی کے استاد محترم علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں: فان العذاب کما انہ متحقق کذلک السماع ایضا متحقق فلا یغتر بامثال ھذہ النصوص فان لھا وجوھا ومعانی (فیض الباری: ج ۳ ص ۳۱۹) پس تحقیق جس طرح عذاب قبر ثابت ہے اسی طرح سماع موتی بھی ثابت ہے پس قرآنی آیات سے دھوکہ نہ لگے کیونکہ ان آیات کے مطالب اور مقاصد اور ہیں۔

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں تنبیہ کی ہے کہ قرآنی آیات کے ظاہر سے جو نفی سماع کی معلوم ہوتی ہے دراصل یہ دھوکہ لگ جاتا ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ آیات قرآنیہ کے مقاصد ومطالب اور ہیں۔ مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اس دھوکے میں ایسے پڑے کہ ان آیات سے انہوں نے مسلمانوں کی تکفیر شروع کر دی جو سماع موتی کے قائل ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ شاہ گجراتی کے نزدیک ان کے استاد مکرم علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی غیر مسلم ہوئے (نعوذ باللہ من سوء الفھم) شاہ صاحب گجراتی گویا اپنے زمانے کے دوسرے احمد رضا خان ثابت ہوئے جس نے تمام مسلمانوں کی تکفیر کی ہے۔ (تشابھت قلوبھما)

لطیفہ:......حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وفی فتح القدیر عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ان الزائر یستقبل القبر ویستدبر القبلۃ ویتآمن لیراہ المیت سھلا۔ (العرف الشذی مع الترمذی: ج ۱ ص ۲۰۲) اور فتح القدیر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ زیارت کرنے والا قبر کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی پشت کرے اور کچھ دائیں جانب (پاؤں کی طرف) ہو جائے تاکہ میت اس کو آسانی کے ساتھ دیکھ سکے۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقریر ترمذی جو ''العرف الشذی'' کے نام سے مشہور ہے اس کے مرتب ومؤلف مولانا محمد چراغ المتوفی (۱۴۰۹ھ) تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب گجراتی کے زیر سرپرستی جو رسالہ ''الصراط المستقیم'' شائع ہوا ہے اس کے (ص ۴۵ اور ۴۸) میں ہے:

حضرت مولانا محمد چراغ چل بسے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد چراغ طویل علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے تھے اور محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد

انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔انہوں نے علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دروس ترمذی کو "العرف الشذی" کے نام سے جمع کیا جو علمائے کرام کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔مولانا محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ جماعت اسلامی سے وابستہ تھے اس لئے عام علماء کا ان سے رابطہ نہیں تھا، تاہم اہل اللہ (عنایت اللہ گجراتی) انہیں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور مولانا مرحوم بھی علمائے حق کے قدردان تھے۔مولانا محمد چراغ مرحوم کی نماز خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہ نے پڑھائی۔دیکھئے (الصراط المستقیم شمارہ نمبر ۲۳ / ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ)

مردہ قبر میں پڑا ہوا پاؤں کی جانب آنے والے کو آسانی سے دیکھ لیتا ہے کیا ایسے عقیدہ رکھنے والا اور اس کو بیان کرنے والا حضرت شاہ صاحب گجراتی کے ہاں کافر ہے یا نہیں۔؟ اگر کافر ہے تو علامہ محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد چراغ صاحب بھی کافر ہیں یا نہیں۔؟ اگر کافر ہیں تو کافر کی نماز جنازہ پڑھانے والا خطیب گجرات بھی اپنے فتوی کے لحاظ سے کافر ہوگا یا نہیں۔؟ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے شخص کو محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے القاب دینے والا شخص کافر ہوگا یا نہیں۔؟ اسی طرح حضرت شاہ صاحب گجراتی کا خود یہ کہنا "امام المحدثین حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (الصراط المستقیم شمارہ: ۲۴ ص ۴۲) کفر ہوگا یا نہیں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حضرت شاہ صاحب کی وصیت

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ بہاولپور کے متعلق اپنے بعض تلامذہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میری وفات ہوجائے اور اس مقدمہ میں مرزا اور اس کے متبعین کو کافر تسلیم کرلیا جائے تو فیصلہ کی اطلاع میری روح کی تسکین کی خاطر میری قبر پر آکر دیا جائے۔ (نقش دوم سوانح علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ از انظر شاہ مسعودی ص ۱۹۰)

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ صاحب گجراتی کے استاد تھے۔دیکھئے

(سوانح عمری حضرت عنایت اللہ شاہ بخاری، مصنف علامہ عنایت اللہ گجرات، شوکت بکڈپو شوکت بازار گجرات، ص ۲۲ و ۲۴)

دوسرے استاد حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

اسی سوانح مذکورہ کے (ص ۲۱) میں ہے: "حضرت شاہ (گجراتی)......سیدھے سورت پہنچے جہاں مدرسہ محمدیہ راندھیر میں داخلہ لیا......اور دوسرے سال دورۂ حدیث میں شریک ہوئے۔ جہاں نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی حضرت مولانا سید مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مفتی اعظم ہیں"۔ نیز دیکھئے (سوانح مذکورہ ص ۲۴) حضرت مفتی مہدی حسن صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہوکر جو سلام کرتا اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے، غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔خراب عقیدے والا ہے۔اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔......تین حدیثیں نقل کردی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار

کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔

کتبہ، السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۶ ۷ / ۱۳ / ۵

یہ مکمل فتوی (تسکین الصدور طبع دوم ص ۱۴۱ تا ۴۲) اور (مقام حیات ص ۲۶۷ مطبوعہ ۱۳۸۰ھ) میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا محمد رسول خان رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور اور مفتی جمیل احمد تھانوی اور مولانا محمد ضیاء الحق مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کی تصدیقات بھی اس پر موجود ہیں۔ (تسکین ص ۴۲)

شاہ صاحب گجراتی کے اس استاد مفتی مہدی حسن، مفتی اعظم دار العلوم دیوبند، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ مطہرہ میں حیات بجسدہ نہ تسلیم کرنے والے اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے نہ ماننے والے کو بدعتی، خراب عقیدہ والا اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

شاہ صاحب کے تیسرے استاد حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا عقیدہ

سوانح نگار لکھتے ہیں: ''پھر (شاہ صاحب نے) دہلی جا کر کچھ عرصہ فقہ کے امام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم کی خدمت میں گزارا اور آپ سے ترمذی شریف پڑھی۔ (سوانح عمری ص ۲۰ نیز دیکھئے ص ۲۴)

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

۱...... ''انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی) حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتوی احقر (سجاد بخاری) کے پاس موجود ہے۔ حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

۲...... حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ج ۴ ص ۶۲) (مضمون مولانا سجاد بخاری کا ہے حضرت شاہ صاحب گجراتی کے رسالہ (صراط مستقیم خصوصی نمبر رجب ۱۴۰۸ھ مارچ ۱۹۸۸ء کے ص ۸۰و۸۱) سے یہ حوالے پیش کئے گئے ہیں)

تبصرہ: مذکورہ بالا تحریر سے، جس کو مولانا سجاد بخاری نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے، کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

۱...... سجاد بخاری صاحب کے پاس حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے جس میں عام مردوں کے سماع کا انکار کیا گیا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا گیا ہے، یہ فتوی حضرت شاہ صاحب گجراتی اور اس کے مریدین کے لئے موت کے پیغام سے کم نہیں کیونکہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے سماع کے منکر ہیں، کبھی اس عقیدہ کو یہودیت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی نرمی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو نہیں مانتے۔ لیکن اس عقیدے کا قائل اہل السنہ میں سے ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتوی سجاد بخاری صاحب نے (اقامۃ البرہان: ص ۸۹ و ۲۱۳) میں بھی تحریر کیا ہے۔ (ص ۲۱۳) میں ہے:

الجواب: انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر

کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوی سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا سماع یقینی اور اجماعی مسئلہ ہے، کوئی سنی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل فتوی ''مسالک العلماء'' میں جناب قاضی شمس الدین صاحب نے پیش کیا تھا۔ اس فتوی میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ ''قبر پر جاکر اللہ تعالی سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے، یہ مباح ہے۔ مزید تفصیل کے لئے (قہر حق: ج ۱ ص ۱۰۳ تا ۱۱۱) کا مطالعہ کریں۔

۲...... مذکورہ بالا تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر میں مردوں کی حیات تسلیم نہ کرنا فرقہ خبیثہ معتزلہ ملعونہ کا مذہب ہے۔ اس لئے اس فرقہ کے ہمنواؤں کو معتزلی کہنا مبنی بر حقیقت ہے، یہ کوئی ضد یا سب وشتم کے طور پر نہیں کہا جاتا۔

حضرت نیلوی صاحب نے بھی ندائے حق جلد ثانی ص ۴۷ میں معتزلہ کا عقیدہ اپنے استاذ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

۳...... مذکورہ بالا تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتزلہ تلقین سے منع کرتے ہیں۔ حنفیہ تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تلقین کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔

۴...... قبروں پر جاکر اللہ تعالی سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ ان بزرگوں کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے یہ جائز اور مباح ہے۔

کفایت المفتی کا حوالہ: حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ''کفایت المفتی'' (ج ۱ ص ۱۵۹ تا ۱۶۰) میں مفصل طور پر موجود ہے۔ اس کے آخری حصہ کے کچھ الفاظ اس طرح ہیں: ''اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی آپ پر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں اور صلوۃ وسلام پڑھنا آپ کے رد جواب کا سبب ہے جیسا کہ حسن سند سے حدیث آئی ہے بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ''کتاب الاذکار'' میں اس کی تصحیح کی ہے۔ ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں، اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اول یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کرکے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے۔؟ اگر مفارقت کرکے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے، تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے، نہ موجب تعظیم......الخ

تنبیہ:...... حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عام مردوں کے عدم سماع کا فتوی عوام کی مصلحت کی بناء پر دیا ہے ورنہ خود سماع موتی کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نیلوی صاحب تحریر کرتے ہیں: ''اور ممکن ہے کہ اللہ تعالی یہ سلام مردوں کو سنا دیتا ہو باقی اور کلام مردے نہیں سنتے''۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

(کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۸۲ وندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۷)

اسی طرح المہند میں بھی حیات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ سماع موتی کا اثبات ہے۔ اس پر بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق وتائید موجود ہے۔

اس کے علاوہ ایک مشرک نے رسالہ ''التحقیقات لدفع التحریفات'' مہند کی رد میں شائع کیا تھا۔ اس کا

جواب ۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا محمد عبدالغنی خان رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہان پور (یو۔ پی) نے "الجنة لأهل السنة" کے نام سے دیا تھا۔ اس کتاب کی تقریظ وتصدیق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے کی تھی: "میں نے رسالہ "الجنة لأهل السنة" کو دیکھا فاضل مؤلف عزیز محترم مولوی عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالی نے ان تمام مسائل کی پوری تحقیق فرما کر، جن کی وجہ سے ہندوستان کے مقدس علماء کی جماعت کو دوسرے لوگ وہابی کے نام سے یاد کرتے اور عامہ مسلمین کو ان کی طرف سے غلط فہمیوں میں مبتلا کر کے نفرت دلاتے تھے، مسلمانان ہندوستان پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد منصف مزاج مسلمان کسی کے دھوکے میں نہیں آئیں گے اور ان کو اتباع سنت کی سعادت نصیب ہوگی اور ابرار امت کی معیت کے مستحق ہوں گے ان شاء اللہ۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے تہذیب ومتانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہایت تحقیق وتدقیق وانصاف سے کام لیا ہے"۔ الخ

کتبہ، محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

اب اس کتاب سے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

۱...... بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی نائیا ابلغته"۔ اور ابن حجر مکی شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں: "اذا صلی وسلم علیه عبد قبره سمعه سماعا حقیقیا ویرد علیه من غیر واسطة وان صلی وسلم علیه من بعید لا یسمعه الا بواسطة یدل علیه احادیث کثیرة" انتهی۔ اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں: "سلام زائراں بنفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند ودرود وسلام نمایند ودیگراں بوساطت ملائکہ سیاحین بود" انتہی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس آ کر درود وسلام مجھ پر کہتا ہے، میں خود بلا واسطہ حقیقتاً سن لیتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور جو دور سے درود وسلام بھیجتا ہے اس کو خود تو نہیں سنتا لیکن فرشتوں کے ذریعے اس کو میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے"۔ (الجنۃ ص ۲۰، ۹۹)

۲...... اور دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی کہ عثمان بن حنیف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے بعد بعض کو یہ دعا قضائے حاجت کے لئے بتلائی تھی وہ محدثین کے نزدیک کچھ صحیح نہیں۔ (یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ ڈیروی) دوسرے مسجد نبوی میں ہی تو مزار مقدس کے قریب اس شخص نے دعا مانگی جہاں حضور سن رہے تھے۔ (الجنۃ ص ۲۱)

۳...... محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے "زبدۃ المناسک" میں اور علامہ نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ "آب حیات" میں اور شیخ الہند نے "حاشیہ ابوداؤد" میں اور مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح ابوداؤد" میں اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "نشر الطیب" میں بھی حضور علیہ السلام کی جسمی حقیقی حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ (الجنۃ ص ۶۷)

یہ چند حوالے تھے اس معتبر کتاب کے جس کی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریظ وتصدیق فرمائی ہے۔

<u>نوٹ</u>: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ "حنفیہ کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں" سے مراد بعض حنفیہ ہیں کیونکہ محققین حنفیہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ مثلاً حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (فتح القدیر)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری (رحمہم اللہ) وغیرہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۸۵)

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نیلوی صاحب نے (ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۸۸ وطبع دوم ص ۱۲۱) میں سماع موتی کے ماننے والوں میں کیا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ و مشہور فقیہ حنفی ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ کو سماع موتی کے قائلین میں شمار کیا ہے۔ دیکھئے (ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۱۹۶ وطبع دوم ص ۲۵۳)

مؤلف مراقی الفلاح کے شیخ کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''مراقی الفلاح میں ہے .... یعنی میرے شیخ محمد بن احمد حموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ جوتوں کی آواز سے مردوں کو دکھ ہوتا ہے''۔ (ندائے حق جزء اول ص ۲۱ طبع اول وطبع دوم ص ۴۰)

مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

''قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں، جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے''۔

(ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۲۲ وطبع دوم ص ۴۱)

علامہ بحر العلوم سماع موتی کے قائل تھے۔

(ارکان اربعہ ص ۱۵۰ تا ص ۱۵۱ بحوالہ شفاء الصدور مترجم اردو ص ۴۳ نیلوی وقہر حق ج ۱ ص ۲۶۸)

امام زاہد صفار استاذ قاضی خان (المتوفی ۵۳۴ھ دیکھئے حدائق حنفیہ ص ۲۴۲) ''تلخیص الادلہ'' میں لکھتے ہیں: ''دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مسلک ہے''۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۳۹)

(علامہ شامی فتاوی شامی جلد اول ص ۶۲۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان بحوالہ قہر حق ج ۱ ص ۲۶۰)

صاحب الجوہرۃ النیرۃ (شرح القدوری) فرماتے ہیں: ''واما تلقین المیت فمشروع عند اھل السنۃ والجماعۃ لأن اللہ تعالی یحییہ فی القبر وصورتہ ان یقال یا فلان بن فلان او یا عبد اللہ ابن عبد اللہ! اذکر دینک الذی کنت علیہ وقد رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا''۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۲۳ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ: ''تلقین اہل سنت والجماعت کے ہاں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالی قبر میں مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ تلقین کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میت کو کہا جائے اے فلان بن فلان یا عبد اللہ بن عبد اللہ! اس دین کو یاد کر جس پر تو قائم تھا اور اللہ تعالی کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی تھا''۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

یہ بطور مثال کے ہم نے ذکر کئے ہیں ورنہ جمہور فقہائے احناف سماع موتی کے قائل ہیں۔

شاہ صاحب گجراتی کے چوتھے استاد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شاہ صاحب کی سوانح عمری کے ص ۲۴ میں ہے: اور اسی طرح حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم ومغفور سے ملتان جیل میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر قرآن پاک پڑھا اور اس خصوصی طرز کے امین قرار پائے۔ آپ کے اساتذہ کی فہرست تیار کی جائے تو مندرجہ ذیل بزرگ ترین ہستیوں کے نام آئیں گے......

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ''خدام الدین'' لاہور مخزن العلوم، خانپور مختلف رسائل میں چھپا تھا۔ ہم یہاں خدام الدین کا عکس پیش کر رہے ہیں۔ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

۱۳۵

خدام الدین لاہور ۳

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد ۶ ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ر دسمبر ۱۹۶۰ء شمارہ ۳۱

انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ

کے بارے میں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم کا عقیدہ

میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی ہی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی کا منکر نہیں ہو سکتا جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

(احقر الانام احمد علی عفی عنہ)

یہ تھا حضرت شاہ صاحب گجراتی کے استاذوں کا عقیدہ......! اب یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے اساتذہ بھی خراب عقیدہ والے ہوں، اور ساری اسلامی دنیا کے مسلمان بھی خراب عقیدہ والے ہوں، اور ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کے سر پرست اور بانی (یعنی مولانا غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام مصطفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) بھی خراب عقیدہ والے ہوں، اور خود حضرت شاہ صاحب گجراتی نے پہلی ساری زندگی بھی غلط عقیدہ پر گزاری ہو، اور اب آخری عمر میں صحیح عقیدہ تلاش کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے ہوں۔ پس حضرت شاہ صاحب گجراتی اور ان کے چند چیلے اور کڑ چھے تو حق پر ہوں اور باقی سب مسلمان خراب عقیدے والے ہوں۔

این خیال است و محال است و جنوں

حضرت شاہ صاحب گجراتی غیر مقلدین حضرات کو بھی ائمہ اربعہ کے مقلدین کی طرح حق پر جانتے ہیں جیسا کہ اس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے اس لئے اب غیر مقلدین حضرات کے علماء ومشائخ کا عقیدہ بیان کیا جاتا ہے۔

ہمارے استاد محترم شیخ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ نے ''تسکین الصدور'' طبع دوم میں بعض حضرات کا عقیدہ ذکر کر دیا ہے۔ اس کے اعادہ کی ضرورت تو نہیں البتہ اختصاراً ان کے نام مع حوالہ ملاحظہ کر لیں۔

۱...... علامہ قاضی شوکانی (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴)

۲...... شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔

(فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ، نیز دیکھئے فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۵۱ تا ۵۲ وفتاوی علمائے حدیث ج ۹ ص ۲۸۲ تا ۲۸۳)

۳...... مولانا شمس الحق عظیم آبادی (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۶)

۴...... مولانا فضل الرحمن ہری پوری (رسالہ درود شریف ص ۱۶)

۵...... محدث مولوی رحیم بخش صاحب (اسلام کی چودھویں کتاب ص ۵۴)

۶...... مولانا محمد اسمٰعیل سلفی گوجرانوالہ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷)

۷...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ج ۱ ص ۲۳۷)

۸...... محدث امیر یمانی (المتوفی ۱۱۸۲ھ) (مناسک الحج والعمرۃ ص ۸۷ طبع مصر)

۹...... مولانا عبدالغفور غزنوی امرتسری (ترجمہ مشکوۃ ج ۱ ص ۴۰۱)

یہ سب حضرات حیات انبیاء علیہم السلام فی القبور کے قائل ہیں۔ اور اسی طرح سماع عند القبور کے بھی قائل ہیں۔ دیکھئے (تسکین الصدور ص ۲۵۴ تا ۲۶۳)

ان کے علاوہ دیگر حضرات کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

غیر مقلد عالم ابو الحسنات مولانا محمد بن عبداللہ بن نور الدین الفنجابی عون الودود (شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۵) میں لکھتے ہیں: وانہ حی فی قبرہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ والانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراک کالعلم والسماع ثابت لسائر الموتی وورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء وانھم احیاء یرزقون وان الحیوۃ

فیهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء والمرسلين وعند مسلم رحمۃ اللہ علیہ عن النبی ﷺ قال مررت بموسى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔ اور رسول اللہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھا سکے اور محققین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد وفات کے زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سڑتے گلتے نہیں۔ باوجود یکہ مطلق ادراک، جیسے جاننا اور سننا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور شہیدوں کے بارے میں قرآن مجید میں موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسمانی ہے پس کس طرح انبیاء اور رسولوں کے لئے حیات جسمانی ثابت نہ ہو جن کا مقام بہت بلند ہے (یعنی ان کے لئے تو یقینا ثابت ہے) اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس میں سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

غیر مقلد حکیم محمد اشرف صاحب سندھو کا عقیدہ ان کی کتاب سے ہم پیش کرتے ہیں اس کا (ص ۴۲۶ تا ۴۲۷) کا عکس ملاحظہ ہو۔

۱۲۹

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

مقیاسِ حقیقت

بجواب

مقیاسِ حنفیت

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کی تلبیس اور تاریخی غلط بیانیوں کا تجزیہ

مرتبہ

فقیر الی اللہ حکیم محمد اشرف عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ملنے کا پتہ

دار الاشاعت اشرفیہ سنتہ بلوکی ضلع لاہور

بار سوم ۱ تعداد ۲۰۰۰

قیمت ۱ ... ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

۱۴۰

۴۲۹

چنانچہ یہ حقیقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے واضح ہے :-

- کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر (مشکوٰۃ ملحق المیت)

ترجمہ ، میں جب کبھی اپنے حجرہ کے اس حصہ میں داخل ہوتی جو پردہ کی آڑ سے قبر اطہر از مخصوص کرنے کی غرض سے لگا رکھا تھا ۔ تو یہ خیال کرتی ہوئی کہ یہ حضرت خاوند محترم اور شفیق ابا جان ہی تو ہیں ، کپڑے وغیرہ کا تمام حالات سے زیادہ اہتمام نہ کرتی ۔ بلکہ جب حضرت عمرؓ بھی ان کے ساتھ دفن ہو گئے تو خدا کی قسم حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبہ اور حیا سے متاثر ہو کر احتیاطاً (شدت) سے کپڑا سنبھال (چادر اوڑھ) کر داخل ہوتی ۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان اس امر کا ثبوت ہے کہ انہوں نے قبر مطہرہ اور اپنی اقامت گاہ کے درمیان پردہ کی حد فاصل لگا رکھی تھی ۔

جب تک تو خاوند اور ابا مرقد نشین تھے ، صدیقہ ویسے ہی بلا تکلف پردہ اٹھا کر قبر اطہر والے حصے میں داخل ہو جاتی ۔ جیسا کہ بلا تکلف اپنے سکونتی حصہ میں ہوتیں مگر جب فاروق مرقد نشین ہو گیا تو اب قبور مطہرہ کے حصہ میں داخل ہونے کا قصد کرتیں تو پردہ کی آڑ اٹھانے سے پیشتر حضرت عمرؓ کے رعب و دبدبہ سے متاثر ہو کر احتیاطاً سے کپڑا لپیٹ کر داخل ہوتی ۔

عہد خیر القرون میں زیارت کا تمام رواج ہی نہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ براہ راست جمال انور سے مستنیر تھے ۔ اس لئے ان کو ظاہری زیارت کا کچھ زیادہ خیال نہ ہوا ۔ چنانچہ صدیقہ کا بیان اور حضرت

۱۴۱

۲۲۶

قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست کے واضح الفاظ اس کا ثبوت ہیں۔

(۱) درود و سلام کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ مقدس ہستیاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے خود اپنے کانوں بار ہا سن چکی تھیں کہ شرقاً غرباً و شمالاً و جنوباً جس حصہ ارض (زمین) میں کوئی مسلمان (رہتی دنیا تک کا امتی) درود و سلام عرض کرتا ہے یا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کا درود و سلام ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم اس درود و سلام کا جواب اسی وقت لوٹا دیتے ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ اللہ تعالیٰ کو درود و سلام کی آواز اس درجہ محبوب ہے کہ اس کی تلاش و سماعت کے لئے فرشتوں کی مخصوص و لاتعداد جماعت مقرر ہو رکھی ہے جو روئے زمین پر ہر آن درود و سلام کی تلاش و جستجو میں رواں دواں چکر کاٹتے پھر رہے ہیں کہ جہاں کہیں کسی امتی کو درود و سلام کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے دیکھیں، فوراً قبر اطہر پر عرض کر دیں۔

چنانچہ احادیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

۱۔ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو مسلمان ہم پر درود و سلام عرض کرتا ہے عین اسی وقت اللہ تعالیٰ من و عن ہم تک پہنچا دیتے ہیں اور ہم درود و سلام عرض کرنے والے کو جواب بھی دے دیتے ہیں۔

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی

۱۴۲

۴۲۸

من امتی السلام (حوالہ مذکور)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مخصوص تعداد اس پر مامور فرما رکھی ہے کہ وہ دن رات درود و سلام پڑھنے والوں کی تلاش میں رواں دواں رہتی ہے۔ جہاں کوئی درود و سلام پڑھنے والا ان کو مل جاتا ہے۔ اس کا درود و سلام فوراً ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور ان کے شاگرد مولانا محمد سلیمان کیلانی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

مِشْکوٰۃُ الْمَصَابِیْح

مترجم و محشی

حضرت استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مع فوائد اضافی

مولانا محمد سلیمان صاحب کیلانی

ناشر

جمعیۃ اہل حدیث جامع مسجد اقصیٰ۔ سٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ۔

۸۶۸ - وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّعْوَاتِ الْکَبِیْرِ۔

۸۶۹ - وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِیُّ

۸۶۸۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی مجھ پر سلام کہے۔ تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس فرماتے ہیں۔ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔[ف۱] (ابوداؤد۔ دعوات کبیر بیہقی)

۸۶۹۔ ابوہریرہ سے مروی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ گھروں کو قبریں مت بناؤ۔ اور میری قبر کو عید مت بنانا۔ (یعنی میلہ یا جشن کی صورت نہ بنانا) اور مجھ پر سلام بھیجو۔ اور تم جہاں بھی ہو۔ تمہاری صلوٰۃ مجھے پہنچ جاتی ہے۔[ف۲][ف۳] (نسائی)

ف۱ روح کی واپسی کا مطلب کیا ہے؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی برزخی زندگی بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی آدمی سو رہا ہو۔ سونے والا نہ تو کچھ بولتا ہے نہ سنتا ہے مگر جب بیدار ہو جاتا ہے تو سب کچھ کرتا ہے بالکل اسی طرح جب فرشتے درود کی خبریں حضرت کے گوش گذار کرتے ہیں تو آپ اسی طرح بیدار ہو جاتے ہیں جیسے سونے والا بیدار ہو جاتا ہے اور اسی انتباہ کو یہاں روح لوٹانے سے تعبیر کیا ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کی روح مبارک کو جسم سے بار بار کھینچا اور بار بار لوٹایا جاتا ہے ۔

ف۲ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ہر جگہ موجود نہیں ہوتے جیسے آجکل عوام اور جہلاء کا خیال ہے بلکہ دور دراز سے تمام امت کے صلوٰۃ اور سلام آپ کو پہنچ جاتے ہیں۔ (واسم)

ف۳ آنحضرت تشریف نہیں لاتے۔ اس کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور احمد، بزار اور طبرانی نے بھی کبیر میں روایت کیا ہے کہ زید بن خالد جہنی نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ اور احمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو ان کو قبروں کی طرح نہ بنا رکھو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا درود تو مجھے ہر جگہ سے پہنچ جاتا ہے اس خیال سے بہرہ ور ہو کر آ کر وہاں جا کر درود سلام پڑھیں گے وہ تو ہر جگہ سے پہنچ ہی رہا ہے ہاں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت تو اس نیت سے سفر نہ کرے بلکہ مدینہ منورہ مسجد نبوی کی زیارت کا قصد کر کے جائے اور آنحضرت کی قبر پر حاضر ہو تاکہ لا تشد الرحال والی حدیث کے خلاف نہ ہو جو پہلے گذر چکی ہے ۱۲

۱۲۴

صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ

۸۷۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهٗ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

۸۷۹ وَعَنْ رُوَيْفِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى

پر درود پڑھے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

۸۷۸۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ جو شخص آنحضرتؐ پر ایک دفعہ درود پڑھے۔ اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر دفعہ صلوٰت بھیجتے ہیں۔ (احمد)

۸۷۹۔ رویفعؓ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ اور دعا کرے۔ کہ اے

[1] درود فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے ابن مسعودؓ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ سیر کرنے والے فرشتے ہیں وہ مجھ کو میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ یہ حدیث فصل دوم میں پہلے گذر چکی ہے اور اس باب میں حضرت حسن بن علیؓ کی حدیث بھی ہے جو حسن سند سے بیان کی گئی ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو تمہارا درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درود بہر صورت آنحضرتؐ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے اگر آنحضرتؐ کی قبر مبارک پر پڑھا جائے تو آپ خود اس کو سن لیتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور سلام کا جواب بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں۔ امت کی کیا خوش قسمتی ہے کہ آج بھی آپ کے سلام سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اگر ساری عمر کے سلاموں کا جواب ایک دفعہ بھی مل جائے تو اس پر ساری دنیا قربان کی جا سکتی ہے۔ چہ جائیکہ ہر سلام کا جواب علیحدہ علیحدہ فرمائیں۔ فداہ ابی وامی وصلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] ہر نیکی کا اجر کم از کم دس گنا ہے۔ اس کی سند کے راوی حسن کے راوی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں یہ تو اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ جو نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر دیا جائے گا۔ یہ کم از کم حساب ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں اور اس کے علاوہ فرشتوں کی رحمت کی دعا بھی ہوتی ہے وہ اس حساب سے الگ ہے۔ اور جب فرشتوں پر ہی کیا موقوف ہے جب کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائیں تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے لیے (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۲۵

۱۲۸۱ - وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِيْ تُرْجٰى فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰى غَيْبُوْبَةِ الشَّمْسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

۱۲۸۲ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ

۱۲۸۱۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ امیدوں کی گھڑی کو جمعہ کے دن عصر کے بعد غروب آفتاب تک تلاش کرو۔[۱] (ترمذی)

۱۲۸۲ اوس بن اوس فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ جمعہ تمہارے تمام دنوں سے افضل ہے۔ اسی میں آدم پیدا کئے گئے اسی میں قبض کیے گئے۔ اسی میں صور پھونکا جائے گا اسی میں اٹھنے کا حکم ہوگا۔ اس دن مجھ پر زیادہ صلوۃ پڑھو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضرت ہماری صلوۃ[۲] کیسے پیش ہوتی ہے آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے نبیوں کے جسم زمین پر حرام کر دئیے ہیں (ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی دعوات کبیر بیہقی۔)

لے اس کی سند میں محمد بن ابی حمید ضعیف ہے۔ لیکن ابن لہیعہ نے اس کی متابعت کی ہے جس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک شاہد احمد اور ابو سعید اور ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کی سند حسن ہے نسائی اور ابوداؤد وغیرہ نے جابر سے اس مضمون کی روایت کی ہے علامہ ابن حجر نے کہا اس کی سند حسن ہے اور حدیث کا مطلب وہی ہے جو پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

ﷺ جمعہ کے دن درود کثرت سے پڑھنا: اس کو احمد۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی روایت کی ہے۔ اس حدیث میں ثابت ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھنا چاہئے کیونکہ درود ویسے بھی بڑی بابرکت چیز ہے اور جمعہ کے روز اس کا اجر اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبر میں زندگی ثابت ہے لیکن وہ زندگی دنیا کی طرح نہیں بلکہ برزخی زندگی ہے اور یہ زندگی ہر ایک کو حاصل ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان لیکن اس برزخی زندگی میں آپس میں بہت فرق ہے۔ شہید کی زندگی اور دوسرے مسلمانوں کی زندگی سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور شہید کو کچھ ایسی عنایتیں دی جاتی ہیں جو اوروں کو نہیں ملتیں اور نبیوں کی زندگی شہیدوں سے بھی درجہا اعلیٰ و ارفع ہے اور ان کو بعض ایسی خصوصیتیں دی جاتی ہیں جو شہیدوں کو بھی نہیں ملتیں۔ انبیاء کے جسم قبر میں محفوظ رہتے ہیں اور جسم بھی محفوظ رہتے ہیں اور روح کا تعلق جسم سے کامل تر صورت میں ہوتا ہے لیکن بہر حال

۱

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اوران کے شاگرد مولانا محمد سلیمان گیلانی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو

علامہ وحیدالزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

ف:.....یعنی بعد وفات کےتو وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں،کلام اور سلام سنتے ہیں،اعمال امت کی ان پر پیش کئے جاتے ہیں،درود شریف سامنے لایا جاتا ہے،وہ خوش ہوتے ہیں،دعا کرتے ہیں،اگر چہ باقی اہل قبور بھی بر بنائے مذہب صحیح اہل سنت وجماعت سنتے ہیں،مگر یہ سننا ان کا صرف روحانی ہے(یہ علامہ کا اپنا خیال ہے۔ڈیروی)اور انبیاء کی حیات روحانی اور جسمانی دونوں طرح ہے مگر اس میں اور دنیا کی حیات میں ایک فرق دقیق ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا نہ اس کے بیان کی یہاں گنجائش ہے۔ (سنن ابوداؤد شریف مترجم وفوائد حضرت علامہ وحیدالزمان رحمۃ اللہ علیہ ناشر:اسلامی اکادمی،۱۷-اردو بازار لاہور ج۱ ص۳۹۹)

نیز لکھتے ہیں:''اور خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے تو میں سن لیتا ہوں اور جو کوئی دور سے پڑھتا ہے تو فرشتے مجھ کو لا کر پہنچاتے ہیں''۔ (لغات الحدیث ج۲ ص۴۰ کتاب الدال)

نیز لکھتے ہیں:''اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے صراحۃً سماع موتی ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے،جن کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الصدور'' میں ذکر کیا ہے،مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے،اور سلف کا اس پر اجماع ہے،صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے''۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱۶۶ کتاب السین)

نیز لکھتے ہیں:''اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں،پھر روح پھیر دینے سے کیا مراد ہے۔؟اس اشکال کو اس طرح رفع کیا گیا کہ گو انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مگر ان کی ارواح مقدسہ اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہیں،دنیا کی طرف ان کی توجہ نہیں ہے،جب کوئی ان کو سلام کرتا ہے اس وقت ان کی روح ادھر متوجہ ہوتی ہے تو ردِ روح سے اس کا متوجہ کرنا مراد ہے''۔ (لغات الحدیث ج۲ ص۶۳ کتاب الراء)

نیز لکھتے ہیں:''معلوم ہوا کہ مردے اپنی قبور میں ہمارا سلام اور کلام سنتے ہیں لیکن وہ ہم کو اپنا جواب نہیں سنا سکتے۔اہل حدیث کا قاطبۃً (یعنی سب کا) یہی قول ہے۔صرف حنفیہ اور معتزلہ نے سماع موتی کا انکار کیا ہے،ان کے انکار سے کیا ہوتا ہے۔؟اور تعجب ہے ان اہل حدیث پر!جو لوگوں کو تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود جب چاہتے ہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد بن جاتے ہیں۔سماع موتی کی نفی میں ان کے قول سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں''۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱۵۰ کتاب السین)

نیز لکھتے ہیں:''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی تو مردوں کو(یعنی کافروں کو)اسلام نہیں قبول کرا سکتا۔اس آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی،جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا،کیونکہ اسماع سے یہاں ''سماع اجابت'' مراد ہے جیسے (قرآن مجید میں ہے)وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ میں،اور متعدد احادیث میں سماع موتی ثابت ہے جیسے اوپر ج۳ ص۱۵۰ میں گزر چکا۔اور اہل حدیث کے بڑے بڑے امام جیسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں،اسی کے قائل ہیں۔صرف حنفیہ اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔مجمع البحار میں ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کا معنی یہ ہے کہ تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالیٰ نے جاہل بنایا ہے۔تو یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہ ہوگی۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱۶۳ مادہ سم)

نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: و جملہ اموات از مؤمنین و کفار در حصول علم و شعور و ادراک وسماع و عرض اعمال و رد جواب برزائر برابر اند تخصیص بہ انبیاء و صلحاء نیست۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۰) تمام مردے مؤمن ہوں یا کافر حصول علم، شعور، ادراک، سماع وعرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب کو لوٹانے میں برابر و یکساں ہیں، ان امور میں انبیاء علیہم السلام و صلحائے امت کی تخصیص نہیں۔

نیز نواب صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: در شرح شریف معرفت بغاسل خود و سماع کلام او ثابت است سیوطی در کتاب "شرح الصدور" با حوال الموتی فی القبور گفتہ باب معرفة المیت بمن یغسله ویجهزه و سماعه مایقال فیه و مایقال له الخ (دلیل الطالب ص ۸۲۸) شرع شریف میں مردہ کا اپنے غسل دینے والے کو پہچاننا اور اس کی کلام سننا ثابت ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "شرح الصدور" میں ایک باب قائم کیا ہے کہ مردہ کا اپنے غسل اور کفن دینے والے کو پہچاننا اور مردہ کا سننا اس بات کو جو اس کے بارے میں کہی جائے یا اس کے حق میں کہی جائے۔

نیز نواب صاحب نے حیات انبیاء و سماع علیہم السلام کی احادیث کو صحیح و ثابت تسلیم کیا ہے دیکھئے

(نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیة والاذکار ص ۱۶۱ تا ۱۶۳)

فرشتہ درود بھیجنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام بھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے عرض کرتا ہے۔ نواب صاحب فرماتے ہیں: أقول مثال ذلک ان الملک یقول مثلاً ان صدیق بن حسن یصلی علیک و یسلم و ان ولده فلان و فلان یصلون و یسلمون علیک اللهم ارزقنا و تقبل منا و صل علینا۔ (نزل الابرار ص ۱۶۲) میں (نواب) کہتا ہوں اس کی مثال یوں ہے کہ فرشتہ یوں کہے کہ نواب صدیق بن حسن آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہے اور اس کا بیٹا فلاں بن فلاں بھی آپ پر درود وسلام بھیج رہے ہیں۔ اے اللہ ہمیں درود وسلام کہنا نصیب فرما اور ہم سے قبول فرما اور ہم پر رحمت نازل فرما۔

مولانا عبدالستار دہلوی امام غرباء اہل حدیث، حدیث "جب کہ بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پیٹھ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے" کے متعلق فرماتے ہیں: "اس وقت مردے کی سننے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں لوگ اس کو دفن کر کے واپس ہوئے، فوراً ہی دو فرشتے منکر و نکیر آجاتے ہیں، ان کو جواب دینے کے لئے میت کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے، وہ اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال و جواب شروع کرتے ہیں جیسا کہ سنن کی روایت میں اس کی تشریح موجود ہے"۔

(نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الجنائز ص ۱۹۳ بحوالہ صحیفہ اہل حدیث پندرہ روزہ کراچی ۱۶۔ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ، ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء)

نیز حدیث "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کہ میت کو (چار پائی پر) رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنے کندھوں پر اسے اٹھا لیتے ہیں تو میت اگر نیک ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو الخ" کے متعلق مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں: "معلوم ہوا جب جنازہ اٹھا کر لے جاتے ہیں تو اس وقت بھی اس کی روح واپس آجاتی ہے اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں (اور) نہ ہم اس کی آواز سنتے ہیں بس جس طرح اللہ کے رسول صادق و مصدوق ﷺ نے فرمادیا آمنا و صدقنا"۔ ۱۲ منہ عفی عنہ (نصرۃ الباری ص ۱۹۷ پارہ: ۵)

(فتاوی ستاریہ ج ۱ ص ۱۵۴ ناشر مکتبہ ابو بیہ حدیث محل اے ایم: ۱ کراچی: ۱) میں سوال نمبر: ۲۴۷ کے جواب میں آخری ٹکڑا یوں ہے: "صرف اتنا کہنا، کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود وسلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں"، بے شک ٹھیک ہے۔

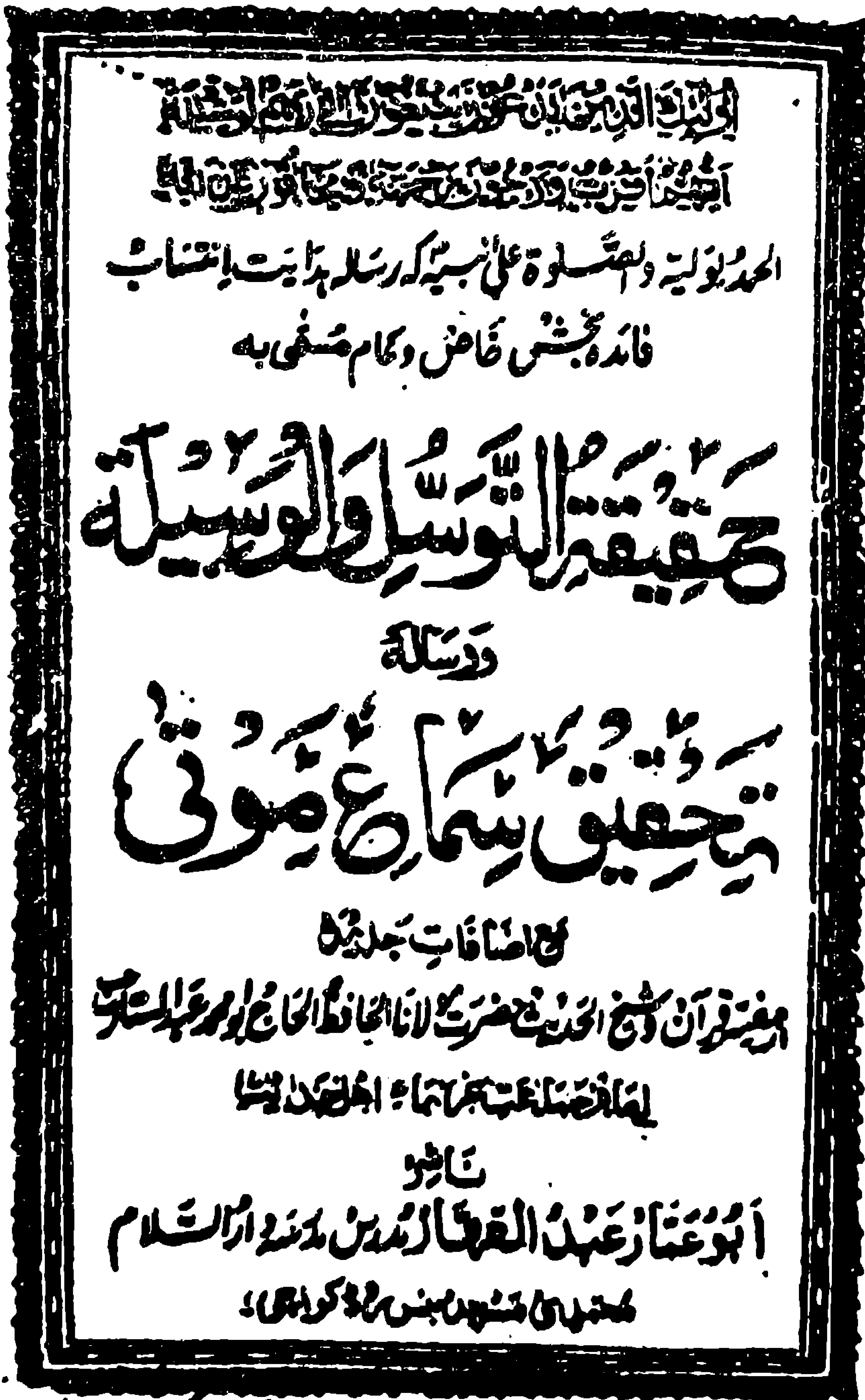
مفتی عبدالقہار صاحب لکھتے ہیں:

(۲)...... ہاں فرشتے درود نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں۔

(۳)...... جو شخص آپ کی قبر پر جا کر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ خود سنتے ہیں یہاں سے نہیں سنتے۔ کیونکہ فرشتے پہنچانے کے لئے اللہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقط عبدالقہار غفرلہ (فتاوی ستاریہ ج ۴ ص ۹۱)

نیز لکھتے ہیں: ''ہاں نبی علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔'' (فتاوی ستاریہ ج ۷ ص ۷ ۱۱ ،۷ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)

۱۵۱



فصل چوتھی سماعِ موتیٰ کے بیان میں

سماعِ موتیٰ یعنی مُردے سُنتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق دو مذہب ہیں (۱) یہ کہ سنتے ہیں۔ (۲) یہ کہ نہیں سنتے۔

نمبر اول میں پھر دو فریق ہیں (۱) یہ کہ سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی اعانت کسی طرح نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کہ اگر زندہ آدمی اُن کے لئے دعا مانگے، اُن کی طرف سے صدقہ وخیرات کرے تو اُس کا ثواب اُنکو پہنچتا ہے یعنی مُردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے نہ کہ زندوں کو مُردوں سے۔ اس عقیدہ والوں کے ادلہ قرآن وحدیث میں بہت ہیں اور یہی مذہب اہل حدیث یعنی فرقہ محمدی کا ہے جس کی تفصیل آیندہ آوے گی انشاءاللہ۔

(۲) یہ کہ سنتے ہیں اور اُن سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے اُنکی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، پھول چڑھاتے ہیں، نذر ونیاز کرتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں، طلب حاجات کرتے ہیں، ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں، طواف کرتے ہیں۔ بڑی تعظیم وتکریم سے ان کا نام لیتے ہیں، مجاور بن کر بیٹھتے ہیں، چراغ بتی جلاتے ہیں، قبروں کو پختہ بناتے ہیں، اس کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں، اُن کے نام کی تسبیح رولتے ہیں، اُن کی قبروں کو پیٹھ نہیں دیتے اسباب نہیں رکھنے دیتے، طرح طرح کی خوشبوؤں سے اُس قبر کو

مزین کرتے ہیں، دھونی رماتے ہیں، کئی کئی منزلوں سے پیدل سفر کر کے آتے ہیں، اُس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، غلاف اُڑھاتے ہیں، اُس سے برکت حاصل کرتے ہیں، اُن قبر والوں کو اپنے لئے مشکل کشا سمجھتے ہیں، اللہ کی جناب میں شفیع اور اُن کو حالت قبر میں دعا کرنے والے خیال کرتے ہیں، خدا سے بھی زیادہ رتبے دیتے ہیں، قبروں کو عیدگاہ میلے ٹھیلے بناتے ہیں حالانکہ یہ جملہ امور شرک و بدعت ہیں۔ اس قسم کے عقیدہ والوں کے پاس نہ تو کوئی آیۂ کریمہ ہے اور نہ کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی قول و فعل نہ ائمہ مجتہدین کا قول و فعل بلکہ نہ الی الذی نہ الی الذی یعنی نہ تو اہل حدیث ہیں اور نہ پکے حنفی ہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یعنی اس قسم کے لوگ جانوروں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ اس لئے کہ جانور مرفوع القلم ہیں بے عقل ہیں، اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، اور یہ حضرت انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہونے کے پھر اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کیا کام جائز ہیں اور کیا کام حرام ہیں اس لئے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ یعنی پھر لوٹا دیا ہم نے اس انسان کو نیچے سے نیچے والے طبقہ جہنم کے میں کہ جہاں پہ کوئی بد سے بدحیوان بھی نہیں جائے گا اسکے اعمال شرکیہ و کفریہ و بدعیہ کرتا ہے، اللہ و رسول کی شریعت اور احکام کو تبدیل

معلوم کرتا۔ اس کے متعلق بھی قدرے تفصیل ۲ نمبر میں آئے گی ان شاء اللہ

(۲) اس اعتقاد کے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے اور صرف سوال وجواب کے وقت یا یہ کہ پیغمبر صاحب کا معجزہ ہو یہ دونوں ۲ نمبر کے معتقدین ایک ہی امام کے ماننے والے اور ایک ہی مذہب کے نام لیوا ہیں اور سماع موتی میں ہر فریق دوسرے کا مخالف اور سخت دشمن حتی کہ اسلام کے دائرہ سے ایک دوسرے کو نکالنے والا۔ جو علماء اس امر کے قائل ہیں کہ مُردے مطلقاً نہیں سنتے ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے اور جہاں کہیں کلام اللہ یا حدیث رسول اللہ میں اس کا ذکر آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے اس سے مراد سماع قبول یا سماع انتفاع ہے یعنی ایسا سننا کہ جس سے کچھ فائدہ حاصل ہو اس لئے کہ غرغرہ کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے لہٰذا غیر مسلم کو اسلام نفع نہیں دیتا اور مسلم میت بموجب حدیث اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ کے کسی کیلئے باعث نجات نہیں ہو سکتی، نہ دنیوی کام میں نہ اخروی میں۔ اصل غرض عدم سماع سے شارع کی یہی ہے کما ھو مصرح فی کتب التفسیر والحدیث چنانچہ اس بات کا فیصلہ خود علمائے حنفیہ سے اس نمبر کی تفصیل میں مذکور ہوگا ان شاء اللہ۔ البتہ اس قسم کے معتقدین اپنے مذہب کی کتابوں کے ضرور پابند ہیں، دگر ہیچ۔

تفصیل نمبر ۱ یعنی یہ کہ مُردے سنتے ہیں لیکن وہ کسی زندہ آدمی کی

۱۵۵

۸۵

کسی قسم کی اعانت نہیں کر سکتے بلکہ خود زندوں کے محتاج ہیں کیا گر زندہ آدمی اُن کے لئے دعا مانگے، اُنکی طرف سے صدقہ وخیرات کرے تو اُس کا ثواب انکو پہنچتا ہے یعنی مردوں کو زندوں سے نفع ملتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری مطبوعہ محمدی کے ص۱۸۳ میں ہے حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَہٗ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَھْلِ الْقَلِیْبِ فَقَالَ ھَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ کُمْ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقِیْلَ لَہٗ تَدْعُوْ اَمْوَاتًا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ وَلٰکِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر ان کفار کے جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے اور گڑھے میں ڈالدیئے گئے تھے، پس فرمایا (ان کفار کی طرف متوجہ کر) کیا پایا تم نے جو وعدہ کیا تھا تم سے تمھارے رب نے سچا پس کہا گیا آپ کے لئے کلام کرتے ہیں آپ مُردوں سے فرمایا آپ نے نہیں ہو تم زیادہ سننے والے ان سے (فرق صرف اتنا ہے) کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

فائدہ۔ یہ حدیث بڑی پختہ دلیل ہے اس امر پر کہ مردے سنتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد، لیکن سننا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ جیسا دنیا میں سنتے تھے ویسا ہی سنتے ہوں بلکہ اپنے اپنے اعتبار سے سماعت ہے لیکن سماعت ضرور ہے جیسے ایک شخص سخت بیمار ہے کہ چارپائی سے اُٹھ نہیں سکتا اُس سے کوئی کہے کہ مجھ کو پانی پلادے تو وہ بیمار کلام تو سُن لیگا مگر اُس کو اُٹھ کر پانی نہیں پلا سکتا اس لئے کہ

۱۵۶

۸۶

خدا نے اس کو سننے کی تو توفیق دے رکھی ہے لیکن اٹھ کر پانی پلانے کی طاقت نہیں دی۔ یا مرنے والا آدمی مرتے وقت دوسروں کی حرکات و سکنات، کلام و گفتگو کو سنتا اور معلوم کرتا ہے لیکن خود کچھ نہیں بول سکتا اور نہ کہہ سن سکتا ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں ہے وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ أَيْ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلَى الْجَوَابِ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى وُجُوْدِ حَيٰوةٍ فِي الْقَبْرِ يَصْلُحُ مَعَهَا التَّعْذِيْبُ لِأَنَّهُ بِمَا ثَبَتَ سِمَاعُ أَهْلِ الْقَلِيْبِ كَلَامَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوْبِيْخَهُ لَهُمْ دَالٌّ عَلٰى إِدْرَاكِهِمْ بِحَاسَّةِ السَّمْعِ یعنی اہل قبور جواب دینے پر قادر نہیں اور یہ اس امر پر دال ہے کہ قبر میں حیات ہوتی ہے (مِنْ أَيِّ وَجْهٍ كَانَ) اور اہل قبر عذاب کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے کہ جب اہل قلیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور ڈانٹ سنتے تھے تو یہ اس امر پر دال ہے کہ ان کے حواس میں سننے کا ادراک بھی تھا۔

اور حاشیہ بخاری مطبوعہ محمدی میں حدیث عائشہؓ کی شرح میں ہے، قَالَ الْكِرْمَانِيُّ وَكَانَ حَدِيْثُ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَهَا وَمَذْهَبُهَا يَعْلَمُوْنَ مَا سَمِعُوْا قَبْلَ الْمَوْتِ وَلَا يَسْمَعُوْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ انْتَهٰى قَالَ الْعَيْنِيُّ فِي عُمْدَةِ الْقَارِيْ وَابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِيْ هٰذَا مِنْ عَائِشَةَ رَدٌّ عَلٰى رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ لٰكِنِ الْجُمْهُوْرُ خَالَفُوْهَا وَقَبِلُوْا رِوَايَةَ ابْنِ عُمَرَ لِمُوَافَقَةِ مَنْ رَوَاهُ غَيْرُهُ وَقَالَ السُّهَيْلِيُّ عَائِشَةُ لَمْ تَحْضُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ

صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہا ممن حضر احفظ للفظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما الآیۃ فانہا کقولہ تعالیٰ افانت تسمع الصم او تھدی العمی ای ان اللہ ھو الذی یسمع ویھدی وقال ابن التین لامعارضۃ بین حدیث ابن عمر والآیۃ لان الموتی لا یسمعون بلاشک لکن اذا اراد اللہ اسماع ما لیس من شانہ السماع لم یمتنع کقولہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ الآیۃ وقولہ فقال لھا وللارض ائتیا الآیۃ یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ اس بات کی قائل ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور وہ استدلال میں اس آیت کو پیش کرتی ہیں (انک لا تسمع الموتی) وہ اس لئے انکار کرتی ہیں کہ حدیث ما انتم باسمع منھم والی ان کے نزدیک ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ تھا کہ اہل قبور جانتے ہیں جو قبل موت سن لیا تھا اور مرنے کے بعد نہیں سنتے (کرمانی) اور عینی اور ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ قول عائشہؓ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے خلاف ہے لیکن جمہور نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے اور ابن عمرؓ کی روایت کو قبول کیا ہے اسلئے کہ ابن عمرؓ کے غیر سے اسی کے مانند مروی ہے اور سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ اس وقت حاضر نہیں تھیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقولہ فرمایا تھا پس غیر ان عائشہؓ کا جو حاضر تھا وہ زیادہ یادداشت رکھنے والا ہے واسطے روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لیکن آیت (جو خلاف واقع ہوتی ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکا مطلب یہ ہے) مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کیا پس تو سنا سکے گا بہروں کو

بارہ دکھا سکے گا اندھوں کو یعنی اللہ ہی ایسا کرسکتا ہے (اسی طرح اہل قبور کو اللہ ہی سناتا ہے، آپ کے بس کا یہ کام نہیں ہے) اور کہا ابن تین نے نہیں معارضہ ہے درمیان آیت اور حدیث کے اس لئے کہ مُردہ میں خود بنفسہ طاقت سننے کی نہیں ہوتی لیکن جب اللہ پاک کسی کے سنانے کا ارادہ کرتا ہے جس کی شان سے سننا نہیں پایا جاتا تو کوئی طاقت اسکو نہیں روک سکتی۔ اور یہی بات صحیح ہے مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے کہ ہم نے پیش کیا تھا اس امانت کو (یعنی قرآن کو) اوپر پہاڑوں کے الخ اور مانند کہنے اللہ تعالیٰ کے فرمایا واسطے اس کے اور زمین کے آجاؤ تم الخ۔

تنقیح۔ یہ تینوں عالم مذہبی ہیں کہ جن کے مذہب میں سماع موتیٰ ثابت نہیں لیکن یہ منصف علماء کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کے آگے اپنے تمام ہتھیار باطلہ ڈالدیتے ہیں اور حق امر کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہی حال متاخرین میں سے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا تھا نفعنا اللہ عنہم۔ اور یہی بات بعض متقدمین ومتاخرین کتب حنفیہ میں پائی جاتی ہے کہ جو بات مذہب حنفیہ کی خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتی ہے اس کی کسی جگہ کھلے لفظوں میں تردید کر دیتے ہیں کہیں اشارہ کر جاتے ہیں، کہیں تحقیق سے کام لیتے ہیں۔ کہیں بوجہ مرض تقلید اس کے خلاف بھی کر جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ خلاف مذہب حنفیہ ہے یعنی ان کے ہاں سماع موتیٰ ثابت نہیں اس لئے وہ حضرات اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاویل بیجا کرتے ہیں اور اسی طرح

ہر وہ حدیث کہ جس میں سماع موتٰی ثابت ہو کہیں ضعیف کہکر ٹالدیتے ہیں کہیں معجزہ کی قید لگا دیتے ہیں کہیں خصوصیت بتا دیتے ہیں کہیں صرف سوال و جواب کے وقت کی قید لگا دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت انصاف اور عدل کی بات یہی ہے کہ یہ سب امور ان کو اس وجہ سے کرنے پڑتے ہیں کہ ان کے مذہب میں سماع موتٰی جائز نہیں ہے۔

احادیث کو دیکھیں تو اپنے مطلب میں صاف پاویں کہ سماع موتٰی ثابت ہے۔ ایک مولی سی بات ہے کہ اس حدیث ابن عمرؓ میں جو علماء حنفیہ خاصہ کی قید لگاتے ہیں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اسکی دلیل ہم شرعاً پوچھتے ہیں کیا ہے؟ ہم یقیناً کہتے ہیں کہ اسکی دلیل علماء حنفیہ شرع محمدی سے کچھ نہیں دیسکتے اور جو قول عائشہؓ یا آیت وغیرہ سے استدلال کرکے کہتے ہیں اسکا وہ مطلب نہیں جیسا کہ تفصیل نمبر ۲ میں معلوم ہوگا انشاءاللہ۔

یہ ایک روایت صحیح بخاری کی اس امر میں نقل کی گئی ہے باقی صحیح مسلم و ترمذی وغیرہا کی روایتیں اہل قبور پر سلام کرنے کی آچکی ہیں وبیز اہل قبور کے جواب دینے کی۔ اور خفق نعال کی جو روایات طرق کثیرہ صحیحہ سے کتب حدیث میں مروی ہیں۔ ان احادیث کی مخصص کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ حنفیہ کرتے ہیں کہ صرف سوال و جواب کے وقت جوتی کی آہٹ معلوم کرتے ہیں پھر نہیں۔ پھر نہیں کے لئے دلیل شرعی چاہیئے اور کوئی آیت یا حدیث سوائے رائے یا قیاس کے اس امر میں نہیں ہے اور وہ کسی محقق کے نزدیک مسلم نہیں۔ اور جو علماء حنفیہ ان سلام والی

۱۷۰

۹۰

روایتوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں، یہ بے ثبوت بات ہے۔ سلام تو کیا جائے اہل قبور کا نام لیکر اور جواب دیں فرشتے، آخر اس کیلئے کونسی دلیل شرعی ہے سوائے قیاس و رائے کے جو کسی مسلم کے نزدیک صریح صحیح احادیث کے مقابلہ میں مقبول نہیں ہو سکتے۔

غرض یہ مسئلہ اپنے بارے میں صاف ہے کہ مُردے واہل قبور جتنا خدا چاہتا ہے سنتے ہیں۔ اور جو اس کے متعلق نہ سننے کے قائل ہیں دیتا دیلات بیجا کر کے اصل مطلب بگاڑتے ہیں اور اس کے سمجھنے کے لئے اتنا غور اور درکار ہے کہ ہر مسلم کے نزدیک ان کا ثواب و عذاب مسلّم ہے۔ جب ثواب و عذاب مسلّم ہے تو صرف یہ نزاع رہا کہ آیا روح جسم میں رہتی ہے یا علیحدہ، سو اسمیں تفریق ہے۔ بعض کہتے ہیں صرف سوال و جواب کے وقت لوٹائی جاتی ہے پھر مار دیئے جاتے ہیں یعنی روح کا تعلق بالجسم ایسا نہیں رہتا سو یہ کچھ مضر نہیں روح خواہ علیین میں رہے یا سجین میں جب ثواب و عذاب ہوگا اور بدن کو وہ تکلیف محسوس ہوگی تو لازمی امر ہے کہ روح و بدن ہر دو کو اسکا احساس ہوگا اور یہی بات از روئے عقل بھی ہونی چاہئے کہ ثواب روح و بدن دونوں کو ہو اسی طرح عذاب بھی اس لئے کہ دنیا میں کاسب ہر دو تھے اور جملہ جَزَآءً بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بھی اسی کا مؤید ہے۔

پس جب کہ مسلم طور پر ثواب و عذاب کے مستحق وہ ہیں اور قیامت تک ثواب و عذاب کے تعلقات کا حس انکو معلوم ہوتا ہے تو پھر کونسی چیز اُن کو اس امر سے مانع ہے کہ وہ سلام کا جواب نہ دے سکیں یا سماع موتی

ثابت نہو باوجودیکہ مسلمہ طور پر منکر و نکیر کے سوال کے وقت مانعین اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ پس فیصلہ ہوا بعد تسلیم کونسی حدیث صحیح ایسی آئی ہے کہ جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ وہ پھر نہیں سنتا صرف سوال وجواب کے وقت ہی سنتا ہے، حالانکہ احادیث صریحہ صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ سنتا ہے اور اسی واسطے سلام کرنا آیا ہے اور اُس کے جواب دینے کی بھی حدیث آچکی ہے۔ اور جو علماء بجائے اہل قبور کے فرشتوں کے جواب دینے کو تسلیم کرتے ہیں وہ بے دلیل بات ہے شریعت کا مسئلہ نہیں، اپنی طرف کا منگھڑت جواب ہے۔

مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی کا عقیدہ۔ جمال مصطفیٰ ص ۲۰۷ کا فوٹو ملاحظہ کریں۔

۲۰۷

بلحاظ نزدیک اس کے لئے دس درجے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً (ترمذی)

"بہت نزدیک لوگوں کے ساتھ میرے دن قیامت کے اکثر ان کے ہیں مجھ پر درود پڑھنے والے"

یعنی مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والے قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ میرے نزدیک ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فرشتے درود پہنچاتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ

"تحقیق اللہ کے کتنے فرشتے ہیں پھرنے والے زمین میں پہنچاتے ہیں مجھ کو میری امت کی طرف سے سلام" (مشکوٰۃ شریف)

معلوم ہوا۔ کہ جو متبع سنت شمع رسالت کا پروانہ بڑی محبت اور خلوص سے حضور پر سلام پیش کرتا ہے۔ فرشتے اس کو لے جا کر حضور کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے، کہ فرشتے اس کا نام بھی بتاتے ہیں۔ مثال کے طور پر فرشتے حاضر ہو کر یوں عرض کرتے ہیں۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ عاجز مسکین محمد صادق بن شمس الدین سیالکوٹ سے یعرضک السلام۔ خدمت اقدس میں سلام عرض کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی ○

حضور ہر جگہ حاضر نہیں فرشتوں کے درود و سلام پہنچانے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی۔ کہ حضور بنفس نفیس ہر جگہ حاضر نہیں ہیں۔ جیسا کہ

۱۵

مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی لکھتے ہیں: اسی طرح قرآن مجید میں ہے "اِنَّکَ لَا تُسمِعُ الْمَوْتٰی" (تم مردوں کو نہیں سناتے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے سماع موتی کی نفی کی ہے مگر جس وقت یا جس لفظ کو اللہ تعالیٰ چاہے پہنچادے، اب تخصیص میں مورد پر اقتصار چاہئے۔ حدیث بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد آدمی لوٹتے ہیں تو قبر والا جوتوں کی آواز سنتا ہے، یہ وقتی خصوصیت ہے۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ہے "سلام کو صاحب قبر سنتا ہے"۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مروی ہے "اگر آپ کی قبر کے پاس درود پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں"۔

(الاصلاح حصہ اول ص ۹۱ بار اول مطبوعہ: حجازی پریس لاہور ۱۰۔ محرم ۱۳۶۰ھ)

نیز لکھتے ہیں: "جواب: انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں، یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی۔ انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں۔ اسی لئے تنعیم وتعذیب کی صورت ہے۔ حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری) اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور حدیث مسلم میں ہے۔" اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں" اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے اس کی سند جید ہے مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن اعرج ہے، جو مجہول الحال ہے مگر درود قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں۔ (مولانا حافظ گوندلوی الاعتصام جلد: ۲ شمارہ: ۸ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ج ۹ ص ۱۲۵ تا ۱۲۶)

مولانا حکیم ایچ صمصام صاحب اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:

کہاں جدا السلام علیکم میں نزدیک روضے دے — سنے خود اپنی کنیں سید الابرار ہو چلے
کیہا جدا السلام علیک ایہا النبی میں نے — آوازاں میریاں رب نے نبی دے کنیں پادتیاں

(گلدستہ صمصام ص ۱۰، ۱۱ ناشر: ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

کیہا صدا السلام علیک ایہا النبی میں نے

آوازاں مہرباں رب نے نبی دے کنیں پاوتیاں

(گلدستہ صمصام ص: ۱۰، ۱۱ ناشر: ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد)

۱۴۴

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

الحمد للہ کہ رسالہ ہدایت مقالہ

در نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

المسمّٰی بہ

گلدستۂ صمصام

• سرکار دا دربار • شمع رُوئے محمد • پُھل جھڑیاں

• رحمت دی بارش • امتاں دا لاڑا • گنہگار دا حج

• نال حلیماں پڑا انگلت دے کھاندا • نام محمد والا کاہے ٹھار دا

مصنفہ حکیم الحاج صمصام صاحب مرحوم ومغفور ستیانہ بنگلہ فیصل آباد

ناشر

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سرشار ہو چلیے

مدینے دی محبت وچ دلا سرشار ہو چلیے | جنہوں لوکی شفا پاون اسیں بیمار ہو چلیے
میں صدقے جس جگہ سردار دو عالم دے پھردے | اوہناں نورانی گلیاں وچ چلو اک وار ہو چلیے
خدا دے گھر دے گرد اگرد پھر پھر کے گناہ جھاڑے | چلو ہن روضۂ جنت دے بھی حقدار ہو چلیے
نبیؐ پاک دا محراب تے منبر اکھیں تکیے | گناہاں دی تپش اُتے ٹھنڈے ٹھار ہو چلیے
گناہاں والی کالک نے کیتا ہے دل تے مُنہ کالا | زیارت روضۂ انور تھیں پُر انوار ہو چلیے
اوہ مسجد جس دا بیڑا ہے محمدؐ ہے ملاح جس دا | ہووے قسمت تے بیڑے پور چڑھ کے پار ہو چلیے
مکاں نالوں مکیں دا مرتبہ عالی جہاں جانے | اوتھے آرام فرماوے میری سرکار ہو چلیے
اوہ جس دے قدم فرشاں نوں چلے تے عرش تک پہنچے | شفاعت دا وسیلہ قبر دا دیدار ہو چلیے
اشارہ جس دی انگل دا قمر نوں کر گیا ٹکڑے | مدینے وچ اوسے سرکار دا دربار ہو چلیے
کہاں صد السلام علیکم میں نزدیک ہنے دے | سُنے خود آپ کنیں سیدالابرار ہو چلیے
کوئی جاوے نہ جاوے ایہہ تاں اپنی اپنی مرضی ہے | اسیں صمصام اپنے پیر دے دربار ہو چلیے

سلام آکھاں

بحمد اللہ میں آپے جا کے سرورؐ نوں سلام آکھاں | رُخ انور دل اطہر مطہر نوں سلام آکھاں
ہوا کسے بہانے بھی سنیہا نہ دمنداں دا | میں حاضر ہو کے خود اپنے پیغمبر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جنہوں سرکار نے فلکیں بلایا سی | شفیع المذنبین دُنیا دے جوہر نوں سلام آکھاں

سلام آکھاں جو آدمؑ تا لوں پہلاں رحمتاں بنیاں ۔ تے آدمؑ دی نسل ساری تھیں بہتر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جو انگلی نال چند نوں کر گیا ٹکڑے ۔ میں اس خوش رحمتے خوشخو نوں تے خوشتر نوں سلام آکھاں
سلام آکھاں جیہدی اُمت زمانے تھیں نرالی اے ۔ اوہ سب نبیاں دے افضل نوں تے بہتر نوں سلام آکھاں
جیہدے بچے تھیں نہراں وچ مٗراں نے چلائیاں سن ۔ میں اُس رحمت تے برکت نوں تے مہتر نوں سلام آکھاں
جو ماراں کھا کے دشمن تھیں ہدایت دی دُعا منگدا ۔ میں اُس اُلفت دے پتلے نوں بہادر نوں سلام آکھاں
کفاراں نے جیہنوں مجبور کر کے کڈھ دِتا گھروں ۔ میں اُس مظلوم گھر چھڈ گئے مہاجر نوں سلام آکھاں
فتح مکہ دے دن جس نے معافی کفر نوں بخشی ۔ میں اس دریائے رحمت دے شناور نوں سلام آکھاں
ہو کوئی جاوے کسے پاسے ایہہ اپنی دل پسندی اے ۔ مگر صمصام میں تے اپنے رہبر نوں سلام آکھاں

ٹھنڈاں پا دِتیاں

۲۳ ر دسمبر ۱۹۴۴ء کو جہاز انگلستان میں لکھی گئی

مدینے دی زیارت نے کلیجے ٹھنڈاں پا دِتیاں ۔ تمامی دل دیاں مرضاں بحمداللہ گوا دِتیاں
نظر آیا جدوں پہلاں میلاں توں جلوہ مدینے دا ۔ اکھاں بھکھیاں نوں دس گنبد نے بھکھا ہور لا دِتیاں
میں مدتاں دا مزا آیا درُوداں دا سلاماں دا ۔ جو رُتیاں دل دیاں ستیاں نظارے نے جگا دِتیاں
ہوئی جدوں نفلی سجدے وچ باب مجیدی تھیں ۔ اکھاں ٹھریاں زینت نے کلیجے ٹیساں لا دِتیاں
خدا شاہد جنتر کاں ہاں جیہناں تھیں فرح کر کے ۔ جنہاں نوں سرچم نبی سندیاں مُکتاں مچا دِتیاں
پہنچی جدے کچھیاں نوں آقا دی مسجد جھٹ گھماں دی ۔ جیہدے اندر نبی پاک نے عمراں لنگھا دِتیاں
جیہدے بلوچ تے بیٹھ کے کیتے سرکار نے سجدے ۔ اوہ پتھر تا سیر بلال پیشانیاں مولاں دکھا دِتیاں
تا کہ بیٹھ کے سی دل یار دا شان عمری نال ۔ جیوں سرکار نے زندگی دیاں گھڑیاں وہا دِتیاں
کیہا جا السلام علیک ایہا النبی میں نے ۔ آوازاں میریاں رب نے نبی دے کنّیں پا دِتیاں
نبی دے گھر تے منبر دے وچکار کیاری جنت دی ۔ خدا دا شکر جس نے اس وچ گھڑیاں لنگھا دِتیاں
تیری قسمت کا شہرہ ہو گیا صمصام ملکاں تے ۔ کہ ایسے بخت سبز دیاں آساں پہنچا دِتیاں

مولانا محمد اعظم صاحب لکھتے ہیں: "قبر نبوی ﷺ مدفن رحمۃ للعلمین: مسجد نبوی ﷺ میں نماز دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھ کر پھر قبر مصطفی ﷺ پر انتہائی ادب اور عقیدت سے درود وسلام پڑھے۔ حدیث شریف میں ہے: "مامن احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام" جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالی میری روح لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب اسے لوٹا دیتا ہوں"۔

(حج مسنون ص ۵۳ تا ۵۴ ناشر: مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث نزد کیمپ نمبر ۲ فاروق گنج گوجرانوالہ)

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (التوفی ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۸ھ) نے (حسن البیان صفحہ ۷۲ تا ۷۳) میں سماع موتی کے مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سماع موتی والی کو ترجیح دی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تردید کی ہے۔

مولانا احمد حسن دہلوی "تنقیح الرواۃ" اور "احسن التفاسیر" میں بھی سماع موتی کو ترجیح دیتے ہیں۔

ان چند علمائے اہل حدیث کا ذکر راقم الحروف نے کر دیا ہے جو حضرت شاہ صاحب گجراتی کے ہاں اہل حق ہیں۔ نیز غیر مقلدین کی نئی نسل تشدد کی بناء پر تباہی کا راستہ اختیار کر رہی ہے، شاید یہ حوالے ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جائیں۔ "اِنْ اُرِیْدُ اِلاَّ الْاِصْلاَحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلاَّ بِاللہِ"۔

مولانا محمد یوسف صاحب سنت پوری غیر مقلد لکھتے ہیں: "سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد زاہد مسجد میں رہتا تھا، کسی عورت کی نیت بد اس کی طرف ہوئی، اور چند روز کی انتھک کوشش سے اس کو اپنے جال میں پھنسا ہی لیا، اس کو کوٹھڑی میں لے جانے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس نوجوان کو آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰۤئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ" آتی ہے، اور بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے، بہت دیر کے بعد جب ہوش آتا ہے، تو پھر یہی آیت پڑھ کر اس پر اس قدر خوف طاری ہوتا ہے کہ اس دفعہ بے ہوشی کے عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ رات کا وقت تھا، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ لوگوں نے رات ہی سپرد خاک کر دیا۔ صبح سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، تو اس کے باپ سے تعزیت وتسکین کر کے مجمع کثیر کے ساتھ اس نوجوان کے قبر پر نماز جنازہ پڑھ کر اس نوجوان کو خطاب کر کے آواز دی اور کہا "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ"۔ فوراً قبر کے اندر سے آواز آئی "مجھے میرے مالک نے وہ دو جنتیں دو دو دفعہ عطاء فرمادی ہیں"۔ (خطبات محمدی بحوالہ ابن کثیر وابن عساکر کفضائل الشیخین باحادیث رسول الثقلین ص ۴۷ ج ۲)

(تفسیر ابن کثیر عربی ص ۲۷۹ ج ۲) میں یہ واقعہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی تاریخ کے حوالہ سے اسی آیت مذکورہ کے تحت نقل کیا ہے۔ یہ آیت (اعراف: ۲۰۱) میں آتی ہے۔

صاحب شمس التواریخ لکھتے ہیں کہ: "حضرت شیر خدا علی المرتضی رضی اللہ عنہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو گئے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے علی! تم ہی مجھے غسل دینا اور تم ہی کفن پہنانا، اس سے فارغ ہو کر میرا جنازہ روضہ اطہر کے پاس دروازہ پر لے جانا، اگر دروازہ خود بخود کھل جائے تو آنحضرت ﷺ کے پاس دفن کرنا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا"۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اس ہدایت کے مطابق ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ روضہ مطہرہ اقدسہ کے دروازہ پر رکھ دیا اور عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کا یار غار ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے جوار میں دفن ہونے کا امیدوار ہے، اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور یہ آواز آئی "ادخلوہ وادفنوہ کرامۃ" اس کو داخل کرو اور عزت سے دفن کرو"۔ (فضائل الشیخین ص ۱۱۲ ج ۱، فضائل صدیق رضی اللہ عنہ)

پس شنیدم گوینده را که میگوید داخل کنید محبوب را بسوئے محبوب۔

(واقعہ دفن صدیق اکبر در روضہ مطہرہ) فتاوی عزیزی ص ۹ ۶ ج ۲)

پس بولنے والے کو میں نے سنا کہ کہہ رہا تھا: ''داخل کرو محبوب کو اپنی محبوب کی طرف''۔

تفسیر کبیر سورۃ کہف میں ہے ''ادخلوا الحبیب الی الحبیب'' (دوست کو دوست کی طرف داخل کرو)

حضرت شاہ صاحب گجراتی اور ان کے حواریوں کے چند کمالات

حضرت شاہ صاحب گجراتی کے سرپرستی میں گجرات سے ایک رسالہ جاری کیا گیا جس کا نام ''صراط مستقیم'' رکھا۔ کچھ مدت اسی نام سے شائع ہوتا رہا۔ پھر اچانک اس کا نام ''الصراط المستقیم'' ہو گیا اور اسی نام سے کچھ مدت چلتا رہا ہے، پھر اس کا نام ''نغمۂ توحید'' رکھا گیا اور ''صراط مستقیم'' اور ''الصراط المستقیم'' سے منہ موڑ لیا اور گویا صراط مستقیم کو دل سے ناپسند کرتے ہوئے صرف زبانی طور پر نغمے توحید گائے جارہے ہیں۔ آئندہ کا خدا تعالیٰ کو علم ہے کہ اس کا پھر کیا نام تجویز ہوگا، جس طرح شاہ صاحب گجراتی نے کئی عقیدے بدلے ہیں اور دل کا اطمینان حاصل نہیں ہوا اسی طرح رسالہ کا نام رکھنے پر بھی شاہ صاحب نے کئی قلابازیاں کھائی ہیں۔ ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم سے نہ ہٹائے آمین۔ اب آیئے اس رسالہ کا مطالعہ کریں جس کو حضرت شاہ صاحب نے جاری کرایا ہے، اس میں کیا کیا صراط مستقیم کے موافق باتیں لکھی گئی ہیں اور کون سے توحید کے نغمے گائے گئے ہیں۔؟

کمال نمبر ۱: مولانا محمد طاہر پنج پیری کے حالات میں محمد افضل صاحب ضیاء لکھتے ہیں: ''آٹھواں مناظرہ'' میانوالی میں عبداللہ چکڑالوی سے ہوا، بفضل اللہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (پنج پیری) جیت گئے۔ (صراط مستقیم ص ۶۴ رجب ۱۴۰۸ھ مطابق مارچ ۱۹۸۸ء) ضیاء صاحب نے پتہ نہیں یہ واقعہ اپنے کس کذاب رہنما سے سنا ہے یا خود ہی فن کذب میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔؟ کیونکہ عبداللہ چکڑالوی کی وفات ۱۳۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ دیکھئے نزہۃ الخواطر ص ۲۹۱ ج ۸ اور انگریزی سن اور تاریخ کے لحاظ سے ۱۹۱۵ء میں اس کی وفات ہوئی ہے، جب کہ ضیاء صاحب مولانا پنج پیری صاحب کی پیدائش کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: ''۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۵ء میں اس بستی کے ایک معزز زمیندار گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا ہو کر شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد طاہر کے نام سے دنیا میں معروف ہوا''۔ (صراط مستقیم ص ۵۹)

اب ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۵ء میں پیدا ہونے والا بچہ کس طرح عبداللہ چکڑالوی سے مناظرہ کر سکتا ہے جو ۱۹۱۵ء میں فوت ہو گیا تھا۔؟ جب کہ ضیاء صاحب لکھتے ہیں: ''پہلا مناظرہ ۱۹۴۱ء میں تورڈھیر ضلع مردان (موجودہ صوابی) میں ہوا۔ سبب مناظرہ'' نذر کی گائے'' تھی، جسے بابا صاحب کے مجاور فروخت کر رہے تھے، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (محمد طاہر) نے خریدار سے فرمایا: ''یہ حرام ہے''۔ مناظرہ ہو، آپ جیت گئے''۔ (صراط مستقیم ص ۶۳)

ضیاء صاحب کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ''مولانا محمد طاہر کے مناظرہ کا آغاز ۱۹۴۱ء سے شروع ہوا''۔ تو عبداللہ چکڑالوی (المتوفی ۱۹۱۵ء) سے آٹھواں مناظرہ کس طرح ہو گیا تھا۔؟ اس لئے ضیاء صاحب نے اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہوئے آٹھویں مناظرہ کی تاریخ نہیں لکھی جب کہ باقی ساتوں مناظروں کی تاریخ لکھی ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ   دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

کمال نمبر ۲: مولوی محمد حسین ہزاروی ناظم نشر و اشاعت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ پنجاب دیکھئے (صراط مستقیم شوال ۱۴۰۷ھ ص ۱۰) لکھتے ہیں:

''حضرت قاری (محمد طیب) صاحب نے تمام علماء کرام کو دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی مدعو کیا اور وہاں حضرت شاہ صاحب (گجراتی) کی نمائندگی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے فرمائی، اور فریقین کے مابین معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ جب حضرت قاری صاحب، شاہ صاحب سے ملنے آئے تو حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے فرمایا: ''قاری صاحب نے میراث تقسیم کردی، میں تو ان دستخطوں کو نہیں مانتا''۔ جب حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے کھل کر مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بحث کی، اور قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ سے دلائل و براہین کے ساتھ مسئلہ بیان فرمایا تو حضرت قاری صاحب فرمانے لگے'' آپ نے تو علمائے دیوبند کے صحیح اور احسن مسلک کو بیان کردیا، آپ کا ماتھا چوموں کہ پاؤں۔؟ آپ حق پر ہیں''۔ اور دوبارہ تحریر فرمایا کہ: حضرت شاہ صاحب صحیح دارالعلوم دیوبند کے خادم ہیں، جاتے ہوئے شاہ صاحب کی چھڑی تحفۃ لے گئے کہ دیوبند رکھوں گا''۔ (الصراط المستقیم ص ۴۰ یکم رمضان ۱۴۰۹ھ) یہ شخص مولوی محمد حسین بہت بڑا کذاب ہے، اور بہتان باندھنے میں ماہر نظر آتا ہے۔ معاہدہ کے بعد حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ چل کر شاہ صاحب گجراتی کے پاس نہیں آئے تھے بلکہ شاہ صاحب گجراتی خود فرماتے ہیں: ''چند دنوں کے بعد قاری محمد طیب رحمہ اللہ لاہور پہنچے تو میں بھی مولانا محمد امیر بندیالوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر لاہور پہنچ گیا''۔ (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ جلد نمبر: ۱ شمارہ نمبر: ۴ ص ۵۲) اب یہ دونوں متعارض باتیں شاہ صاحب گجراتی کے اس رسالے میں شائع ہوئی ہیں جو شاہ صاحب گجراتی کی زیر نگرانی و زیر سرپرستی جاری وساری ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس تحریر میں کئی جھوٹی باتیں موجود ہیں مثلاً:

(۱)...... شاہ صاحب گجراتی کا حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ کے سامنے دلائل بیان کرنا۔

(۲)...... پھر قاری صاحب رحمہ اللہ کا شاہ صاحب گجراتی کے نظریہ کو علمائے دیوبند کا صحیح نظریہ قرار دینا۔

(۳)...... پھر یہ کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا شاہ صاحب گجراتی کو یہ فرمانا کہ'' آپ کا ماتھا چوموں یا پاؤں چوموں''۔ حالانکہ چومنے والے پوچھا نہیں کرتے، بلکہ وہ کر ہی گزرتے ہیں۔

(۴)...... پھر دوبارہ تحریر کرنا کہ حضرت شاہ صاحب گجراتی صحیح دارالعلوم دیوبند کے خادم ہیں۔

(۵)...... پھر شاہ صاحب کی چھڑی تحفۃ لے جانا۔ کیا دیوبند میں چھڑی مکھیاں اڑانے کے لئے ضرورت تھی۔؟ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔'

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا اعتبار نہیں

شاہ صاحب گجراتی کے عقیدے کی وضاحت اور قاری صاحب کی تحریر پر رضامندی کا ذکر پہلے بہت تفصیل سے گزر چکا ہے۔

کمال نمبر ۳: مولوی محمد حسین ہزاروی لکھتے ہیں: ''بقول حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ، آخری دنوں میں (حضرت لاہوری رحمہ اللہ) بار بار فرماتے کہ'' شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے عظیم کارنامے ہیں، لاکھ احمد علی رحمہ اللہ ہوں تو بھی غلام اللہ بھاری ہے''۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ

خان رحمہ اللہ نے جیل روڈ پر مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر کی۔ حضرت بنفس نفیس سنتے رہے اور بعد میں فرمایا: ''حضرت اس مسئلہ میں میرا آپ کے ساتھ اتفاق ہے مگر اس مسئلہ کو عوام کے سامنے بیان کرنا اچھا نہیں سمجھتا''۔ صرف اس اظہار کے لئے مولانا احمد علی رحمہ اللہ جیل روڈ گئے''۔ (الصراط المستقیم گجرات یکم رمضان ۱۴۰۹ھ ص ۳۹ تا ۴۰)

الجواب: مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ پر ایک جھوٹی بات کی تہمت لگائی گئی ہے ان کے مرحوم ہو جانے کے بعد، جب کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا عقیدہ واضح تھا جس کا بیان ''خدام الدین'' کے حوالہ سے گزر چکا ہے، جس میں منکرین حیات النبی ﷺ کو وہ دل کا اندھا شمار کرتے ہیں۔ اور جون ۱۹۶۰ء میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب گجراتی کو مسئلہ حیات النبی ﷺ میں نزاع ختم کرنے کے لئے مبادی طے کرنے کے لئے لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں آنے کی دعوت دی۔ دیکھئے (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جولائی اگست ۱۹۶۰ء ص ۱۰) مگر جب لاہوری رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ مولانا عنایت اللہ شاہ اور ان کے ساتھی ان کی مسجد میں آ رہے ہیں تو انہوں نے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کو فرمایا کہ ''یہ لوگ میری مسجد میں نہ آئیں، بلکہ اپنے پاس نظام العلماء کے دفتر میں ان کو دعوت دے کر بٹھا کر گفتگو کرو''۔ جس کی وجہ سے مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے ان حضرات کو پھر خط کے ذریعے دفتر نظام العلماء میں آنے کی دعوت دی مگر یہ حضرات حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مسجد میں حاضر ہوئے اور ان سے گزارش کی کہ ''مولانا غلام غوث نے ہمیں یہاں شیرانوالہ کی جامع مسجد میں حاضر ہونے کی دعوت دی تھی اب ہم ان کی دعوت پر حاضر ہو گئے ہیں مگر ان حضرات میں سے کوئی بھی یہاں موجود نہیں''۔ تو حضرت مولانا (لاہوری) مدظلہ نے ان کی درخواست پر آدمی بھیج کر آپ (مولانا ہزاروی) کو بلایا۔ تو مولانا ہزاروی رحمہ اللہ جواباً تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت (مولانا احمد علی صاحب) نے فرمایا کہ ''آپ کو غلام غوث نے دعوت دی ہے، آپ دفتر میں تشریف لے چلیں مگر آپ تشریف نہ لائے اور مجھے بار بار لکھتے رہے کہ ہم مسجد میں ہیں''۔ دیکھئے (تعلیم القرآن ص ۶ ماہ جولائی اگست ۱۹۶۰ء) حضرت شاہ صاحب گجراتی، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں مگر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو کشف کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا کہ اس شاگرد میں اصلاح اور ماننے کی صلاحیت نہیں البتہ بگڑنے کی صلاحیت موجود ہے، اس لئے انہوں نے مسجد میں آنے سے ان کو روکا، لیکن جب یہ نہ رکے تو ان کو مولانا غوث صاحب رحمہ اللہ کے پاس جانے کی تلقین کی، لیکن جب اس نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی اس بات کو بھی نہ مانا تو حضرت لاہوری نے اس سے نفرت کرتے ہوئے خود ہی کہیں چلے گئے۔ چنانچہ تعلیم القرآن کی اسی پرچہ کے (صفحہ: ۸) میں موجود ہے ''خود مولانا احمد علی صاحب نے اس روز دو تین نمازیں اپنی مسجد سے کہیں باہر ادا کیں''۔ دریں اثناء بیرول جات سے آئے علماء کو یہ پیغام ملا کہ وہ اس مقصد کے لئے سابق مجلس احرار کے دفتر میں تشریف لائیں مگر ان حضرات نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تو صرف اسی مقام پر گفتگو کرنے کو تیار ہیں جس کے لئے قبل ازیں ہمیں دعوت دی گئی ہے۔ نتیجتاً علماء کی یہ جماعت پورا ایک دن انتظار کرنے کے بعد لاہور سے واپس چلی گئی۔

قارئین کرام نے اندازہ لگایا ہوگا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو، حضرت شاہ صاحب گجراتی سے کتنی نفرت تھی کہ اپنی مسجد چھوڑ کر کہیں باہر چلے گئے اور ان کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا حالانکہ اس زمانہ میں مسئلہ اتنا شدید نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب ہزاروی جھوٹ بولنے میں کافی مشاق اور ماہر ہیں۔ (خدا جھوٹے کا منہ کالا کرے آمین)

کمال نمبر ۴: مولوی شیر محمد صاحب لکھتے ہیں: ''حدیث اور حدیث کی سند کا حال آپ نے دیکھ لیا ہے کہ جس میں الحسین بن صباح جلاء الافہام طبع اوّل ص ۲۴ طبع دوم ص ۱۹ جیسی مجہول العین اور مجہول الحال شخصیت موجود ہے اور اس کی ثقاہت اور عدالت ثابت کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر کوئی مرد مجاہد ہے تو میدان میں آئے اور اس کی ثقاہت اور عدالت ثابت کر کے دکھائے۔ (الصراط المستقیم گجرات ص ۵'۴ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ)

مولوی شیر محمد مؤلف '' آئینہ تسکین الصدور'' نے حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعته'' (جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں) کی سند کے ایک راوی حسین بن صباح کو مجہول قرار دیا، حالانکہ یہ راوی حسین بن صباح نہیں بلکہ حسن بن الصباح ہے۔ (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۱۸) میں صحیح نقل کیا گیا ہے اور اس کی ثقاہت (ص ۳۱۹) میں ہمارے شیخ مکرم دامت برکاتہم العالیہ نے ذکر کر دی ہے، البتہ مولوی شیر محمد کا یہ وہم، کہ جلاء الافہام کی طبع اول و دوم میں الحسین ہے، مولوی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور جلاء الافہام میں کتابت کی اور غلطیاں بھی ہیں مثلاً طبرانی شریف کی سند سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان'' (جلاء الافہام ص ۶۳) نہیں کوئی بندہ جو میرے اوپر درود بھیجے مگر میں اس کی آواز سن لیتا ہوں وہ جہاں کہیں ہو۔

اس سے بریلوی حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر و عالم الغیب ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ لفظ ''صوته'' کتابت کی غلطی کی بناء پر واقع ہوا ہے صحیح ''صلوته'' (یعنی اس کا درود مجھے پہنچ جاتا ہے جہاں کہیں ہو) ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ دور کا درود شریف بذریعہ ملائک کے پہنچتا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے (القول البدیع ص ۱۵۸) میں ''بلغتنی صلوته'' کے الفاظ طبرانی سے نقل کئے ہیں۔ اسی طرح الحسین بھی جلاء الافہام میں غلط منقول ہوا ہے صحیح الحسن ہے۔ مولوی شیر محمد صاحب کے لئے تو اتنی ہی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر انہیں مرد مجاہد دیکھنے اور ان کی قوت مردی آزمانے کا شوق ہو تو یہ شوق بھی ہم ان کی پوری کر دیتے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (اللآلی المصنوعة ص ۲۸۳ ج ۱) میں اس سند کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔ ''اخرجه ابو الشیخ فی الثواب حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویة عن الاعمش به''۔ علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد، علامہ سیوطی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: اخرجه ابو الشیخ فی الثواب حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویه عن الاعمش به۔ قلت ورجال هذا السند کلهم ثقات معروفون غیر الاعرج هذا۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ص ۲۴۰ ج ۱) میں (البانی) کہتا ہوں اس سند کے تمام راوی ثقہ (معتبر) مشہور ہیں سوا اعرج کے۔ اس سند کا راوی الحسن مشہور و معروف و ثقہ ثابت ہو گیا۔ (فللہ الحمد) حضرت شاہ صاحب گجراتی کے رسالہ میں ایسے غلط اور جھوٹے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، اور ان کے اتباع واذناب جھوٹ بولنے اور غلط بیانی میں شب و روز مصروف و مشغول رہتے ہیں۔

شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے نادان نہ بھول خانۂ قصاب میں بھی شب و روز تکبیر ہے

کمال نمبر ۵: محمد افضل ضیاء صاحب لکھتے ہیں: ''اگست ۱۹۸۷ء کا ذکر ہے کہ خطیب اسلام حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے مسجد جامع رحمانیہ ڈنگہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا نماز سے فارغ ہوئے تو احباب نے چائے کا اہتمام کر لیا۔ چائے کی نشست میں مختلف مسائل چھڑ گئے۔ حضرت شاہ جی

مدظلہ حسب معمول دنیا و مافیہا سے بے نیاز ''سماع موتیٰ'' کے من گھڑت عقیدہ کے رد میں قرآنی آیات پیش فرما رہے تھے''۔ (ماہنامہ نغمہ توحید ص ۲۰ شوال، ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ)

الجواب: سماع موتیٰ کے مسئلہ کو من گھڑت کہنا خالص کذب بیانی ہے، کیونکہ صحیح حدیثیں سماع موتیٰ کے مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں، اور صحاح ستہ کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو روایت کیا ہے۔ کیا صحاح ستہ کے مؤلفین جھوٹی روایتوں کے روایت کرنے پر متفق ہو سکتے ہیں۔؟ (تفسیر جواہر القرآن ص ۹۰۲ سورۃ الروم) میں ہے: ''جب کہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں''۔

مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں: ''بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہو سکتا لیکن احوط اختیار کرتا ہوں''۔ فقط واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاوی رشیدیہ دہلی ص ۲۳ ج ۱)

اور ایک استفسار کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا: ''بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہو سکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں''۔ فقط واللہ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۱۹ ج ۱ بحوالہ شاہ صاحب گجراتی کا رسالہ صراط مستقیم رجب ۱۴۰۸ھ ص ۷۷)

نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''الحاصل راجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد، پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے''۔ (لطائف رشیدیہ ص ۱۵ بحوالہ صراط مستقیم مذکور ص ۷۸)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اطہر کے پاس شیخین کے سماع کے بھی قائل ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سماع موتیٰ کے مسئلہ کو بھی قوی قرار دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ یعنی ایک جانب کو حق اور دوسری جانب کو باطل قرار دیا جائے، یہ ناممکن ہے۔ چنانچہ سجاد بخاری فرماتے ہیں: ''نیز فیصلہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب کو حق اور دوسری کو باطل قرار دیا جائے''۔ (صراط مستقیم ص ۷۹)

نیز سجاد بخاری صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ سماع موتیٰ اور عدم سماع موتیٰ کے درمیان فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ نفس الامر میں کونسا مسلک درست اور کونسا غلط ہے''۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ جون ۱۹۶۲ء ص ۴۷)

اب جو شخص یہ فیصلہ دیتا ہے کہ سماع موتیٰ کا مسئلہ من گھڑت ہے، وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جھوٹا اور باطل پر کاربند ہے۔ حضرت شاہ صاحب گجراتی کے رسالہ میں جھوٹی باتیں بہت شائع ہو گئی ہیں۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

کمال نمبر ۶: محمد افضل ضیاء صاحب لکھتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں میں محاذ آرائی دیکھی تو اس جھگڑے کو نمٹنے کے لئے بارہا کوششیں کیں لیکن ایک فریق مسلسل حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات توڑ موڑ کر پیش کرتا اور سچ پوچھیں تو مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی مخالفت کے نشے میں کئی ترجمان اسلام غیر اسلام کی ترجمانی کرتے رہے''۔ (صراط مستقیم گجرات رجب ۱۴۰۸ھ ص ۵۵)

الجواب: حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء اور ستمبر ۱۹۶۲ء میں موجود ہیں، وہ تمہارے گلے کا کانٹا بن گئی ہیں۔ آپ لوگ ان عبارتوں کو خود توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں مگر جھوٹا الزام دوسروں پر لگاتے ہیں۔

بے حیاء باش، و ہر آنچہ خواہی، کن

آپ کی عبارت ''اور سچ پوچھیں تو'' سے بھی اشارہ نکلتا ہے کہ آپ اب تک جھوٹ بولتے رہے اب سچ بولنا چاہتے ہیں مگر آپ کا سچ پہلے جھوٹ سے بھی بدتر ہے، کیونکہ غیر اسلام کی ترجمانی تو کفر کی ترجمانی ہے، مطلب یہ نکلا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے عقیدہ کی اشاعت کرنے والے کافر تھے۔ (معاذ اللہ) تو پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو حجۃ الاسلام کہنے والے (جیسا کہ حضرت شاہ کے رسالہ ''الصراط المستقیم'' ۱۰ شوال ۱۴۰۹ھ میں ہے) کافر اور مرتد ہوں گے یا نہ ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

کمال نمبر ۷: ''نغمہ توحید'' ص ۵۴ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ میں موٹے الفاظ سے تحریر ہے: ''شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کا عقیدہ: حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی ایک تاریخی تقریر جو کیسٹ سے نقل کی گئی، آئندہ شمارے میں ملاحظہ کریں۔

الجواب: یہ اعلان خالص کذب بیانی پر مبنی ہے، آئندہ شمارہ تو کیا کئی شمارے مسلسل آتے رہے مگر کسی میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ تحریر نہ کیا گیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ لوگ کیسٹ مانگیں گے، ڈھول کا پول کھل جائے گا، اور شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

تفسیر جواہر القرآن کی حقیقت: یہ مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی طرف منسوب تھی۔ حضرت مولانا محمد عمر حیات صاحب ڈیروی مدرس تعلیم القرآن راولپنڈی لکھتے ہیں:

''اور آپ (مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ) کے افادات تفسیریہ کو آپ کے نامور تلمیذ رشید شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی ہدایات اور ان کی رہنمائی میں مولانا سید ابو احمد سجاد بخاری نے مرتب کیا جو ''جواہر القرآن'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے''۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی ص ۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دراصل مؤلف و مرتب ''مولانا سجاد بخاری'' ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی صرف ہدایات ہیں، جن میں سے بعض پر عمل ہوا اور بعض پر مرتب نے عمل نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ اس میں تعارض و تضاد بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ''تفسیر جواہر القرآن'' کے (صفحہ: ۱۹) میں ہے کہ ''سماع موتی ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے''۔ جب کہ سورۃ الروم (صفحہ: ۹۰۲) میں ہے کہ: ''قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں''۔

خود مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ایک ضروری توضیح: ...... بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتی دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے لیکن احقر راقم کو ''تفسیر جواہر القرآن'' (سورۂ روم) اور پھر (اقامۃ البرہان ص ۶۷) میں خود لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تامل رہا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ص ۲۷)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ سجاد بخاری کی تالیف ہے۔ مولوی عبدالکریم میرانی نے اپنے رسالہ (غضب حق ص ۱۰ تا ۱۱) میں بھی اس کو سجاد بخاری کی تالیف قرار دیا ہے۔ اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے مؤلف ہونے کا انکار کیا ہے۔ خود مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بھی ''تفسیر جواہر القرآن'' پر مطمئن نہ تھے۔ چنانچہ خود سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں ''حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے ''تفسیر جواہر القرآن'' کو از سر نو مرتب کرنے کا پروگرام بنایا تھا، جابجا کچھ ضروری اضافات کا خیال تھا، چنانچہ انہوں نے سورۃ الم تنزیل السجدہ سے کام کا آغاز فرمایا، وہ

اشارات لکھ کر احقر کے حوالے کر دیتے اور وہ اس کو مناسب انداز میں ان کے مواقع پر ثبت کر دیتا۔ تقریباً پانچ پاروں کا کام حضرت شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں مکمل ہو گیا تھا، آگے کام جاری ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔
(تعلیم القرآن، راولپنڈی جنوری ۱۹۸۳ء ص ۱۶)

اس لئے حیات شہداء کے ضمن میں جو ''حیات انبیاء علیہم السلام'' کا نظریہ ''تفسیر جواہر القرآن'' میں پیش کیا گیا ہے، حضرت خان صاحب مرحوم اس سے بری الذمہ ہیں، ان کے عقائد و نظریات ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے حوالے سے درج ہو چکے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن منافق نہ تھے بلکہ خالص موحد انسان تھے، اس لئے وہ اپنے نظریات کو بار بار بدلنے کی بدرسم کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے جو معاہدہ قاری محمد طیب رحمہ اللہ سے جون ۱۹۶۲ء میں کیا تھا، وہ اسی پر قائم رہے۔ چنانچہ ان کے رسالہ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۹ تا ۳۰) میں ہے ''من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی من بعید اعلمته''۔ (الدرر المضیئة علامہ علی قاری حنفی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی اطلاع مجھ کو دی جاتی ہے یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد (تعلیم القرآن ص ۸ ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں ہے: ''اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے، اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا، اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہیں، اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں، چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلا عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''۔

اس لئے گجراتی راہنما کی پارٹی کو اب جھوٹی کیسٹ کا حوالہ دینا پڑا جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بہر حال یہ تو شاہ صاحب گجراتی کے ارادتمندوں کے چند کمالات ذکر کئے گئے ہیں۔ اب خود حضرت شاہ صاحب کے چند کمالات ذکر کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

کمال نمبر ا: حضرت شاہ صاحب کی تقریر نشر کی گئی ہے۔ مشرکین کی قسمیں: (۱) اپر کلاس مشرک: کچھ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء و اولیاء کو اختیارات دے رکھے ہیں، وہ جسے چاہے نفع دیں، جسے چاہیں نقصان دیں، یہ اپر کلاس مشرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قول کی تردید یوں فرمائی: ''مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ'' (ترجمہ) وہ اختیار نہیں رکھتے۔

لوئر کلاس: دوسرے درجے کے مشرک کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء حاجت روا اور مشکل کشا نہیں، ہم انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی قبروں پر نہیں جاتے، بلکہ ہم ان سے درخواست کرتے ہیں، وہ ہماری درخواست سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ یہ لوئر کلاس مشرک ہیں، یہ مشرکین مکہ کی طرح کہتے ہیں: ''هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ'' (ترجمہ) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے شفارشی ہیں۔ (نغمہ توحید ص ۱۸ رجب ۱۴۱۱ھ)

الجواب: حضرت شاہ صاحب گجراتی کے نزدیک جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں مانتا، مگر وہ سماع عند القبور کا قائل ہے کہ وہ حضرات اس کی درخواست سن کر اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا مانگیں گے، تو شاہ صاحب کے نزدیک ایسا شخص لوئر کلاس مشرک ہے۔ مثلاً علمائے دیوبند نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر پر حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے درخواست کرتے ہیں کہ ''آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں''۔ یہ بات حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ''زبدۃ المناسک'' میں لکھی ہے اور ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں ''عرض شفاعت'' کا ذکر کیا ہے۔ علامہ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ نے ''حیات القلوب'' میں شفاعت کا ذکر کیا ہے۔ (تہرحق

دیکھئے) صاحب نورالایضاح و علامہ طحطاوی رحمہ اللہ و صاحب فتح القدیر و صاحبان فتاوی عالمگیریہ وغیرہم فقہائے احناف رحمہ اللہ، جو شفاعت کے قائل ہیں، سب شاہ صاحب گجراتی کے ہاں لوئر مشرک ہیں۔ (معاذ اللہ) اور پھر ان حضرات کو، جن کا نام ذکر کیا گیا ہے، شاہ صاحب گجراتی اولیاء اللہ بھی شمار کرتے ہیں، گویا گجراتی اصول کے مطابق اولیاء اللہ مشرک ہوتے ہیں۔ (لاحول و لا قوۃ الا باللہ) پھر شاہ صاحب گجراتی بڑے عجیب آدمی ہیں کہ فرماتے ہیں: ''یہ لوئر کلاس مشرک ہیں، یہ مشرکین مکہ کی طرح کہتے ہیں'' کیا مشرکین مکہ حضرت گجراتی کے ہاں لوئر کلاس مشرک ہیں۔؟ کیا ان کی شفاعت اور مسلمانوں کی شفاعت میں کوئی فرق نہیں۔؟ حالانکہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلمان اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کو نہ حاجت روا مانتے ہیں نہ مشکل کشا مانتے ہیں اور نہ ان کی شفاعت کو ''شفاعت قہری'' کی مد میں داخل کرتے ہیں یعنی خدا تعالی چاہے تو ان کی بات مان لے، نہ چاہے تو نہ مانے۔ جب کہ مشرکین مکہ ''شفاعت قہری'' کے قائل تھے یعنی خدا تعالی سے زبردستی منوا لیتے ہیں۔ خدا تعالی ان کی بات کو رد نہیں کر سکتا۔ دیکھو! مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں ہوش وحواس بھی معطل ہو گئے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں! خدائے تعالی سے دعا کر، کہ فلاں کام میرا ہو جائے، یہ مبنی او پر مسئلہ سماع کے ہے، جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست ہے دوسروں کے نزدیک ناجائز''۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۰ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے (فتاوی عزیزی مترجم اردو ص ۱۵۰ ج ۱) میں ہے:

<u>سوال</u>: انبیاء، اولیاء اور صلحاء سے بعد وفات کے اس طور سے استمداد درست ہے یا نہیں کہ ''اے فلاں بزرگ! حق تعالی سے میری حاجت روائی کے لئے آپ عرض کریں اور میری سفارش کریں اور میرے لئے دعا کریں''۔؟

<u>الجواب</u>: (الی ان قال) اگر استمداد اس طریقہ پر کیا جائے گا جو سوال میں مذکور ہے، تو ظاہراً جائز ہے اس واسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا۔ نیز حضرت شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں: ''اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائز ہے''۔ (فتاوی عزیزی ص ۱۵۴ ج ۱ مترجم اردو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالی میرا کام پورا کر دیوے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے، مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ کرنا اب محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنی کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے''۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۲۴۷)

خدا تعالی حضرت شاہ صاحب گجراتی کو سمجھ عطا فرمائے کہ وہ مسلمانوں کو مشرک بنانے سے باز آ جائیں۔

کیا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لوئر کلاس مشرک ہیں۔؟ (معاذ اللہ)

کیا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ جو اس کو شرک نہیں کہتے وہ لوئر مشرکوں کی تائید کرنے والے ہیں۔؟

خدا جب عقل لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے

نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب

کی تائید ہوتی ہے، پس تلقین اسی مذہب کے بناء پر مبنی ہے۔ کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں، اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں''۔ واللہ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۵۴۰)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے نزدیک تلقین بھی درست ہے، کیونکہ دفن کے بعد بہت سی روایات سے سماع موتی ثابت ہے۔

نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الجواب: ''قبر سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر! اس طرح میرا کام کردے تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے۔ اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو، تو اس باب میں اختلاف ہے، منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں۔ اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔ بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں''۔ فقط واللہ تعالی اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۴۰۷)

تضاد بیانی: حضرت شاہ صاحب گجراتی فرماتے ہیں: ''لوگ کہتے ہیں انبیاء واولیاء حاجت روا اور مشکل کشا ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيرٍ''۔ (ترجمہ) اور اس کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے''۔ (نغمہ توحید ص ۲۵ ربیع الاول تا جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ)

شاہ صاحب کے نزدیک یہ آیت اپر کلاس مشرکین کے بارے میں ہے۔ اس کے آگے ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ'' کو شاہ صاحب نے لوئر کلاس مشرکین پر فٹ کردیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''اللہ کریم نے لوئر کلاس مشرکین کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ'' (ترجمہ) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ اس کی تفسیر یوں آئی ''اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُوْنَ ط وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ'' یعنی قبول تو وہ کریں جو سنتے ہوں اور یہ (اصحاب قبور) تو مردہ ہیں، اللہ تعالی انہیں روز قیامت زندہ کرکے اٹھائے گا۔ پھر سب اسی کی طرف لائے جائیں گے۔ (نغمہ توحید ص ۲۲ رجب ۱۴۱۱ھ)

اب حضرت شاہ صاحب گجراتی سے پوچھئے! کہ ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ'' میں ضمیر ''هُمْ'' کا مرجع کیا ہے۔؟ اگر وہی معبود باطل مراد ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں۔ اور یقیناً وہی مراد ہیں تو پھر وہ آیت اپر کلاس مشرکین پر فٹ ہو اور یہ آیت لوئر کلاس مشرکین پر فٹ ہو جائے۔ قرآن مجید میں اتنی بڑی تحریف کرنا اور اپنی مطلب کی بات کشید کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ جو آیتیں کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، انہیں مسلمانوں پر فٹ کرنا، یہ اس شخص کی کارروائی کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے جو مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کا غدار ہو، لیکن اسلام کے کسی خیر خواہ سے ایسی کارروائی کی توقع نہیں کی جا سکتی جو امت مسلمہ کو امت مشرکہ قرار دے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ یراهم شر خلق الله وقال انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴ باب قتال الخوارج) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو خدا تعالی کی مخلوق میں سب سے زیادہ شریر جانتے تھے اور فرماتے تھے ان خبیثوں نے ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر فٹ کرنا شروع کردیا ہے۔

شاہ صاحب گجراتی کے استاذ محترم علامہ سید انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں وهذا كحال

المدعیین العمل بالحدیث فی دیارنا فان کل آیات نزلت فی حق الکفار فانھم یجعلونھا فی حق المقلدین سیما الحنفیۃ کثر اللہ حزبھم۔ (فیض الباری ص ۴۷۳ ج ۴) کہ یہی حال ہمارے ملک میں رہنے والے غیر مقلدین کا ہے پس تمام وہ آیات جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں وہ سب مقلدین پر فٹ کر دیتے ہیں خصوصاً حنفیوں پر۔ اللہ تعالیٰ حنفیوں کی جماعت کو بڑھائے۔ (آمین)

پھر شاہ صاحب گجراتی نے آیت "اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ" کے ترجمہ میں (اصحاب قبور) کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا ہے اور تحریف معنوی کا ارتکاب کیا ہے۔

قریب ہے یارو روز محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ان آیات کی تشریح اگلے باب میں آرہی ہے وہاں ان شاء اللہ تعالیٰ پوری وضاحت کر دی جائے گی۔

کمال نمبر ۲: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: "حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ مجبور کر کے ایک عبارت پر دستخط کروالئے جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ "موت کے بعد انبیاء کرام کی حیات دنیوی ہے" حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے"۔ (ماہنامہ نغمہ توحید ص ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

الجواب: حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس قسم کی کوئی عبارت مجبور کر کے نہیں لکھوائی تھی جس کو شاہ صاحب گجراتی "صریح جھوٹ ہے" کے لفظ سے تعبیر کر رہے ہیں، جو معاہدہ ہوا تھا اس کی اصل عبارت "برزخی حیات" کی وضاحت میں دلیل نمبر: ۹ گزر چکی ہے جس میں نہ تو جمہور کا لفظ ہے اور نہ دنیاوی کا لفظ، البتہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحریر اپنے مضمون و نظریہ کی مختلف رسائل میں شائع کرنے کی خواہش کی تھی، ان رسائل میں ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی بھی شامل تھا، اس میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیات دنیوی کو تمام علمائے دیوبند کا مذہب قرار دیا تھا۔ (دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲ تا ۲۳)

چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "اس سلسلہ میں احقر جو تفصیلی بیان لاہور میں اشاعت کے لئے دے آیا تھا، اس کی تمہید میں دعوی کیا گیا تھا کہ "حیات انبیاء کے سلسلے میں تمام علمائے دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حیات، حیات دنیوی ہے" لیکن بعد میں کچھ خلجان یہ پیدا ہوا کہ بعض حضرات کی عبارتیں اس بارہ میں کچھ مبہم اور مجمل بھی ہیں، ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اس دعوی اجماع پر قدح کیا جائے، یہ کھٹک ہو ہی رہی تھی کہ اچانک مولانا غلام اللہ خان اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا دستخطی والا نامہ پہنچا کہ آپ کا مفصل بیان پہنچ گیا اور اسے ہم رسالہ "تعلیم القرآن" میں شائع کر رہے ہیں لیکن یہ اجماع علماء دیوبند کا دعوی ہمارے نزدیک محل کلام ہے، جب کہ متعدد علماء دیوبند کی عبارتیں اس بارہ میں اس اجماع کو برقرار نہیں رکھ سکتیں۔ آپ کو استثنائی کلمہ ضرور رکھ دینا چاہئے تھا، اس لئے ہم آپ کا بیان پورا شائع کر رہے ہیں مگر اس دعوائے اجماع پر تنقیدی نوٹ بھی لکھ رہے ہیں، آپ برا نہ مانیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۴۴)

چنانچہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون کو حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے وعدہ کیا تھا پورے کا پورا (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲ تا ۲۶) میں شائع

کردیا تھا اور حیات دنیوی کے بارے میں اجماع علمائے دیوبند پر یہ نوٹ لگایا تھا: ''اس عبارت کا فریقین کی صلح سے کوئی تعلق نہیں جس عبارت پر صلح ہوئی ہے وہ آگے ص ۴۲، ۴۵ پر آرہی ہے۔ سجاد'' (تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲)

حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط ۱۴ رصفر ۱۳۸۲ھ کو دارالعلوم دیوبند پہنچا تھا، چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن، راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء ص ۴۷) میں ہے: ''مکتوب گرامی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم بنام حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب! چھٹی نمبر: ۳۵۰۔ دفتر دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور حضرت المحترم زید مجدکم السامی سلام مسنون نیاز مقرون گرامی نامہ ۱۴۔ ۲۔ ۸۲ھ کو شرف صدور لایا جس پر آں محترم اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے دستخط تھے۔ مشمولات خط سے آگاہی ہوئی''۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب گجراتی کی تحریر جو (نغمہ توحید ص ۵۱) سے کمال نمبر: ۲ کے تحت نقل کی گئی ہے، کئی جھوٹ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ راولپنڈی میں حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب سے نہ تو مذکورہ بالا عبارت پر دستخط کروائے گئے ہیں نہ ان کو مجبور کیا گیا ہے بلکہ ایک تحریر لاہور سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مضمون کی بھیجی تھی کہ اس کو ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع کردیا جائے۔ ان کے مضمون کی اس عبارت پر کہ ''تمام علمائے دیوبند کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی یہ حیات، حیات دنیوی ہے''۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ یہ اجماع کہنا دنیوی حیات پر محل کلام ہے جس کی وجہ سے قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کے لفظ کو ختم کر کے اس کی جگہ جمہور علمائے دیوبند لکھ دیا۔ چنانچہ حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کو وہ استثنائی عبارت لکھ بھیجی جس کا حاصل یہ تھا کہ جمہور دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ برزخ میں حیات انبیاء حیات دنیوی ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۴۴)

[illegible]

سکھر کا اجتماع

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(ادارہ)

اب اس عبارت پر ان حضرات (ع۔غ) کا کوئی اعتراض نہ تھا۔ بلکہ حضرت شاہ صاحب نے اپنی ایک تحریر میں حیات دنیوی کے قائلین کو اہل سنت شمار کیا ہے۔ چنانچہ (ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ فروری ۱۹۶۱ء ص ۶) میں ہے: ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھ بھیجا کہ ''سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے، بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے، اکثر تو حیات برزخی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں''۔ مولانا محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا کہ ''دیوبندی مسلک کے تمام علماء کرام حیات دنیوی ہی کے قائل ہیں''۔ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے لکھ بھیجا کہ ''بزرگان دیوبند میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل ہیں''۔ چنانچہ یہی چیز موضوع مناظرہ قرار پائی۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ''ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے کہ ان میں کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے''۔ الخ

معلوم ہوا حضرت شاہ صاحب گجراتی کا ''یہ صریح جھوٹ ہے'' کہنا ہی صریح جھوٹ ہے۔ بلکہ شاہ صاحب کی مثال اس دیہاتی شخص کی طرح ہے جس نے کسی واعظ کی تقریر سنی تھی، اور کسی مولوی صاحب کو آ کر بتایا کہ ''میں نے ایک مولوی صاحب کی تقریر سنی ہے، جو قرآن بیان کر رہا تھا اور ایک مولوی کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ اس کی لڑکی کو کتوں نے کاٹ کھایا تھا'' مولوی صاحب سن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے ''ایسا واقعہ کسی مولوی کا قرآن مجید میں نہیں ہے''۔ دیہاتی کہنے لگا کہ ''اس مولوی کا نام بھی واعظ صاحب بار بار لیتے تھے، شاید اس مولوی کا نام یعقوب ہے''۔ تو مولوی صاحب نے کہا ''بے وقوف! وہ تو اللہ کے نبی تھے، پھر ان کی لڑکی نہ تھی جس کا واقعہ قرآن مجید میں ہے بلکہ اس کا لڑکا تھا یوسف علیہ السلام، پھر کتے نہ تھے بلکہ بھیڑیا تھا، پھر کھایا نہ تھا، یہ سب جھوٹ ہے''۔

<u>کمال نمبر ۳</u>: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی کتاب ''المہند'' کو پڑھے بغیر محض اعتماد کی بناء پر اس کی تائید میں دستخط کر دیئے۔ جب خود یہ لکھا تو مسئلہ خوب واضح کیا۔ ''اشرف الجواب'' میں آپ لکھتے ہیں: ''مگر یہ یاد رہے کہ وہ ناسوتی (دنیوی) زندگی نہیں ہے بلکہ وہ دوسری قسم کی حیات ہے جسے ''حیات برزخیہ'' کہتے ہیں''۔ (نغمہ توحید ص ۵۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

<u>الجواب</u>: ''المہند'' کی عبارت کی وضاحت ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے جس میں حیات دنیویہ کی مراد بیان کی جائے گی، جس سے ثابت ہوگا کہ ''حیات دنیویہ اور حیات برزخیہ میں کوئی تضاد نہیں''۔ نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ انہوں نے پڑھے بغیر محض اعتماد کی بناء پر دستخط کر دیئے، یہ ظن کاذب ہے۔ نیز ''اشرف الجواب'' کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دینا کذب صریح ہے۔ ''یہ آپ کے کسی مرید نے ان کے مضامین کو آگے پیچھے سے کاٹ کر ایک مجموعہ ''اشرف الجواب'' کے نام سے شائع کیا ہے، جس کی بعض عبارات میں ابہام ہے، جس سے غلط مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے''۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اپنی تصانیف ''المصالح العقلیہ'' ''نشر الطیب'' ''تفسیر بیان القرآن'' اور ''امداد الفتاویٰ'' میں عبارات حیات النبی ﷺ و حیات الشہداء و سماع موتی میں واضح ہیں۔ ان میں کوئی ابہام نہیں ہے، ان کتابوں کے حوالے بعد میں ذکر کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

کمال نمبر ۴: حضرت شاہ صاحب گجراتی فرماتے ہیں: ''خیرا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے اس خیال سے کہ میں نے دیوبند کے چھاتی سے دودھ پیا ہے، حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے مجبور کرنے پر دستخط کردیئے''۔ (نغمہ توحید ص ۵۲ مذکور)

الجواب: اس عبارت کا تعلق بھی کمال کمال کمال نمبر: ۲ والی عبارت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے جس کے کذب صریح ہونے میں شک نہیں۔

کمال نمبر ۵: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''چند دنوں کے بعد قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لاہور پہنچے تو میں بھی......لاہور پہنچ گیا......میں نے ذرا سخت لہجے میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ سے بات کی کہ'' آپ نے مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے غلط تحریر پر کیوں دستخط کرائے ہیں''۔؟ مولانا محمد علی جالندھری مجھ سے مخاطب ہوکر بولے: ''تمہاری جماعت یہودیوں کی طرح قرآن پاک میں تحریف کرتی ہے اور حضرت مولانا حسین علی کا بھی یہی کام تھا''۔ مجھے سخت غصہ آیا۔''میں نے مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر زناٹے کا تھپڑ رسید کردیا''۔ (نغمہ توحید ص ۵۲ تا ۵۳ مذکور)

الجواب: مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے غلط تحریر پر دستخط کرانے سے مراد وہی تحریر ہے جو کمال نمبر: ۲ کے تحت گزر چکی ہے تو اس کا ''کذب صریح ہونا'' ثابت ہو چکا ہے۔ اصل یہ حضرات لاہور میں حضرت شاہ صاحب گجراتی کے بارے میں جو تحریر نمبر ۲ لکھی گئی تھی، جس پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ اور مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے دستخط کئے تھے، اس کے متعلق گفتگو کرنے گئے تھے، اصل معاہدہ کی عبارت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ باقی مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے منہ پر شاہ صاحب نے تھپڑ ضرور رسید کیا تھا لیکن حدیث پاک میں منہ پر مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی، اس پر خوش ہونا اور شیخی بازی کرنا کسی گھٹیا قسم کے آدمی کا وطیرہ تو ہوسکتا ہے لیکن کسی شریف انسان کی شان کے لائق نہیں۔ پھر تھپڑ مارنے کا یہ واقعہ ملتان ''خیر المدارس'' میں ۱۹۵۶ء یا ۱۹۵۷ء میں ہوا تھا نہ کہ لاہور ۱۹۶۲ء میں۔ بہرحال حضرت شاہ صاحب کے کمالات تو بہت ہیں لیکن ہم یہاں ان پر اکتفاء کرتے ہیں۔

نغمہ توحید

جلد نمبر: ۱ ، شمارہ نمبر: ۴

ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ ، مطابق نومبر ۱۹۸۹ء

مجلس ادارت:

مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری (مدیر اعلیٰ)

مولانا قاری عطاء الرحمن ، محمد الفضل

اکاؤنٹس مینجر:— صوبیدار (ریٹائرڈ) اللہ رکھا

سرکولیشن مینجر:— چودھری طارق قیوم

رابطہ آفس:

۱۲/۲۳۵ مرکز اشاعت التوحید والسنت لالہ موسیٰ

ترسیل زر کے لیے:

قاری محمد گل شیر اعوان ۔ جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات

بدل اشتراک:
اندرون ملک فی شمارہ ۴/- روپے
" " سالانہ ۴۰/- "
بیرون ممالک فی شمارہ ۱/ پونڈ
" " سالانہ ۱۰/- "

ایڈیٹر پبلشر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، مطبع پنجاب الیکٹرک پریس گجرات
مقام اشاعت، جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات، فون ۳۴۷۹

۵.

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ. بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ
یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُولُوا قَولًا سَدِیدًا. یُصلِح لَکُم
اَعمَالَکُم وَیَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ
فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِیمًا. صَدَقَ اللّٰہُ العَلِیُّ العَظِیمُ.

الحمد للہ! آج کا یہ اجلاس بخیر و خوبی انجام پا گیا ہے جیسا کہ حضرت الامیر مولانا محمد طیب صاحب جو حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کے سچے جانشین ہیں نے فرمایا ہے کہ جب ہم اشاعت توحید و سنت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ تجاویز پیش کرتے وقت اپنا نقطہ نظر پیش کرتے وقت جماعتی احباب کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں بلکہ کوئی ایسا لفظ زبان و قلم پر نہ لائیں جو دوسروں کی دل آزاری کا سبب بنتا ہو۔ آپ میں سے کئی حضرات کو معلوم ہوگا کہ تحریک دفاع صحابہ نے ایک خط لکھا ہے جس کی کاپیاں علماء کرام میں تقسیم کی ہیں اس میں انھوں نے کچھ پند و نصائح کیے ہیں اور طعن و تشنیع سے بھی کام لیا ہے۔ ان کے پند و نصائح تو ہمارے سر آنکھوں پر، رہا طعن و تشنیع کا معاملہ، اس بار ہم انہیں معاف کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جب کچھ لوگوں نے الگ جماعت بنالی ہے تو انہیں اشاعت التوحید والسنت پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اگر وہ حضرات ہمارے ساتھ اتنے مخلص ہوتے تو الگ جماعت نہ بناتے بلکہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرتے۔ پھر جماعتی احباب بھی اگر کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہوتا جو تحریک دفاع صحابہؓ والوں نے اپنایا ہے۔ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو مشورہ دیا جا سکتا ہے لیکن خطوط لکھنے اور ان کی کاپیاں بذریعہ ڈاک ارسال کرنے کا مقصد سوائے جماعت کو ملعون کرنے اور جماعتی قائدین کو بدنام کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

میری اپنی ذات کا معاملہ ہو تو میں برداشت کر لیتا ہوں لیکن اپنے اکابرین اور جماعتی احباب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کو بہت زیادہ مجبور کر کے ایک عبارت پر دستخط کروا لیے جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ موت کے بعد انبیاء کرام کی حیات دنیوی ہے حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ اکثر کتب متقدمین میں انبیاء کرام کی زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔ لَا یُشبِہُ بِحَیٰوۃِ الدُّنیَا. یعنی وہ دنیوی زندگی سے

۱۹۴

۵۲

مشابہت نہیں رکھتی۔ علامہ ابن حجرؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور متاخرین میں سے حضرت شاہ اسحٰقؒ، جو اکابرین دیوبند کے اساتذہ کے استاد ہیں، نے لکھا ہے:

" حیات آں جا مماثل حیاتِ دُنیا نیست " (مائۃ مسائل)

حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی حیاتِ برزخی کے قائل ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب "المہند" کو پڑھے بغیر محض اعتماد کی بنا پر اس کی تائید میں دستخط کر دیئے جب خود لکھا تو مسئلہ خوب واضح کیا۔ "اشرف الجواب" میں آپ لکھتے ہیں:

" مگر یہ یاد رہے کہ وہ ناسوتی (دُنیوی) زندگی نہیں ہے بلکہ وہ دوسری قسم کی حیات ہے۔ جسے حیات برزخیہ کہتے ہیں"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

رہا یہ کہ انبیاء اور دوسروں میں کیا فرق ہے؟ برزخی حیات تو سب کو حاصل ہے۔ سو جواب یہ ہے کہ فرق مراتب میں ہے یعنی جس طرح دُنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ طیب اور طاہر تھی لیکن ابوجہل اور ابولہب کی خبیث اور گندی"

خیر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس خیال سے کہ میں نے دیوبند کی چھاتی سے دودھ پیا ہے، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے مجبور کرنے پر دستخط کر دیئے۔ چند دنوں کے بعد قاری محمد طیبؒ لاہور پہنچے تو میں بھی مولانا محمد امیر بندیالویؒ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کو ساتھ لے کر لاہور پہنچ گیا۔ حضرت قاری صاحبؒ اپنے مرید محمد شفیع زرگر کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے، اتفاق سے مولانا خیر محمد، مولانا محمد علی جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے ذرا سخت لہجے میں حضرت قاری صاحبؒ سے بات کی کہ آپ نے مولانا غلام اللہ خانؒ سے غلط تحریر پر کیوں دستخط کرائے ہیں؟ مولانا محمد علی جالندھری مجھ سے مخاطب ہو کر بولے:

" تمہاری جماعت یہودیوں کی طرح قرآن پاک میں تحریف کرتی ہے اور حضرت مولانا حسین علی کا بھی یہی کام تھا"

۱۹۵

۵۲

مجھے سخت غصہ آیا میں نے مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر زناٹے کا تھپڑ رسید کر دیا اور کہا: میں ایسی صلح پر لعنت بھیجتا ہوں جس سے میری جماعت اور میرے اکابرین بدنام ہوں۔ مولانا خیر محمد نے انصاف کی بات کی۔ انھوں نے مولانا محمد علی جالندھری سے کہا: — اٹھو! شاہ صاحب سے معافی مانگو۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

مجھے تو یہ بھی برداشت نہیں کہ میری جماعت کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ رکن کو بھی کوئی برا بھلا کہے۔ کجا یہ کہ سند المحدثین، رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ یا شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر کے بارے میں کوئی سخت لفظ کہے۔ اس لیے میں گزارش کرتا ہوں آئندہ ایسا غیر ذمہ دارانہ خط نہ کوئی مجھے لکھے نہ کسی اور کو۔ وہ لوگ جنھوں نے الگ جماعت بنالی ہے۔ اِرْتَدُّوْا عَلیٰ اَدْبَارِھِمْ۔ یا تو وہ حضرات اپنی جماعت توڑ کر ہماری جماعت میں شامل ہوں پھر ہم سے بات کریں۔ ورنہ ہم جانیں اور ہمارا کام۔

میں نے دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں اشاعت التوحید والسنۃ کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر کی موجودگی میں اپنا مسلک واضح کر دیا تھا۔ جماعت کی بنیاد حضرت مولانا حسین علی کے مسلک پر ہے۔ حضرت نے بیت اللہ شریف میں خواب میں دیکھا کہ مختصر سی قرآن پاک کی تفسیر لکھی ہے۔ پھر انھوں نے تفسیر بے نظیر (البیان) لکھی اور اپنی زندگی میں دو دفعہ چھپوا کر خود علماء اور تلامذہ میں تقسیم کی۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر چھپوانے کا کام کسی مولوی کے سپرد محض اس لیے نہ کیا کہ کہیں کوئی لوھال نہ کر دے۔ قرآن پاک کے خلاف جو عبارات مولانا حسین علیؒ سے نقل کی جاتی ہیں، وہ سب سنی سنائی ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں، اس کے مقابلہ میں تفسیر بے نظیر حضرت نے خود لکھی، چھپوائی اور خود تقسیم فرمائی۔

مولانا حسین علیؒ کوئی عام آدمی نہ تھے۔ صحیح مسلم کا مقدمہ جتنی تفصیل سے حضرتؒ پڑھاتے تھے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کسی اور کو اس میں اتنی گہرائی نہ تھی، وہ مرد مومن جس سے ہم نے ایمان سیکھا، قرآن سیکھا، یعنی حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔ انکے بارے میں علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے "اس وقت ہندوستان میں نسبتِ مجددیہ، نسبت قرآن اور فہم قرآن میں وہ واحد ہیں"

مجلس منتظمہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا آخری فیصلہ، جس پر حضرت شیخ القرآن

مولانا محمد طاہر کے دستخط بھی ہیں۔ ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ جن حضرات نے اس مسلک کے مطابق جماعت میں رہنا ہے، وہ بخوشی کام کریں اور جنھوں نے کانا پھوسی کر کے دوسروں کو بھی خراب کرنا ہے وہ استعفیٰ دے دیں۔ منافقانہ روش ہرگز نہیں ہونی چاہیے آپ حضرات تحریک دفاع صحابہؓ والوں تک میرے یہ الفاظ پہنچا دیں کہ اس دفعہ تو ہم ان کی غلطی معاف کرتے ہیں۔ لیکن آئندہ ایسی کوئی حرکت ہم برداشت نہیں کریں گے۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

"حضرۃ شیخ القرآنؒ کی ایک تاریخی تقریر جو کیسٹ سے نقل کی گئی"

آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

باب اوّل

منکرین حیات وسماع کے دلائل اوران کا جواب

دلیل نمبر ۱: (فاطر: ۲۴) میں ہے: اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ {۱۴} اگر تم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار کو نہ سنیں اور اگر سن لیں تو تمہارے کام نہ کرسکیں اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کریں اور اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والے کی طرح کوئی تجھے خبر نہیں دے سکتا۔

الجواب: (۱)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''جن ملائکہ کو تم پکارتے ہو اے کفارو! وہ تو مالک قطمیر کے بھی نہیں۔ اگر پکار وسنتے نہیں، اگر بالفرض سن لیں تو طاقت دعا قبول کرنے کی نہیں۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ای بدعائکم یعنی تمہارے پکارنے کا۔ (تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ص ۸۸)

(۲)...... کفار ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، وہ نہیں سنتے، اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کرسکتے، غائبانہ سمیع بصیر اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا یہ شرک ہے۔ (تفسیر بے نظیر ص ۹۱)

(۱)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں واضح کردیا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں جیسے کہ شاہ صاحب کے کمال نمبر ۱ کے تحت ذکر ہوچکا ہے۔

(۲)...... حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرشتوں کے بارے میں اس آیت کو ذکر کرتے ہیں اور فرشتے زندہ ہیں مگر شاہ صاحب گجراتی اس کو اصحاب القبور پر فٹ کرتے ہیں، جو فوت ہوچکے ہیں جیسا کہ شاہ صاحب کے کمال نمبر ۱ کے تحت گزرچکی ہے۔

(۳)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو غائبانہ پکار پر محمول کررہے ہیں، جو شرک ہے جب کہ حضرت شاہ صاحب گجراتی سماع موتی عندالقبور پر فٹ کررہے ہیں جس کو کوئی مسلمان بھی شرک نہیں کہتا۔

(۴)...... حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، جبکہ شاہ صاحب گجراتی کے ہاں وہ لوگ مراد ہیں جو اہل قبور کو نہ تو حاجت روا مانتے ہیں نہ مشکل کشا مانتے ہیں صرف ان کے سماع عندالقبور کے قائل ہیں۔ لیکن یہ لوگ مردوں سے براہ راست کچھ بھی نہیں مانگتے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ''مردے بھی سائل ہیں یعنی خدا تعالیٰ سے مانگنے والے ان کے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے'' تو شاہ صاحب کے نزدیک اس آیت کا مصداق یہ لوگ ہیں اور مشرک ہیں یعنی لوئر کلاس مشرک۔

اگر شاہ صاحب گجراتی کو حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اعتماد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا تو وہ اس آیت کو مردوں پر فٹ نہ کرتے۔ مگر اس کے باوجود شاہ صاحب گجراتی کی زبانی بڑک بھی ملاحظہ ہو۔ ''مولانا حسین

علی رحمہ اللہ کوئی عام آدمی نہ تھے۔صحیح مسلم کا مقدمہ جتنی تفصیل سے حضرت رحمہ اللہ پڑھاتے تھے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کسی اور کو اس میں اتنی گہرائی نہ تھی۔ وہ مردِ مؤمن جس سے ہم نے ایمان سیکھا، قرآن سیکھا۔ (نغمہ توحید ص ۵۳ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

حضرت شاہ صاحب نے حضرت حسین علی صاحب رحمہ اللہ سے قرآن سیکھا ہے ماشاءاللہ بہت خوب۔ (دریں چہ شک)

شاہ صاحب گجراتی کی ایک خیانت: شاہ صاحب کے رسالہ ''الصراط المستقیم'' اور ''نغمہ توحید'' میں مسلسل ایک اشتہار شائع ہو رہا ہے وہ ملاحظہ ہو'' بانی جماعت اشاعت التوحید والسنہ رئیس المفسرین سند المحدثین قدوۃ الفقہاء سلطان العارفین الامام العلامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ کی تصنیف لطیف تفسیر بے نظیر (التبیان) میں قرآن کریم کے مطابق ایک مسلمان کا صحیح عقیدہ: (کفار) کہتے ہیں (انبیاء واولیاء) اللہ تعالی سے کرا دیتے ہیں۔ ''سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ'' جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔ (سورۂ یونس ص ۱۶، ۱۷)

قیامت میں کہیں گے ''اِنۡ کُنَّا عَنۡ عِبَادَتِکُمۡ لَغٰفِلِیۡنَ'' یعنی تمہارے پکارنے کی ہم کو کچھ خبر نہیں۔ (سورہ یونس ص ۱۷)

الجواب: (۱)......مولانا حسین علی رحمہ اللہ کو جماعت اشاعت التوحید والسنہ کا بانی کہنا خالص جھوٹ وافتراء ہے، اس جماعت کے بانی حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تھے جیسا کہ اس کی بحث گزر چکی ہے۔

(۲):......تفسیر بے نظیر کے حوالہ دینے میں بھی خیانت وتحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے، اصل حوالہ ملاحظہ ہو: ''کفار غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع دیتے ہیں، نہ نقصان وضرر۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ سے کرا دیتے ہیں۔ ''سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ'' جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔؟ مشرکوں کے عقل والے معبود، جو پیغمبر اور ملائکہ ہیں، قیامت میں کہیں گے کہ ''اِنۡ کُنَّا عَنۡ عِبَادَتِکُمۡ لَغٰفِلِیۡنَ'' یعنی تمہارے پکارنے کی ہمیں کچھ خبر نہیں۔ (تفسیر بے نظیر مع حاشیہ بدر منیر ص ۱۴) مشرکوں کے عقل والے معبود الخ یہ عبارت درمیان سے کاٹ دی ہے اور ابتداء عبارت یعنی کفار کہتے ہیں اس کے بعد اپنی طرف سے (انبیاء واولیاء) کا اضافہ کر دیا ہے اور تمام عبارت کا تعلق اولیاء وانبیاء کے ساتھ کر دیا جس کا مطلب یہ بن گیا کہ ''انبیاء واولیاء نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ حالانکہ پہلی عبارت کا تعلق بتوں سے تھا کہ وہ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔؟ پھر اس کے بعد مشرکوں کے عقل والے معبود الخ سے بیان کیا کہ پیغمبر وملائکہ قیامت والے دن کہیں گے ہم تمہاری پکار سے غافل تھے''۔ یہاں حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے عبادت کو دعاء کے معنی میں کیا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے جو لوگ سجدہ کرتے تھے، ان کی تو ان کو خبر تھی۔

شاہ صاحب کی خیانت نمبر ۲: اسی اشتہار مذکور میں آیت ''لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَکُمۡ'' کی تفسیر مولانا حسین علی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کفار ملائکہ (وانبیاء) کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، وہ نہیں سنتے، اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع وبصیر اللہ تعالی کے غیر کو جاننا شرک ہے۔ (سورۂ فاطر: تفسیر بے نظیر ص ۳۸)

الجواب: حضرت شاہ صاحب نے انبیاء کا اضافہ اپنی طرف سے عبارت میں کر دیا۔ گویا یہ آیت انبیاء علیہم السلام پر خواہ مخواہ فٹ کرنا چاہتے ہیں یعنی جس آیت کا انبیاء علیہم السلام سے کوئی تعلق ہی نہیں، اس آیت کو پھر انبیاء علیہم السلام پر لاگو کیا جا رہا ہے۔ کیا یہودی اس سے کوئی بڑی تحریف کرتے ہوں گے۔؟

(اشتہار مذکور کا فوٹو اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

بانی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ، رئیس المفسرین، سند المحدثین، قدوۃ الفقہاء، سلطان العارفین، الامام العلامۃ

مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ

کی تصنیف لطیف "تفسیر بے نظیر" (التبیان) میں قرآن کریم کے مطابق

ایک مسلمان کا صحیح عقیدہ

(کفار کہتے ہیں (انبیاء و اولیاء) اللہ تعالیٰ سے کرا دیتے ہیں۔ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔ (سورۃ یونس پ۱۱، ع۱۷)

○ قیامت میں کہیں گے: إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ۔ یعنی تمہارے پکارنے کی ہم کو کچھ خبر نہیں۔ (سورۃ یونس ع۱۷)

○ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۔ (فاطر)

کفار ملائکہ و انبیاء کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا شرک ہے۔ (سورۃ فاطر ع۲)

○ حالانکہ وہ تو کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ انکو کچھ خبر ہوتی ہے لوگوں کے پکارنے کی۔ (سورۃ فاطر ع۲)

○ حاصل یہ ہوا دنیا میں کفار معبودوں کو شفعاء سمجھ کر پکارتے ہیں یہ پکارنا ان کا شرک ہے انکے پکارنے کی انکے معبودوں کو خبر نہیں نہ کوئی شفاعت کرتے ہیں۔ (سورۃ فاطر ع۲)

○ فهذه الانواع من خطاب الملائكة والانبياء والصالحين بعد موتهم عند قبورهم وفي مغيبهم وخطاب تماثيلهم هو اعظم انواع الشرك الموجود في المشركين۔ (سورۃ الجاثیہ ع۵)

○ وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔ (جاثیہ ع۵)

○ غیر اللہ کو غائبانہ دعا مت پکارو، کارساز غیب دان سوائے اسکے کوئی نہیں۔ (سورۃ الاحقاف ع۱)

— فلولا [illegible] مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ۔ (زمر)

ایک وضاحت: اس اشتہار میں ہے" وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں۔ (سورہ جاثیہ تفسیر بے نظیر ص ۵۲) اس عبارت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ (قاعدہ جلیلہ ص ۲۵) میں ہے وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں"۔ (تفسیر بے نظیر ص ۱۱۲ تا ۱۱۳)

معلوم ہوا اصل عبارت قاعدہ جلیلہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے جو سماع موتی کا زبردست قائل ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ نے ان کی عبارت کا خلاصہ نکالا ہے، اصل عبارت بعینہ اس طرح قاعدہ جلیلہ میں نہیں ہے۔ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ "جو لوگ انبیاء و صالحین کو بعد موت کے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہوئے نزدیک سے پکارتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں"۔

مولانا عبدالحق حقانی: مولانا عبدالحق رحمہ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "تم ان بتوں سے کیا عزت ڈھونڈتے ہو۔؟ اول تو ان کو اختیار ہی نہیں۔ دوم "اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ" اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہارا پکارنا نہیں سنتے، کس لئے کہ جمادات بے حس و حرکت ہیں۔ (تفسیر حقانی ج ۶ ص ۱۲۸) مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں نازل ہوئی جو بتوں کو معبود و حاجت روا مانتے تھے۔

مولانا سید امیر علی صاحب: فرماتے ہیں: "اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ" اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔

ف: "کیونکہ تم جن مورت کو بناتے ہو وہ تم سے زیادہ عاجز ہے کیونکہ تم میں اللہ تعالیٰ نے سننے کی روح رکھی ہے اور ان مورتوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر فرض کرو کہ وہ سنتے ہیں تو بھی تمہارا کچھ فائدہ نہیں"۔

(تفسیر مواہب الرحمن ج ۲۲ ص ۲۲۰ سورۂ فاطر پارہ: ۲۲)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی اگر دعاء مانگو بتوں سے، جن کو شریک کرتے ہو خدا تعالیٰ کے ساتھ تو وہ نہیں سنتے تمہارے پکارنے کو کیونکہ وہ بے جان ہیں۔ (موضح القرآن)

علامہ ملا حسین الواعظ الکاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا یسمعوا" نمے شنوند "دعاء کم" خواندن شمار ازیرا کہ جماد اند و جماد را شنوائی نباشد۔ (تفسیر حسینی مع ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ص ۹۸۱) (ترجمہ): وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے کیونکہ جماد محض ہیں اور جماد کی سماعت نہیں ہوتی۔

تفسیر جواہر القرآن: "باقی رہے تمہارے خود ساختہ کارساز، جن کو تم حاجات و بلیات میں غائبانہ پکارتے ہو وہ تو ایک چھلکے کا اختیار بھی نہیں رکھتے، (الی ان قال) اور قیامت کے دن تمہارے خود ساختہ معبود، جن کو تم دنیا میں پکارتے ہو، تمہارے اس شرک غائبانہ پکار کا انکار کریں گے"۔ (تفسیر جواہر القرآن ج ۴ ص ۹۷۲)

یعنی یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کے سوا دوسرے خود ساختہ معبود بنا رکھے تھے جن کو عالم الغیب، حاجت روا و مشکل کشا مانتے تھے۔

تفسیر بلغۃ الحیران: جو شخص غائبانہ نداء کرتا ہے کسی چیز کو اس اعتقاد سے کہ وہ حاجات روا کنندہ ہے یا خواہ مخواہ کروا دے گا، بایں اعتقاد کہ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعاء مانگے گا، لیکن اس کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں ہر وقت سننے جاننے والا ہے، یہ نداء شرک ہے اور عبادت ہے......... وقال تعالیٰ فی سورۃ فاطر: "اِنْ

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ“۔ (بلغة الحیران ص ۵۱ تا ۵۲) یعنی یہ آیت اس مشرک و کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو غائبانہ طور پر کسی کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے ہوئے پکارے یا اس اعتقاد سے پکارے کہ وہ خود تو حاجت روا نہیں لیکن خدا تعالیٰ سے مانگ کر خواہ مخواہ (خدا تعالیٰ چاہے یا نہ چاہے) کروا لے گا اور یہ خواہ مخواہ کروانے والا غائبانہ پکار کو ہر وقت سننے والا ہے اور عالم الغیب بھی ہے، تو ایسی نداء یقیناً شرک ہے، کیونکہ یہ نداء تو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کی عبادت ہے۔

تفسیر جلالین: تفسیر جلالین میں ہے: والذین تدعون تعبدون من دونہ ای غیرہ وھم الاصنام (جلالین: ص ۳۶۵) اور جن کی تم عبادت کرتے ہو خدا تعالیٰ کے سوا وہ بت ہیں۔

تفسیر جمل: تفسیر جمل میں ہے: بانہ جماد لیس من شانہ السماع الخ ابو السعود (جمل علی الجلالین ج ۳ ص ۴۹۰) کیونکہ یہ بت جماد محض ہیں وہ سننے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر ابن کثیر: تفسیر ابن کثیر میں ہے: والذین تدعون من دونہ ای من الاصنام والانداد التی ھی علی صورۃ من تزعمون من الملائکۃ المقربین۔ یعنی جن کو تم پکارتے ہو خدا تعالیٰ کے سوا، وہ بت ہیں جو مقرب فرشتوں کی شکل وصورت پر تم نے اپنے گمان میں بنا رکھے ہیں، وہ چھلکے برابر کے مالک نہیں۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ یعنی الالھۃ التی تدعونھا من دون اللہ لا تسمع دعاءکم لانھا جماد لا روح فیھا (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۵۱) اگر تم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے، وہ معبود جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ نہیں سنتے کیونکہ وہ محض جماد ہیں جن میں روح نہیں ہیں۔

تفسیر روح المعانی: بانہ جماد لیس من شانہ السماع ھذا اذا کان الکلام مع عبدۃ الاصنام ویحتمل ان یکون مع عبدتھا و عبدۃ الملائکۃ وعیسی وغیرھم من المقربین وعدم السماع حینئذ اما لان المعبود لیس من شانہ ذلک کالاصنام واما لانہ فی شغل شاغل وبعد بعید عن عابدہ کعیسی علیہ السلام وروی ھذا عن البلخی او لان اللہ عز وجل حفظ سمعہ من ان یصل الیہ مثل ھذا الدعاء لغایۃ قبحہ وثقلہ علی من سمع من ھو فی غایۃ العبودیۃ للہ سبحانہ۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۸۲) کیونکہ جماد محض ہیں ان میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں، یہ اس وقت ہے جب بات بت پرستوں سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ گفتگو ان لوگوں سے ہو جو بت پرست بھی ہوں اور ساتھ ساتھ فرشتوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر مقربین کی عبادت کرنے والے ہوں، اس وقت نہ سننا یا تو اس بناء پر ہے کہ اس میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں جیسے بت ہیں یا نہ سننا اس بناء پر ہے کہ وہ اپنے شغل میں مصروف ہیں اور عبادت کرنے والے سے دور ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور یہی بات بلخی رحمہ اللہ سے منقول ہے یا نہ سننا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو اس قبیح پکار سے محفوظ رکھا تا کہ ان کے کانوں میں یہ گندی بات پہنچے ہی نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت عاجزی کرنے والے ہیں اور یہ بات ان کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوگی۔

یعنی یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں یا فرشتوں اور عیسیٰ علیہ السلام و مقربین کی عبادت کرتے ہیں۔ بت تو نہیں سنتے لیکن فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ دور ہونے کی وجہ سے نہیں سنتے یا خدا تعالیٰ ان کو اچھی باتیں سناتا ہے تا کہ خوش رہیں اور بری باتیں نہیں سناتا تا کہ غمگین نہ ہوں۔

تفسیر قرطبی: تفسیر قرطبی میں ہے: ای ان تستغیثوا بھم فی النوائب لا یسمعوا دعائکم لانھا جمادات

لا تبصر ولا تسمع (ولو سمعوا ما استجابو الکم اذلیس کل سامع ناطقا وقال قتادة المعنی لو سمعوا لم ینفعوکم وقیل ای لو جعلنا لهم عقولا وحیاة فسمعوا دعاء کم لکانوا اطوع لله منکم ولما استجابوا لکم علی الکفر (ویوم القیمة یکفرون بشرککم) ای یجحدون انکم عبدتموهم ویستبرؤن منکم ثم یجوز ان یرجع هذا الی المعبودین مما یعقل کالملائکة والجن والانبیاء والشیطین ای یجحدون ان یکون مافعلتموه حقا وانهم امروکم بعبادتهم کما اخبر عن عیسی بقوله ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ ویجوز ان یندرج فیه الاصنام ایضا ای یحیها الله حتی تخبر انها لیست اهلا للعبادة۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۳۳۶) اگر تم مصیبتوں میں ان سے فریاد کرو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے کیونکہ وہ محض جماد ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں (اور بالفرض سن بھی لیں تو نفع نہیں پہنچا سکتے) کیونکہ ہر سننے والا بولنے والا نہیں ہوتا اور قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معنی یہ ہے کہ اگر سن لیں تو نفع نہیں دے سکتے اور کہا گیا ہے کہ اگر ہم ان بتوں کو عقل والا زندہ بنا دیں پس وہ تمہاری پکار سن لیں تو وہ تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں گے اور تمہیں کفر پر رہنا پسند نہ کریں (اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے) یعنی تمہاری عبادت کا انکار کریں گے اور اپنی براءت کا اظہار کریں گے پھر یہ انکار کرنا جائز ہے کہ عقل والے معبودوں کی طرف لوٹے جن کو کفار نے معبود بنایا تھا جیسے جن، انبیاء اور شیاطین جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں ہے (میرے لئے یہ حق نہ تھا کہ میں ان کو ناحق بات کا حکم کرتا) اور یہ بھی جائز ہے کہ ان انکار کرنے والوں میں بت بھی مندرج ہوں کہ ان میں اللہ تعالیٰ حیات پیدا کردے اور وہ خود بتائیں کہ وہ عبادت کے اہل نہیں ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ "اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَ کُمْ" کو بتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ یعنی اس میں دوسرا کوئی احتمال نہیں۔ البتہ "وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ" کے متعلق "ثم یجوز" سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد صرف ذوی العقول ہیں جو قیامت والے دن اس شرک سے انکار کریں گے اور "ویجوز ان یندرج" سے دوسرا احتمال یہ بیان کرتے ہیں کہ انکار کرنے والوں میں جائز ہے کہ بت بھی مندرج ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان میں حیات پیدا کردے اور وہ اپنی عبادت کے اہل ہونے کا انکار کرسکیں۔

<u>نیلوی صاحب کا دھوکہ</u>: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: کہ مطلب یہ ہے کہ "اَلَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ" سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں۔ جیسے فرشتے، جن، ولی، شیطان الخ (ندائے حق ج ۲ ص ۵۵) حالانکہ "ثم یجوز" کا تعلق صرف "وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ" سے ہے کیونکہ "ویجوز ان یندرج" الخ سے بتوں کو شامل کرنا چہ معنی دارد...... جب کہ پہلے "اِنْ تَدْعُوْهُمْ" کے تحت ان کا ذکر آچکا ہے۔ راقم الحروف نے نیلوی صاحب پر (قہر حق ج ۱ ص ۱۳۵ و ۱۳۶) میں گرفت کی تھی لیکن اس میں کچھ خامی ہے اسی لئے اس عبارت کو اس ترجمہ وتشریح کے مطابق بنایا جائے اور اسی طرح سمجھا جائے۔

<u>تفسیر فتح القدیر</u>: قاضی شوکانی غیر مقلد اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ: وہ اس لئے نہیں سنتے" لکونها جمادات" (کیونکہ وہ جماد ہیں) (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۳۴۳)

<u>تفسیر مظہری</u>: تفسیر مظہری میں ہے: "وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ ای الذین تعبدونها من الاصنام وغیرها کائنة مِنْ دُوْنِهٖ تعالی (الی ان قال) لَا یَسْمَعُوْا دُعَاءَ کُمْ لانها جمادات" (مظہری ج ۸ ص ۵۰) اور جن کو تم پکارتے ہو یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو، بت وغیرہ جو خدا تعالیٰ کے سوا ہیں، ان کو پکارو تو نہیں سنتے کیونکہ وہ جماد محض ہیں۔

تفسیر بیضاوی: تفسیر بیضاوی میں ہے: "اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَ كُمْ لانهم جماد" (بیضاوی ج ۲ ص ۲۷۰) اگر تم ان کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے کیونکہ وہ جماد محض ہیں۔

تفسیر خازن: تفسیر خازن میں ہے: "اِنْ تَدْعُوْهُمْ يعنى الاصنام لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَ كُمْ يعنى انهم جماد" (خازن ج ۴ ص ۳۰۰) اگر تم ان کو بلاؤ یعنی بتوں کو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ جماد ہیں۔

تفسیر بغوی: تفسیر بغوی میں ہے: "اِنْ تَدْعُوْهُمْ يعنى ان تدعوا الاصنام لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَ كُمْ" (معالم التنزیل للبغوی علی هامش الخازن ج ۴ ص ۴۰۰) اگر تم ان کو پکارو یعنی بتوں کو بلاؤ تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔

تفسیر ترجمان القرآن: تفسیر ترجمان القرآن میں ہے: ان تدعوهم الاية۔ اگر تم ان سے فریاد رسی چاہو حوادث میں وہ نہ سنیں تمہاری پکار کو کیونکہ وہ تو جمادات ہیں، مدرکات میں سے کسی شئ کا ادراک نہیں کرتے۔

(ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان ج ۱۲ ص ۱۱۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر کسی مسلمان مفسر نے یہ نہیں کی کہ اس سے مراد مردوں کا سماع عند القبور اور انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبور مراد ہے۔ ان لوگوں نے مرزائیوں کی طرح قرآنی آیات میں تفسیر وتشریح اپنی اختراع کے مطابق کر کے مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ (العیاذ باللہ) مرزائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی قرآن مجید کی آیات سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے مسلمانوں کو قرآن کے نام سے دھوکہ دیتے ہیں۔ بے چارے کم فہم طالب علم بھی ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، رقاصہ کی طرح جھوم جھوم کر مسلمانوں پر فٹ کرتے ہوئے ان تکفیر سے باز نہیں آتے۔

آگ لگا کر خوش ہوتا ہے کام جمالو بی بی کا

دلیل نمبر ۲: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور ان کو بھی جو نیند میں ہیں مری نہیں ہیں پس روک لیتا ہے اس کو جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے اور دوسرے کو چھوڑ دیتا ہے ایک وقت مقرر تک۔

اس آیت سے منکرین حیات یوں استدلال کرتے ہیں کہ بعض تفسیروں میں ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ موت کو واقع کرنا چاہتے ہیں اس کے روح کو روک لیتے ہیں اور واپس بدن کی طرف نہیں آنے دیتے۔ اور تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۱۸ میں ہے "ولا يردها الى البدن حتى ينفخ نفخة البعث"۔ (اور نہیں لوٹاتا اس روح کو بدن کی طرف یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔

الجواب نمبر ۱: حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ روح کا لوٹانا پھر اس طرح نہ ہوگا کہ اس کی حیات ہمیں نظر آسکے اور ہمارے شعور میں آسکے بلکہ ایسی حیات تو قیامت والے دن ہوگی۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔؟ بلکہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تو "حیات انبیاء علیہم السلام و سماع انبیاء علیہم السلام عند القبور" کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ وہ اس پر زبردست دلائل بھی قائم کرتے ہیں بلکہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تو عام مردوں کے سماع عند القبور کے بھی زبردست قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) اس سوال کا جواب کہ "جب ارواح علیین اور سجین میں ہیں اور بدن قبروں میں ہیں تو پھر ان کا آپس میں جوڑ کیسے ہے"۔؟

جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: قلنا وجه التطبيق ان مقر ارواح المؤمنين في عليين او في السماء السابعة و نحو ذلک كما مر ومقر ارواح الكفار في سجين ومع ذلک لكل روح منها اتصال بجسده في قبره لا يدرک كنهه الا الله تعالى وبذلک الاتصال يصح ان يعرض على الانسان المجموع المركب من الجسد والروح مقعده من الجنة او النار ويحس اللذة او الالم ويسمع سلام الزائر ويجيب المنكر والنكير ونحو ذلک مما ثبت بالكتاب والسنة۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۴ تا ۱۲۵) ہم کہتے ہیں کہ تطبیق یوں ہے کہ مؤمنوں کے ارواح کا مستقر علیین یا ساتواں آسمان اور اس کی مانند کوئی اور جگہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور کفار کی ارواح کا مستقر سجین ہے لیکن بایں ہمہ ہر روح کا قبر میں اپنے جسم کے ساتھ تعلق ہے اس تعلق کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس اتصال کے بناء پر صحیح ہے کہ انسان پر جو جسم اور روح دونوں کا مجموعہ اور مرکب کا نام ہے اس کا ٹھکانہ جنت کا یا دوزخ کا پیش کیا جائے اور وہ لذت یا دکھ محسوس کرے اور زیارت کرنے والے کا سلام سنے اور منکر ونکیر کا جواب دے اور مثل اس کے دوسری چیزیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔

<u>نیلوی صاحب کی پریشانی</u>: نیلوی صاحب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وقيل توضع فيه الحيوة من كل الوجوه“ یعنی ایک قول یہ ہے کہ اس میت میں من کل الوجوہ جان ڈالی جاتی ہے جس سے میت میں سب حواس باقاعدہ کام کرتے ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے اور مسائل فقہ حنفی اس سے آبی ہیں۔

<u>تنبیہ</u>:...... صاحب الکافی ابوالبرکات نسفی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوگیا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تفسیر مظہری میں جو ”ويسمع سلام الزائر“ (کہ میت زیارت کرنے والے کا سلام سنتا ہے) کا اضافہ ہے اس کا منشا یہی قول ضعیف ہے یا تو وہ قاضی صاحب کا اپنا خیال ہے یا بعد میں کسی ناسخ کا اضافہ ہے۔

(ندائے حق جزء اوّل طبع اول ص ۲۸ وطبع دوم ص ۴۹)

معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت سے نیلوی صاحب اتنے پریشان ہیں کہ کوئی جواب بھی ان سے تسلی بخش نہیں بن پڑا۔ مزید حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا عقیدہ آگے بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بہر حال تمام مفسرین جن سے اس آیت کی تفسیر بیان کی جاتی ہے وہ حیات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ عام مردوں کی حیات کے بھی زبردست قائل ہیں اور آیت ”يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ“ کے تحت عذاب قبر اور حیات فی القبر کا اثبات کرتے ہیں اور کفار کے لئے بھی حیات کو ضروری تسلیم کرتے ہیں، وہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں حیات کا انکار کرتے ہوئے گستاخی کا ارتکاب کریں، یہ ناممکن ہے۔ دراصل یہ مفسرین حضرات موت کے وقوع کا ذکر کررہے ہیں کہ روح کا تعلق بدن سے اس وقت ختم ہو جاتا ہے، باقی اس موت کے بعد حیات فی القبر پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔

چنانچہ مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اللہ نفسوں کو قبض کرتا ہے دو وقتوں میں ایک تو موت کے وقت میں دوسرا نیند میں، اور قبض کرکے دو طریقے کرتا ہے بعضوں کو تو اپنے پاس رکھتا ہے یعنی بالکل مار دیتا ہے او ربعضوں کو نیند کے وقت قبض کرکے چھوڑ دیتا ہے۔ (بلغة الحیران ص ۲۸۹)

مفسرین کی بات کو ان کے نظریہ کے خلاف فٹ کرنا یہ ”توجيه القائل بما لا يرضى به قائله“ کے درجے میں ہے جو قطعاً قابل قبول نہیں۔ نیلوی صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں: ”پس مسئلہ نزاعیہ میں تصریحات کو نظر انداز

کرنا اور ادھر ادھر کے رطب و یابس اقوال یا تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے''۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۴۷۷)

نیز لکھتے ہیں: ''حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرے تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (مشکوۃ ص ۳۵، ندائے حق جلد ثانی ص ۲۶۳)

جواب نمبر ۲: اللہ تعالیٰ نفسوں کو قبض کرتا ہے۔ نفس اور چیز ہے اور روح اور چیز ہے۔ روحوں کے قبض کرنے کے لئے فرشتے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں جب تک روح قبض نہ کئے جائیں موت واقع نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۱):...... قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُم (السجدۃ: ۱۱) آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارا روح قبض کرے گا موت کا فرشتہ (عزرائیل علیہ السلام) جو تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲):...... حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام: ۶۱) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک کی موت کا وقت مقرر آجاتا ہے تو اس کا روح فرشتے ہمارے قبض کرتے ہیں۔

(۳):...... حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (الاعراف: ۳۷) یہاں تک کہ ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آجاتے ہیں اور ان کا روح قبض کرتے ہیں۔

(۴):...... وَلَوْ تَرٰى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ۔ (الانفال: ۵۰) اور جب تو دیکھے اے مخاطب! جس وقت کافروں کے روح قبض کرتے ہیں فرشتے تو مارتے ہیں ان کے منہ اور پیٹھ پر۔

(۵):...... فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (محمد: ۲۷) پس کیسی حالت ہوگی جب ان کفار کے روح قبض کرتے ہوئے فرشتے ان کے منہ اور پیٹھ پر ماریں گے۔

احادیث نبویہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں، نیک روح کے اعزاز کے لئے ریشمی رومال لاتے ہیں اور اس میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اور برے روح کے لئے ٹاٹ کی طرح کپڑے کا ٹکڑا لاتے ہیں، کافر کی روح جسم میں بھاگتی ہے تو فرشتے اسے مار مار کر نکالتے ہیں۔ لیکن فرشتوں کی اس مار کو کوئی نہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے تو عذاب قبر کا یہ بدبخت انسان کیونکر انکار کرتا ہے۔ مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان فی ابن آدم نفسا و روحا بینهما مثل شعاع الشمس فالنفس التی بها العقل و التمیز و الروح التی بها النفس و الحیوۃ فتتوفیان عند الموت و تتوفی النفس وحدها عند النوم (اقامۃ البرهان ص ۱۵۶) ابن آدم میں ایک نفس ہے اور ایک روح دونوں کے درمیان سورج کا سا تعلق ہے نفس پر عقل و تمیز کا مدار ہے اور روح سے نفس اور حیات قائم ہے موت کے وقت دونوں کو اٹھا لیا جاتا ہے اور نیند کے وقت صرف نفس کو۔ (بیضاوی ج ۲ ص ۲۵۸)

تو نفس کے قبض ہو جانے کے باوجود موت واقع نہیں ہوتی جیسے نیند کی حالت میں لیکن جب روح بھی قبض ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ (تفسیر جواہر القرآن ج ۳ ص ۹۰۵) میں سماع موتی کی بحث میں نفس اور روح کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح موضح القرآن کے اندر بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ دو روح کا ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے (موضح القرآن بحوالہ جواہر القرآن ج ۴ ص ۱۰۳۲) بہرحال آیت کا مطلب واضح ہے اس آیت سے موت کے بعد حیات کا بالکل انکار کم عقلی یا ہٹ دھرمی ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دلیل نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''دلیل نمبر ۹: اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا: او کالذی مر علی قریۃ الخ (یعنی اے نبی!) آیا آپ نے اس بزرگ (عزیرؑ) کے حال پر غور نہیں فرمایا جو ایک بستی (بیت المقدس) پر سے ہو کر گزرے الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۱)

اس دلیل سے عدم حیات و عدم سماع پر اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عزیر سو سال فوت رہے بعد میں زندہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو کتنا ٹھہرا رہا۔؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا آدھا دن۔

الجواب الاول: قرآن مجید کے اندر اس واقعہ میں حضرت عزیر کا ذکر نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کے الفاظ ''او کالذی مر الخ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شخص کا واقعہ ہے جو ایک بستی سے گزرا۔ حدیث پاک میں بھی اس شخص کی تعیین مذکور نہیں کہ یہ شخص کون تھا۔؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے اس شخص کی تعیین معلوم ہوتی ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر تھے لیکن ان اقوال کی سند صحیح نہیں ہے اس لئے اس شخص کی تعیین میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ نبی تھے جس کا نام ارمیا تھا، بعض نے کہا یہ حزقیل تھے، بعض نے کہا کوئی اسرائیلی شخص تھا اور بھی اقوال نقل کئے گئے ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر تھے لیکن قرآن و حدیث میں تعیین نہ ہونے کی وجہ سے یقین سے نہیں کہا جاسکتا یہ شخص حضرت عزیر تھے اس لئے اس واقعہ کی بناء پر حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار کرنا یا سماع عند القبور کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

الجواب الثانی: حضرت عزیر کے بارے میں قرآن و حدیث میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، یہودیوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا بلکہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وما أدری اعزیر نبی ام لا''۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۶ باب فی التخییر بین الانبیاء علیهم السلام) اور میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں۔؟ یہ حدیث (موضوعات کبیر لملا علی ص ۷۱ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۲۵ و جامع بیان العلم لابن عبد البر ج ۲ ص ۷۷) میں بھی ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ و علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (مستدرک ج ۲ ص ۲۸۲) لیکن راقم الحروف کے نزدیک یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے کیونکہ حضرت عزیر اگر اللہ کے نبی تھے تو پھر ان کا جسم صحیح سلامت رہتا (جیسا کہ نیلوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ ان کا جسم سو سال تک صحیح سلامت رہا دیکھئے (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۲) حالانکہ روایت میں ہے کہ سب سے پہلے ان کی آنکھیں پیدا کی گئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ان کی ہڈیاں آپس میں جڑنے لگ گئیں پھر ان کو گوشت و پوشت پہنایا گیا۔

بہر حال اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور اور سماع عند القبور کے انکار پر استدلال کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

الجواب الثالث: حضرت عزیر علیہ السلام جس مقام پر تھے وہاں نہ کوئی آدمی گیا نہ جانور گیا یہی وجہ ہے کہ پانی اور روٹی تر و تازہ وہاں موجود رہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آ کر دیکھا نہ ان کو خبر ہوئی''۔ (حاشیہ شیخ الہند مع تفسیر عثمانی پارہ: ۳) تو کسی کے آواز سننے یا اس کے پہچاننے کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس واقعہ سے خواہ مخواہ مسئلہ عدم سماع کا کشید کر لیا جائے اور نہ مفسرین کرام رحمہم اللہ کے ذہن میں ایسی کوئی بات کھٹکی ہے۔

الجواب الرابع: لَبِثتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ (کہ میں ایک دن پورا یا کچھ دن ٹھہرا رہا) سے عدم حیات یا عدم سماع پر استدلال کرنا درست نہیں ورنہ اصحاب کہف جو سوئے رہے انہوں نے بھی "لَبِثنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ" (کہ ہم ایک دن یا کچھ دن ٹھہرے رہے) بیداری کے بعد کہا تھا اصحاب کہف میں حیات نہ تھی۔ اور کافروں سے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ "کَمۡ لَبِثتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِیۡنَ (۱۱۲) قَالُوۡا لَبِثنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ فَسۡئَلِ الۡعَآدِّیۡنَ (۱۱۳) قٰلَ اِنۡ لَّبِثتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا" (کہ تم زمین میں (دنیا کی حیات میں) کتنی مدت ٹھہرے رہے تو وہ کہیں گے ایک دن یا آدھا دن پس اللہ تعالیٰ آپ حساب کرنے والوں سے پوچھ لیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نہیں ٹھہرے مگر اس سے بھی کم)۔

کافر تو دنیا میں زندہ تھے ساٹھ سال یا کم وبیش اس دنیا میں گزار گئے تھے، حیات بھی تھے، جانتے بھی تھے، تو وہ بھی "لَبِثنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ" سے جواب دیں گے جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عزیر کے بھی "لَبِثتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ" سے عدم حیات یا عدم سماع پر استدلال کرنا التفات کے قابل نہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کافر شدت احوال قیامت سے گھبرا کر "لَبِثنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ" کہیں گے۔

جواب:...... اگر یہ بات ان کی غلط تھی تو اللہ تعالیٰ نے کیوں تصدیق کی ہے کہ تم تو اس سے کم ٹھہرے ہو۔؟ معلوم ہوتا ہے دراصل بات اور ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ "وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ" (حج ۴۷) اور تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہے جس کو تم شمار کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ برزخ کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اس لئے حضرت عزیر نے اس کا حساب درست بتایا اور اصحاب کہف بھی نیند کی حالت میں برزخ کا نظارہ کر رہے تھے، انہوں نے بھی درست کہا اور کفار چونکہ ایک طویل زمانہ عالم برزخ میں گزار کر خدا تعالیٰ کے حضور موجود ہیں، اس لحاظ سے وہ بھی برزخ کے حساب سے اپنی دنیا کی زندگی بتا رہے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کی تصدیق کر رہا ہے۔

دلیل نمبر ۴: نیلوی صاحب دلیل نمبر ۱ کے تحت لکھتے ہیں "اِنَّمَا یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ یَسۡمَعُوۡنَ ط وَالۡمَوۡتٰی یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ"۔ تیری پکار وڈ راوے کو وہی قبول کریں گے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں اور مردوں یعنی کافروں کو تو اللہ تعالیٰ قبروں سے اٹھا دے گا۔ جامع البیان میں ہے "الکفار الذین کالموتی لا یسمعون" یعنی کافران مردوں کی طرح ہیں جو نہیں سنتے الخ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲)

الجواب: سماع کا ایک معنی تو سننا ہے ظاہری کانوں سے، دوسرا معنی قبول کرنا ہے دل کے کانوں سے، جب تک دل کے کانوں سے نہ سنا جائے، فائدہ نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں یہ دوسرا معنی بھی بکثرت مستعمل ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) (سورہ ملک: ۱۰) میں ہے: "وَقَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ"۔ "اور کہیں گے (کافر) اگر ہم سنتے اور سمجھتے ہوتے تو نہ ہوتے آج دوزخیوں میں"۔ یہاں سننے اور سمجھنے سے مراد قبول کرنا ہے ورنہ ظاہر کانوں سے تو وہ سنتے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔

(۲) (اعراف: ۱۰۰) میں ہے: "وَنَطۡبَعُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ"۔ "اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگاتے ہیں پس وہ (کافر) نہیں سنتے"۔

(۳)(انفال:۲۱) میں ہے: ''وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ''۔ ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے''۔

حالانکہ ظاہری کانوں سے وہ یقیناً سنتے تھے لیکن دل کے کانوں سے نہیں سنتے تھے یعنی قبول نہ کرتے تھے۔ اس قسم کی مثالوں سے قرآن مجید پر ہے اس قسم کی مزید آیات کی نشاندہی کے لئے (سماع موتی ص ۲۷۰ تا ۲۷۷) کا مطالعہ کریں۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ نے ''صم'' (بہرا) کہا ہے۔ ''عمی'' (اندھا) کہا ہے، ''بکم'' (گنگا) کہا ہے۔ ''موتی'' (مردے) کہا ہے حالانکہ ظاہری کانوں سے وہ بہرے نہ تھے اس لئے پیغمبروں کی بات کو جب وہ سننے کے لئے تیار نہ ہوتے تو انگلیوں کو کانوں میں دبا دیتے۔ ظاہری آنکھوں کے اندھے نہ تھے بلکہ بصیرت کے اندھے تھے۔ ظاہری زبان بند نہ تھی لیکن حق کی بات کرنے سے زبان بند تھی۔ حقیقۃً مردے نہ تھے لیکن ان کی دل مردہ تھی۔ یعنی ان چیزوں سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے اس لئے کافروں کو مردوں سے تشبیہ عدم سماع میں نہیں بلکہ سماع نافع کے عدم میں ہے۔ اس کی مزید وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔ اب مفسرین حضرات کی تفسیر نقل کی جاتی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قوله تعالى اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ اى سماع اصغاء و تفهم و ارادة الحق وهم المؤمنون الذين يقبلون ما يسمعون فينتفعون به ويعلمون قال معناه الحسن ومجاهد وتم الكلام ثم قال وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمُ اللهُ وهم الكفار عن الحسن ومجاهد اى هم بمنزلة الموتى فى انهم لا يقبلون ولا يصغون الى حجة۔ (قرطبی ج ٦ ص ۴۱۸) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ قبول وہ کرتے ہیں جو سنتے ہیں، سے مراد توجہ سے سننا اور سمجھنا اور حق قبول کرنا ہے اور ایسے لوگ مؤمن ہیں جو سنتے ہیں، اسے قبول کرتے ہیں، پھر اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کلام پوری ہوگئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور مردوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے گا اور یہ لوگ کافر ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کفار لوگ بمنزلہ مردوں کے ہیں اس بات میں کہ نہ قبول کرتے اور نہ دلیل کو توجہ سے سنتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والموتى يعنى الكافر عبر الله تعالى الكافر بالموتى لان الله تعالى لما طبع على قلوبهم وعلى ابصارهم فلا يخلق فى قلوبهم العلم بحقية ما هو حق وبطلان ما هو باطل فلا ينتفعون بالاسماع والابصار كانوا كالموتى۔ (مظہری ج۳ ص ۲٦۱) اور مردے یعنی مراد کافر ہے اللہ تعالیٰ نے کافر کو مردہ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور آنکھوں پر مہر کر دی ہے تو پس نہیں پیدا کرتا ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ علم جو حق کو حق اور باطل کو باطل جان سکے پس کفار نہ کانوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ آنکھوں سے تو یہ مردوں کی طرح ہو گئے۔

اسی طرح (تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۳۱ و معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۱۳۱) میں مذکور ہے: ''یہ گمراہ ازلی ہیں ان کی حیات روحانی جاتی رہی، اس کو انما یستجیب الخ کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے کہ ان میں سننے کی اور ماننے کی لیاقت ہی نہ رہی جیسا کہ مردوں میں یہ طاقت نہیں رہی''۔

(تفسیر حقانی ص ۴۷ کے حاشیہ) میں ہے: ''یعنی جو دل سے سن سکتے ہیں وہی ایمان لاتے ہیں اور یہ زندہ دلوں کا کام ہے اور منکر مردہ دل ہیں پھر مردوں کو دنیا میں کیا ہدایت ہوگی''۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والمراد بالسماع الفرد الكامل وهو سماع الفهم والتدبر

بجعل ماعداہ کلا سماع ای انما یجیب دعوتک الی الایمان الذین یسمعون مایلقی الیھم سماع فھم و تدبر دون الموتی الذین ھؤلاء منھم کقولہ تعالی انک لاتسمع الموتی۔ (روح المعانی ج۷ ص ۱۴۱) اور مراد سماع سے کامل سماع ہے جس میں تدبر وتفکر ہو اور اس کے ماسوا جو سماع ناقص ہے وہ عدم سماع کی طرح ہے یعنی اے نبی اکرم ﷺ! آپ کی دعوت ایمان کو وہ لوگ سنیں گے جن کو سمجھ وفکر کے ساتھ سننے کی توفیق دی گئی ہے سوا مردوں کے جن میں یہ لوگ کفار بھی شامل ہیں مثل قول اللہ تعالی کے اے نبی اکرم ﷺ! تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) نہیں سنوا سکتا۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّمَا یَستَجِیبُ الَّذِینَ یَسمَعُونَ ای ینیبون اس کی تائید وَمَایَتَذَکَّرُ اِلَّا اُولُوا الاَلبَابِ قولہ وَالمَوتٰی یَبعَثُھُمُ اللہُ۔ یعنی جنہوں کے دل مردہ ہیں۔ (بلغۃ الحیران ص۱۳۱)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقولہ تعالی "اِنَّمَا یَستَجِیبُ الَّذِینَ یَسمَعُونَ) ای انما یستجیب لدعائک یا محمد من یسمع الکلام ویعیہ ویفھمہ کقولہ (لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین) وقولہ (والموتی یبعثھم اللہ ثم الیہ یرجعون) یعنی بذلک الکفار لانھم موتی القلب فشبھھم اللہ باموات الاجساد (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۰) اور اللہ تعالی کا یہ قول انما الخ سے مراد یہ ہے کہ آپ کی دعوت کو اے محمد ﷺ! وہ شخص قبول کریگا جو سنے اور اس کو دل ودماغ میں جگہ دے مثل قول اللہ تعالی کے تاکہ ڈرائے اس کو جو زندہ ہے (یعنی مؤمن) اور کافروں پر عذاب کا فیصلہ پختہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالی کا یہ قول والموتی الخ سے مراد کفار ہیں کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں ان کو اللہ تعالی نے مردہ جسموں سے تشبیہ دی ہے (تبلیغ کے قبول نہ کرنے میں)

بہر حال کافروں کو مردہ کہا گیا ہے کہ دل کے مردہ ہیں یعنی تبلیغ کرنے کا ان کو فائدہ نہیں جیسے مردہ کو تبلیغ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اسلام قبول کرنے کا وقت دنیا میں تھا نہ کہ عالم برزخ میں۔ جن مفسرین نے کفار کو مردوں کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ دی ہے ان کی مراد بھی سماع نافع ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین کا حوالہ نیلوی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں یوں پیش کیا ہے۔ جلالین میں ہے: والموتی ای الکفار شبھھم بھم فی عدم السماع (ندائے حق جلد ثانی ص ۲) کہ مردوں سے مراد یہ کفار ہیں ان کو اللہ تعالی نے تشبیہ عدم سماع میں دی ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا مسلک سماع موتی میں مشہور ہے۔

مؤلف کے کلام کی ایسی توجیہ کرنا جو اس کے مشہور عقیدہ کے خلاف ہو "توجیہ القائل بمالا یرضی بہ قائلہ" کے قبیل سے ہے اور خیانت وبد دیانتی ہے۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "پھر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جو بات فرمائی ہے کہ مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلاشبہ صحیح ہے"۔ (سماع الموتی ص ۱۷۴) کیا آپ کو تسلیم ہے۔؟ اگر تسلیم ہے تو آپ میں اور بریلوی میں کیا فرق ہے۔؟ (الی) اور حضرت شاہ صاحب کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اس میں مطلب اور گر کی بات کی ہے۔ پھر بتایئے کہ شرک اور کس بلا کا نام ہے۔؟ ساری مخلوق کا کلام سننا تو خاصہ اللہ کا ہے۔ پھر یہ شرک حضرت شاہ صاحب کے ذمے لگا دیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۲۴)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "مولوی بدر عالم کے علم سے مرعوب ہو کر بے چارے جمیل احمد تھانوی صاحب لکھ گئے سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب (الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴) کا حوالہ دے کر شرک کو مزید منور کر دیا۔" سماع موتی بکلام الخلق معتقد۔ جاءت بہ عندنا الآثار فی الکتب" "یعنی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مردے تمام خلقت کی بات سنتے ہیں اس عقیدہ کے حقانیت ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس کتابوں میں لکھے آثار اور احادیث آئی ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۲۵)

نیلوی صاحب کو یہ بات تسلیم ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ سماع موتی کے عقیدہ میں شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں۔اور مولوی بدر عالم پر بھی ناراض ہیں کہ اس نے ''فیض الباری'' میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ سے سیوطی رحمہ اللہ کے اس عقیدہ کی تائید وتصویب نقل کر کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ذمے شرکیہ عقیدہ لگا کر ان کو شرک کی دلدل میں پھنسا دیا ہے۔حضرت مفتی جمیل احمد مدظلہ پر بھی ناراض ہیں کہ انہوں نے سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴ کے حوالے سے اس بات کو نقل کر کے شرک کو مزید منور کیا۔پس علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی مراد جلالین میں بھی عدم سماع سے مراد سماع نافع ہے نہ کہ مطلقاً عدم سماع، جیسا کہ نیلوی صاحب نے اس مقام پر دھوکہ دیا ہے۔

ایک سوال: نیلوی صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر معاذ اللہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ مشرک ہیں تو آپ نے ندائے حق اور دیگر اپنی کتابوں میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتابوں کے حوالے کیوں دیئے ہیں۔؟ پھر ان کو علامہ اور رحمۃ اللہ علیہ کیوں لکھا ہے۔؟ کیا مشرک بھی آپ کے نزدیک ولی اللہ ہوتا ہے۔؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

مثلاً چند حوالے ملاحظہ ہوں: علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۲) علامہ سیوطی رحمہ اللہ جیسے وسیع النظر عالم (ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۱۸۷) (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۸۱) میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے مسند احمد وسنن ابی داؤد کے حوالے سے حدیث نقل فرمائی ہے (ندائے حق جزء اول از جلد اول طبع دوم ص ۱۸) فرمان سیوطی رحمہ اللہ (ندائے حق جزء اول ص ۱۸۵ طبع دوم) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (ندائے حق جزء اول طبع دوم ص ۱۰۹)

کیا مردے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں یا نبی اکرم ﷺ مردوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے کہ قبرستان میں جا کر ان کو تبلیغ کریں ایسا قطعاً نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید کی اصطلاح: قرآن مجید کا اصول ہے کہ دو متضاد چیزوں کو بیان کرتا ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ ''وبضدھا تتبین الاشیاء'' (کہ مختلف متضاد چیزوں کے بیان کرنے سے حقیقت واضح ہوتی ہے) جہاں قرآن مجید جنت اور اس کی نعمتوں کو بیان کرتا ہے وہاں جہنم اور اس کی تکالیف کا بھی ضرور بیان کرتا ہے۔ جہاں ''اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا'' (یعنی مؤمنوں کا ذکر ہے) وہاں ''وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا'' (یعنی کفار) کا ذکر بھی ضرور ہوگا۔ جہاں ''اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ'' (جنتیوں کا ذکر ہے) وہاں ''اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ'' (دوزخیوں کا) ذکر بھی ضرور ملے گا۔ جہاں آسمان کا ذکر ہوگا اس کے ساتھ زمین کا ذکر بھی ضرور ملے گا۔ چنانچہ اس مذکورہ بالا آیت میں کافروں کو مردہ، بہرا اور پھر ان کو اندھا کہا گیا ہے۔اور اس کے مدمقابل فرمایا ''اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ'' (تو نہیں سنا سکتا مگر ان کو جو ہماری آیات پر ایمان لائیں اور اس کو دل سے تسلیم کرنے والے ہوں) یعنی ہدایت کی بات مسلمان قبول کرتے ہیں۔اور سورۂ یٰسین میں ''لِّیُنۡذِرَ مَنۡ کَانَ حَیًّا وَّیَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ'' (تا کہ ڈرائے اس کو جو زندہ ہو اور کافروں پر خدا تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ پختہ ہو جائے) اس آیت میں زندہ سے مراد مؤمن ہے اس کے مدمقابل کافروں کا ذکر ہے۔

نیلوی صاحب جب علامہ سیوطی رحمہ اللہ کو امام بھی تسلیم کرتا ہے اور رحمہ اللہ بھی ان کے نام کے ساتھ لکھتا ہے تو نیلوی صاحب ان کا مقتدی ثابت ہوا۔

بے حیا باش، و ہر آنچہ خواہی، کن

پھر مولانا بدر عالم رحمہ اللہ پر ناراض ہونا کہ انہوں نے ''فیض الباری'' میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ کے ذمے شرک کی بات لگا دی ہے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ یہ اشعار اور عقیدہ خود علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مشکلات القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقال شیخنا انور المشائخ فی مشکلات القرآن نظماً

سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ قد صح فیہ لنا الآثار فی الکتب

(احکام القرآن الحزب الخامس ص ۹۲ وص ۱۰۴)

(اور ہمارے شیخ علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ ''مشکلات القرآن'' میں ایک نظم پیش کرتے ہیں کہ مردوں کا سننا تمام مخلوق کی باتوں کو صحیح احادیث سے ثابت ہے، جو کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں) نیلوی صاحب بے چارہ مخبوط الحواس ہے اور مخبوط الحواسی کی حالت میں وہ اکابر علمائے اسلام کو مشرک اور کافر بھی کہہ دیتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی عبارت کی وضاحت: علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی عبارت ''سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ'' سے مراد عند القبر سننا ہے، جو قبر کے پاس جائے نہ کہ دور سے سننا جیسا کہ نیلوی مخبوط الحواس نے سمجھا ہے اور بے ہوشی کی حالت میں مشرک ہونے کا فتوی بھی لگا دیا (معاذ اللہ) گویا نیلوی صاحب یوں کہہ رہے ہیں۔

بک رہا ہوں جنون میں کیا کچھ خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

تفسیر جواہر القرآن: یَسمَعُونَ کے معنی ینیبون کے ہیں یعنی صرف وہی لوگ حق کو قبول کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کی طرف رغبت ہو بقرینۃ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ (مؤمن رکوع: ۲) اور موتی (مردے) سے یہاں کفار و مشرکین مراد ہیں کیونکہ ان کے دل ایمان و توحید سے خالی ہونے کی وجہ سے مردہ اور بے جان ہیں۔ والموتی ای الکفار کما قال الحسن ورواہ عنہ غیر واحد... وفی اطلاق الموتی علی الکفار استعارۃ تبعیۃ مبنیۃ علی تشبیہ کفرھم وجھلھم بالموت (روح ج ۷ ص ۱۴۲) (جواہر القرآن ص ۳۱۶ سورۃ انعام)

دلیل نمبر ۵: سورۂ نمل آیت نمبر: ۸۰ پارہ: ۲۰ میں ہے ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' (اے نبی اکرم ﷺ! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) اور سورۃ روم آیت نمبر: ۵۲ پارہ: ۲۱ میں ''فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' (پس تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس آیت سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال کیا ہے۔

الجواب: اس آیت سے عدم سماع پر جو حضرات استدلال کرتے ہیں، درست نہیں۔ کیونکہ موتی سے مراد کفار ہیں جو زندہ تھے لیکن ان کا دل مردہ تھا یعنی حق بات کو دل کے کانوں سے نہ سنتے تھے۔ اسی طرح ''صُمّ'' (بہرے کا لفظ) بھی اس آیت میں واقع ہے اس سے مراد بھی کفار ہیں، اور ''اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ'' (جب پیٹھ پھیر کر چلے جائیں)۔

سوال: ''اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ'' کا تعلق ''صم'' سے ہے ''الموتی'' سے نہیں، ترجمہ یوں بنے گا کہ آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں۔

الجواب: ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ'' کی پہلے آپ نحوی قانون کے مطابق ترکیب دیکھ لیں۔ ''ان'' حرف از حروف مشبہ بالفعل ''ک'' ضمیر ''ان'' کا اسم ہے ''لَا تُسْمِعُ'' فعل نفی معلوم از باب افعال۔ ''انت'' ضمیر در و مستتر اس کا فاعل ہے اور ''الموتی'' مفعول بہ اول ہے۔ ''لَا تُسْمِعُ'' فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اول سے مل کر معطوف علیہ واو حرف عاطفہ ''لَا تُسْمِعُ'' ثانی فعل با فاعل ''الصم'' مفعول بہ اول،

''الدعاء'' میں تنازع فعلان ہے اور ''لَا تُسْمِعُ'' چاہتا ہے کہ میرا مفعول بہ ثانی بنے، دوسرا ''وَلَا تُسْمِعُ'' چاہتا ہے کہ میرا مفعول بہ ثانی بنے، بہر حال فیصلہ بصریین یا کوفیین کے مذہب پر ہوگا، ایک کا مفعول بہ حذف مان لیں گے اور ایک کو یہ دے دیں گے تو دوسرا ''وَلَا تُسْمِعُ'' یہ اپنے فاعل اور مفعول بہ دونوں کے ساتھ مل کر معطوف ہوگا اور اول ''لَا تُسْمِعُ'' معطوف علیہ اپنے حرف عطف اور معطوف سے مل کر خبر بنیں گے ''ان'' کی، ''ان'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر دال بر جزاء مقدم اور ''اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ'' یہ شرط ہوگی تو پہلی کلام ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' معطوف علیہ ہے اور دوسری ''وَلَا تُسْمِعُ الصُّم'' معطوف ہے، تو معطوف، حکم معطوف علیہ میں ہوتا ہے، فلہٰذا ''اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ'' کا تعلق دونوں سے ہوگا اور ''وَلَا تُسْمِعُ الصُّم'' کو الگ نہیں کر سکتے۔ اب معنی یہ بنے گا آپ نبی اکرم ﷺ بے شک نہ مردوں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔

اس قید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردے اور بہرے اگر پیٹھ نہ پھیریں تو آپ ان کو سنا سکتے ہیں، وہ بیٹھے رہیں یا لیٹے رہیں یا منہ کر کے کھڑے رہیں۔ ان سب صورتوں میں آپ ان کو سنا سکتے ہیں، صرف ایک صورت میں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جائیں، پھر نہیں سنا سکتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردے ہر وقت سنتے ہیں مگر اس وقت آپ نہیں سنا سکتے جب پیٹھ دے کر چلے جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی سن تو سکتے ہیں لیکن وہ خود سننا نہیں چاہتے، اس لئے پیٹھ دے کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا یہ آیت دراصل سماع موتی کی زبردست دلیل ہے۔

<u>سوال نمبر ۲:</u> سماع نافع سے جو آپ نے تفسیر کی ہے کیا مفسرین کرام بھی یہ تفسیر کرتے ہیں۔؟

<u>الجواب:</u> قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وانما شبهوا بالموتی لعدم انتفاعهم بسماع مایتلی علیهم کما شبهوا بالصم فی قوله (ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین) فان اسماعهم فی هذه الحال ابعد۔ (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۳) اور کفار کو تشبیہ مردوں کے ساتھ صرف عدم نفع میں ہے کہ جو آیات قرآنیہ ان پر پڑھی جاتی ہیں سننے کے باوجود نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کافروں کو بہروں کے ساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے کیونکہ پیٹھ پھیرنے کی حالت میں ان کو سنانا بہت دور کی بات ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(انک لاتسمع الموتی) ای تسمعهم شیئا ینفعهم فکذلک هؤلاء علی قلوبهم غشاوة وفی اذانهم وقر الکفر۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۴) یعنی آپ ﷺ ان مردوں کو ایسی چیز نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع دے اسی طرح یہ کافر بھی ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں میں کفر کا بوجھ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی فقالوا معناها لا تسمع سماعا ینفعهم۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۷) آیت انک لاتسمع الموتی کے متعلق جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو ان کو اس طرح نہیں سنا سکتا جس سے ان کو نفع ہو۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی انما اراد به السماع المعتاد الذی ینفع صاحبه فان هذا مثل ضرب الکفار والکفار تسمع الصوت لکن لاتسمع سماع قبول بفقه واتباع۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۸) نفی سماع موتی کی جو اس آیت میں کی گئی ہے اس سے مراد صرف وہ معتاد سماع ہے جو سامع کو نفع دے بلاشبہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے بیان کی ہے اور کفار آواز سنتے ہیں لیکن قبولیت واتباع کی حالت سے نہیں سنتے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں فعلم ان المراد بالسماع فی الآیۃ السماع النافع اعنی سماع قبول لا مطلق السماع کیف و صرح بہ فی خاتمۃ الآیۃ قولہ تعالی ان تسمع الامن یؤمن بأیتنا فھم مسلمون فانھصریح فی ان المراد من السماع سماع قبول و حینئذ فلا استدلال فی الآیۃ لمن ینفی السماع عن الموتی و تاویل حدیث قلیب بدر عندالبخاری فی المغازی و قال شیخنا انور المشائخ فی مشکلات القران نظماً

سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ قدصح فیہ لنا الآثار فی الکتب

وایۃ النفی فی نفی انتفاعھم لایسمعون ولا یصغون للادب۔ (احکام القران حزب خامس ص ۳۹) پس معلوم ہوگیا کہ آیت میں جو نفی سماع موتی کی ہے اس سے مراد سماع نفع دینے والا ہے یعنی وہ سماع کو سن کر قبول کرے مطلق سماع کی نفی نہیں (کہ سماع بالکل نہ ہو) اس کی نفی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ آیت کے آخر میں صراحت ہے کہ اے نبی اکرم ﷺ! آپ نہیں سنا سکتے مگر ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو دل سے مانے۔ پس یہ صریح ہے اس بات میں کہ نفی سماع سے مراد سماع قبولیت ہے اور اب اس کی وضاحت کے بعد تو اس آیت سے نفی سماع موتی پر استدلال کرنا ہی درست نہیں اسی طرح حدیث قلیب بدر جو بخاری شریف کتاب المغازی میں مروی ہے اس میں بھی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور ہمارے شیخ انور المشائخ (یعنی علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ) نے اپنی کتاب ''مشکلات القرآن'' میں ایک نظم پیش کی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مردے تمام مخلوق کی بات کو سنتے ہیں اور بے شک صحیح حدیثیں کتابوں میں ہمیں دستیاب ہوچکی ہیں۔ اور آیت میں نفی سماع موتی سے مراد سماع نفع دینے والا ہے کہ وہ ادب کرتے ہوئے توجہ سے نہیں سنتے۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ف: ......اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنا کرتے ہر چند کہ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں مگر تشبیہ جب ہی درست ہوسکے گی جب مردے نہ سنتے ہوں لیکن چونکہ بعض احادیث میں مردوں کا سننا قریب جگہ نہ کہ بعید سے وارد ہے اس لئے بعض علماء نے آیت (کی تفسیر) میں کہا ہے کہ مراد سماع منفی سے سماع نافع ہے، اور قرینہ اس کا علاوہ دفع تعارض حدیث کے یہ بھی ہے کہ کفار سے مطلق سماع کا منفی ہونا مشاہدہ کے خلاف ہے البتہ سماع نافع ضرور منفی تھا، پس مردوں سے بھی یہی منفی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی مردوں کو نصیحت کرے، بیکار ہے۔ کیونکہ وہ دار العمل نہیں، اور ثواب سے نفع ہونا یا تلاوت قرآن سے انس ہونا، یہ دوسری بات ہے، مقصود مواعظ کا نافع نہ ہونا ہے۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۸ ص ۹۸)

اور مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ مردے زندوں کی بات سن سکتے ہیں یا نہیں، تکلف ہے، اس کو اس مسئلہ سے کچھ بھی علاقہ نہیں، کیونکہ سماع موتی سے مراد یہاں کفار ہیں''۔

(تفسیر حقانی سورۃ نمل ج ۵ ص ۲۶۱)

نیز فرماتے ہیں: ''ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردہ نہیں سنتا اور اس کی سند میں کچھ احادیث اور اقوال بھی پیش کرتے ہیں، آج کل یہ مسئلہ سماع موتی باہمی قیل وقال کا بڑا میدان ہو رہا ہے اگرچہ اس کی پوری تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مگر مختصراً کچھ بیان کرتا ہوں، ان آیات میں تو عدم سماع موتی کا اشارہ تک بھی نہیں، اس سے استدلال کرنا بے فائدہ بات ہے۔ رہے احادیث و اقوال ان سے بھی صاف نہیں معلوم ہوتا کہ میت

سن نہیں سکتی۔ بلکہ بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں''۔
(تفسیر حقانی ج ۶ ص ۴۱)

علامہ شیخ معین الدین رحمہ اللہ المتوفی ۸۸۹ھ فرماتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ای الکفار فانهم کالموتی فی عدم الانتفاع بما یستمعون۔ (تفسیر جامع البیان ص ۳۳۴) کہ آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی میں موتی سے مراد کفار ہیں وہ مردوں کی طرح ہیں نہ نفع اٹھانے میں۔

ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المراد من الموتی الکفار والنفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع کقوله تعالی صم بکم عمی فهم لا یعقلون (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۱۱) مراد موتی سے کافر ہیں اور نفی سماع موتی کی محمول ہے عدم نفع پر نہ مطلق سماع پر مثل فرمان اللہ تعالی کہ وہ کافر بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ عقل نہیں رکھتے۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوال:...... حلبی نے لکھا ہے ''واجیب ایضاً من طرف المثبت ... والسماع المنفی فی هذه الایة ونحوها هو النافع وقد اشار الی ذلک الجلال السیوطی رحمہ اللہ فقال سماع الموتی کلام الخلق حق الخ

جواب:...... یہ کلام کسی شافعی مذہب والے کا ہے، سیوطی بھی شافعی ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۰۴)

نیلوی صاحب نے حلبی شافعی رحمہ اللہ وعلامہ سیوطی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ''اس آیت اور مثل اس کے دوسری آیت میں سماع جس کی نفی کی گئی وہ سماع نافع کی نفی ہے مطلق سماع کی نفی نہیں''۔ نیلوی صاحب اس کا جواب نہیں دے سکے۔

روح البیان میں ہے: وانما شبهوا بالموتی لعدم انتفاعهم بما یتلی علیهم من الایات۔ (بحوالہ ندائے حق جلد ثانی ص ۱۰۵) کہ کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ صرف عدم نفع میں ہے کیونکہ جو ان پر آیات پڑھی جاتی ہیں اس سے نفع نہیں اٹھاتے۔ مطلب یہ کہ مطلق سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف نفع اٹھانے کی نفی ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے: شبه الکفار بالموتی حیث لا ینتفعون بمسموعهم۔ اللہ تعالی نے کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ اس وجہ سے دی ہے کہ کافر اپنی سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقوله تعالی فانک لا تسمع الموتی۔ المراد السماع المعتاد الذی یتضمن القبول والانتفاع کما فی حق الکفار والسماع النافع۔ (مختصر الفتاوی المصریہ ص ۱۸۹) اور اللہ تعالی کے اس فرمان اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے مراد نفی اس سماع معتاد کی ہے جو قبولیت اور نفع پر مشتمل ہو جیسے کہ کفار کے بارے میں سماع نافع کی نفی ہے۔

علامہ داؤد بن سلیمان النقشی البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لان السماع المنفی فی الایتین هو سماع القبول والاذعان لایمان وقد شبه الکفار الاحیاء الذین لهم اسماع وابصار وعقول بالاموات لا من حیث انعدام الادراکات والحواس بل من حیث عدم قبولهم الهدی والایمان۔ (المنحة الوهبیة فی رد الوهابیة ص ۸) ان دونوں آیات (یعنی اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی اور وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ) میں جس سماع کی نفی کی گئی ہے وہ سماع قبول اور ایمان کو یقین کے ساتھ سننے کی نفی ہے اور یقیناً اللہ تعالی نے ان کفار کو جو زندہ ہیں اور جن کے

کان، آنکھیں اور عقل سب کے سب موجود ہیں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ ان کے علوم اور حواس معدوم ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ہدایت اور ایمان قبول نہیں کر سکتے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والثانی ان یکون معناہ فانک لا تسمع الموتی اسماعا ینتفعون به لانهم قد انقطعت عنهم الاعمال وخرجوا من دار الاعمال الی دار الجزاء فلا ینفعهم دعائک ایاهم الی الایمان بالله والعمل بطاعته فکذلک هؤلاء الذین کتب ربک علیهم انهم لا یؤمنون لا تسمعهم دعائک الی الحق اسماعا ینتفعون به لان الله تعالی ذکره قد ختم علیهم ان لا یؤمنوا کما ختم علی اهل القبور من اهل الکفر انهم لا ینفعهم بعد خروجهم عن دار الدنیا الی مساکنهم من القبور ایمان ولا عمل لان الآخرة لیست بدار الامتحان وانما هی دار مجازاۃ۔ (تهذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۶۱ مسند امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ القسم الاول تالیف الامام محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ) اور دوسری توجیہ اس آیت کی یہ ہے کہ اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مردوں کو ایسی بات نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع پہنچا سکے کیونکہ اعمال کرنا ان سے ختم ہو چکا ہے وہ دار العمل سے نکل کر دار الجزاء کی طرف چلے گئے ہیں پس ایمان کی طرف ان کو بلانا آپ کا فائدہ نہیں پہنچا سکتا پس اسی طرح یہ کفار ہیں جن پر ایمان نہ لانے کا فیصلہ تیرے رب کی طرف سے لکھ دیا گیا ہے آپ کا حق کی طرف ان کو بلانا فائدہ مند نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پختہ ہو چکا ہے کہ کافر ایمان نہیں لائیں گے پس ٹھیک اسی طرح قبر والے کافروں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ ان کو قبروں میں ایمان لانا یا نیک عمل کرنا نفع نہیں پہنچا سکتا کیونکہ دار الامتحان نہیں بلکہ وہ دار الجزاء ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوْتٰی ای الکفار شبههم بالموتی لعدم الانتفاع بتسامع ما یتلی کما شبهوا بالاصم (تفسیر مظهری ج ۷ ص ۱۳۰) آیت میں موتی سے مراد کفار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو مردوں کے ساتھ تشبیہ عدم نفع میں دی ہے کیونکہ جو آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں ان سے نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کفار کو بہرے کے ساتھ تشبیہ بھی عدم نفع میں ہے۔

سوال نمبر ۳: کافروں کو جو مردوں کے ساتھ تشبیہ عدم نفع میں دی گئی ہے، یہ تو سمجھ آ گئی ہے، لیکن یہ تشبیہ "صم" (بہرے) میں تو نہیں پائی جاتی کیونکہ بہرہ تو وہ ہوتا ہے جو بالکل نہ سنے فلہذا مردوں اور بہروں میں وجہ تشبیہ ایک ہونی چاہئے اور وہ ہے عدم سماع مطلقاً۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "خدا تعالیٰ نے آگے "وَلَا تُسمِعُ الصُّمَّ" بھی فرمایا ہے کیا یہاں بھی کہو گے جو بہرا (اصم) ہو وہ خود سنتا تو ہے مگر ہم اسے سنا نہیں سکتے یہ تو بالبداہت غلط ہے"۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۳۳)

جواب: مطلق عدم سماع وجہ تشبیہ نہیں بن سکتی کیونکہ کافر سنتے ہیں اس میں تو اتفاق ہے۔ اور آپ کے خیال کے مطابق مردے نہیں سنتے، تو تشبیہ کیسے بن سکتی ہے۔؟ حالانکہ تشبیہ کی تعریف ہے "تشریک الشیئین فی الوصف" (دونوں چیزوں کو ایک وصف میں شریک کرنا) مثلاً شیر میں جرأت ہے، بہادری ہے، اور ممانی خان میں بھی جرأت و بہادری ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ ممانی خان شیر کی طرح ہے، اگر ممانی خان میں جرأت و بہادری نہ ہو اور وہ اول درجے کا بزدل اور بے غیرت ہو تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ممانی خان شیر کی طرح ہے۔؟ باقی رہی یہ بات کہ "صم" بہروں میں تو قوت سماعت بالکل مفقود ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ "اصم" کلی مشکک ہے اس میں کئی درجے ہیں مثلاً بہرا درمیان درجے کا بہرا اور آخری درجے کا بہرا۔ چنانچہ کئی بہرے ایسے ہوتے ہیں کہ تھوڑے آواز سے بات نہیں سنتے لیکن جب آواز بلند کر کے بات کی جائے تو سن لیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب زور زور سے ذکر اللہ

کرنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انکم لا تدعون اصم ولا غائبا'' (بخاری شریف وغیرہ) تم کسی بہرے اور غیر حاضر کو تو نہیں بلا رہے، بلکہ تم تو اس کو بلا رہے ہو جو سمیع اور بصیر ہے، اس لئے زیادہ زور زور سے نہ پکارو۔ معلوم ہوا کہ بہرا بلند آواز کو سن لیتا ہے۔ تو یہاں بھی ''اصم'' سے مراد وہ بہرا ہے کہ بات کو تو سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں۔ اسی طرح یہ کافر سنتے تو ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ چنانچہ ''کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا'' (لقمان: ۷) گویا کہ اس کافر نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔

دوسری واضح مثال: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (البقرۃ: ۱۷۱) اور مثال ان کافروں کی اس شخص جیسی ہے جو بلائے کسی چیز کو جو نہیں سنتی مگر پکار اور آواز یہ کافر بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ کچھ عقل نہیں رکھتے۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب ﷫ فرماتے ہیں: ''حاصل یہ ہے کہ مثال کفار کی ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص حیوان کو بلائے اور حیوان تو محض آواز ہی سنتا ہے اور مطلب کچھ نہیں سنتا اور سمجھتا، اسی طرح یہ بھی ہیں کہ سمجھتے کچھ نہیں''۔ (بلغۃ الحیران ص ۳۰)

قرآن پاک کی اس نص قطعی سے ثابت ہو گیا کہ کافروں کو تشبیہ ان بہروں کے ساتھ دی گئی جو سنتے تو ہیں لیکن مطلب اخذ کر کے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اس لئے اس آیت سے متعدد مفسرین حضرات نے عدم سماع کو سماع نافع سے مقید کیا ہے اور متعدد علمائے کرام نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ مردوں کو ہدایت نہیں کر سکتے یعنی جس طرح مردے ہدایت قبول نہیں کر سکتے، یہ کافر بھی ہدایت قبول نہیں کر سکتے۔ مردوں میں ہدایت قبول نہ کرنا علی وجہ الاتم ہے کیونکہ وہ عالم ہدایت قبول کرنے کا نہیں کافر باوجود یہ کہ دار الامتحان اور دار العمل میں ہیں پھر بھی ان کی قسمت میں ہدایت نہیں ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کیونکہ آپ غمگین ہو جاتے تھے کہ یہ کافر معجزات بھی دیکھتے ہیں پھر ایمان قبول نہیں کرتے جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہما۔ تو بتایا گیا ان کی قسمت میں ہدایت نہیں، آپ بشیر ونذیر ہیں، آپ تبلیغ کریں اس پر ثواب ملے گا لیکن ہدایت خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ تفسیر اور سماع نافع والی تفسیر مفہوم میں قریب ہیں''۔ موتیٰ سے مراد جب کفار ہیں اور ان کفار کو تشبیہ بھی ان مردوں سے دی گئی ہے جو کفار ہیں جو بغیر ایمان لانے کے مر گئے تھے۔ پس مسلمان موتیٰ اس کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ وہ ایمان کی حالت میں مر گئے تھے، ان کو سنانا فائدہ مند ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت جب ان کی قبور کے پاس کی جائے تو وہ اس سے مانوس ہوتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور تلقین کرنے کا بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کا بھی ان کو فائدہ پہنچتا ہے، اسی طرح ان کی نیک اولاد اچھے کام کرتی ہے تو اس کا ثواب پہاڑوں کے برابر ان کو پہنچتا ہے پس یہاں مسلمان مردوں پر کافروں والی آیت فٹ کرنا درست نہیں ہے خصوصاً ابوجہل وابولہب وغیرہما کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر فٹ کرنا بہت بڑی گستاخی ہے۔ کافروں اور بتوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ آیت ''اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں) تو کافروں نے کہا کہ چلو ہمارے معبود جہنم میں جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی تو معبود بنائے گئے تھے وہ بھی جہنم میں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا استثناء کیا ''اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا

مُبعَدُون" (بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے)

معلوم ہوا بتوں اور کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء علیہم السلام پر فٹ کرنا کفار کا پرانا دستور ہے۔

سوال نمبر ۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت "اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی" اور آیت "وَمَا اَنتَ بِمُسمِعٍ مَّن فِی القُبُورِ" سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال کیا ہے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اپنا اجتہاد ہے، جو درست نہیں ہے۔ کیونکہ جس ذات مقدسہ پر قرآن نازل ہوا ہے وہ قرآن مجید کو بہتر سمجھتے ہیں۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر چلنے اور اتباع کرنے کا حکم ہے لیکن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد و قیاس پر چلنے کا حکم نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں کفار کی پڑی ہوئی لاشوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا۔؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مردوں کو بلاتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم! تم مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں"۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اعتراض کیا کہ اصل لفظ "لیعلمون الآن" (کہ اب وہ عذاب کو محسوس کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سچا جان رہے ہیں) کے ہیں اور سماع کے لفظ درست نہیں، کیونکہ یہ آیت "اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی" کے خلاف ہے دیکھئے، (بخاری شریف ج۱ ص ۱۸۳ و ج۲ ص ۵۶۷)

حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہے کیونکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ حدیث بعینہ اسی طرح نقل کرتے ہیں جس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نقل فرمائی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث (بخاری ج۲ ص ۵۷۴) میں بھی ہے۔

(۱):...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۸۷ و نسائی ج۱ ص ۲۹۳ و ابوداؤد طیالسی ص۹ و تہذیب الآثار طبری (مسند امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) القسم الاول ج۱ ص ۲۳۹ و مسند احمد ج۱ ص ۲۷ و ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۷۹) میں یہ حدیث موجود ہے۔

(۲):...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث انہی الفاظ سے مروی ہے دیکھئے (صحیح مسلم ج۲ ص ۳۸۶ و مسند احمد ج۳ ص ۱۰۴ و ج۳ ص ۱۸۲ و ج۳ ص ۲۲۰ و ج۳ ص ۲۶۳ و نسائی ج۱ ص ۲۹۳)

(۳):...... حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث انہی الفاظ سے مروی ہے دیکھئے (صحیح بخاری ج۲ ص ۵۶۶ و مسلم ج۲ ص ۳۸۷ و مسند احمد ج۴ ص ۲۹)

(۴):...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی انہی الفاظ سے مروی ہے دیکھئے (طبرانی کبیر ج۱۰ ص ۱۹۸ (رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج۶ ص ۹۱)

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وللطبرانی من حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مثلہ باسناد صحیح" (فتح الباری ج۸ ص ۳۰۵) یعنی طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ صحیح سند کے ساتھ حدیث مروی ہے۔

(۵):...... حضرت سیدان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے الفاظ یوں مروی ہیں: "وھل یسمعون۔؟ قال یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون" (طبرانی کبیر ج۷ ص ۱۹۷) اور کیا مردے سنتے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا: اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو لیکن جواب نہیں دیتے۔ حضرت سیدان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن

سیدان جو اس حدیث کے راوی ہیں، کے بارے میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مجھول" (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۹۱) جبکہ علامہ ابن سعد رحمہ اللہ اس کو طبقات صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ دیکھئے (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۳۸) اور مجہول صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی صحیح شمار کی جاتی ہے۔

بہرحال یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سندوں سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سندیں صحت کے درجہ کے قابل ہیں۔ ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ حدیث مشہور حدیث کے درجہ میں یقیناً شمار ہوگی، جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، جو بدر کے مقام پر خود موجود تھے جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بدر کے مقام پر موجود نہ تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ قرآن مجید کی مخالفت نہیں کرتے تھے، چنانچہ نیلوی صاحب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں: "یعنی قرآن پاک کا حرف حرف آپ کا خلق تھا اور قرآن پاک کا لفظ لفظ آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ آپ کبھی بھی قرآن پاک کے ایک حرف کا بھی خلاف نہ کرتے تھے"۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۰)

جس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے سماع کی حدیثیں قرآن مجید کے خلاف نہیں ہیں اور قرآن مجید میں عدم سماع موتی کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ "اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی" سے مراد کفار ہیں جو اس وقت زندہ موجود تھے۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی لکھتے ہیں: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت قرآنی کی بناء پر مضمون روایت کی یوں تاویل کی کہ "رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں کہا ہوگا"، مگر یہ تاویل بنتی نہیں ہے کیونکہ صرف ایک لفظ کا پھیر پھار ہوتا تو ہوسکتا تھا، اس روایت میں تو یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سرداروں کا نام لے لے کر پکارا"۔ (حسن البیان ص ۷۳)

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وایضاً الایة فی الکفرة والمراد انک لاتجعلهم منتفعین بما یسمعون منک کالموتی والحدیث لا یخالفه ولا یثبت الانتفاع للمیت وبالجملة فالحدیث صحیح وقد جاء بطریق فتخطئته غیر متجهة واللہ اعلم۔ (حاشیہ سندھی علی النسائی ج ۱ ص ۲۹۳) اور آیت قرآنیہ کفار کے بارے میں ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی اکرم ﷺ! آپ ان کفار کو اس بات سے جو آپ سے سنتے ہیں نفع اٹھانے والا نہیں بنا سکتے مردوں کی طرح اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مردہ کے لئے نفع ثابت نہیں ہے خلاصہ یہ کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح ہے اور دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا خطاء کار ٹھہرانا کسی وجہ سے درست نہیں۔

مفسر محمد علی الصابونی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ثم نبه تعالی الی ان هؤلاء الکفار کالاموات لا ینفع معهم نصح ولا تذکیر فقال فانک لا تسمع الموتی الخ (صفوة التفاسیر ج ۲ ص ۴۸۳) پھر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا کہ یہ کفار مردوں کی طرح ہیں ان کو کوئی وعظ ونصیحت نفع نہیں دیتا پس فرمایا بے شک آپ ان مردوں کو حق کی بات نہیں سنا سکتے (یعنی قبول نہیں کروا سکتے)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں: اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی ای الکفار موتی القلوب۔ (انوار التبیان ص ۲۹۹) اس آیت "اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی" سے مراد کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں۔

مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں: "اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی" تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام قبول نہیں

کرا سکتا۔ اس آیت سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کیونکہ اسماع سے یہاں سماع اجابت مراد ہے جیسے ''وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ'' میں اور متعدد احادیث سے سماع موتی ثابت ہے۔...... مجمع البحار میں ہے: ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' کا معنی یہ ہے کہ تو ان جاہلوں کو نہیں سمجھا سکتا جن کو اللہ تعالی نے جاہل بنایا ہے تو یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہ ہوگی۔ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ س)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقد خالفها الجمهور في ذلك وقبلوا حديث ابن عمر رضی اللہ عنہما لموافقته من رواه غيره عليه۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۷) اور بے شک جمہور علمائے کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ان کی موافق ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: والصحيح عند العلماء رواية عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸) اور صحیح بات علمائے اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی صحت کے بہت سے دلائل موجود ہیں۔

مفسر قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقد احتجت عائشة رضی اللہ عنہا في انكارها ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم اسمع موتى بدر بهذه الآية فنظرت في الامر بقياس عقلي ووقفت مع هذه الآية وقد صح عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ''ماانتم باسمع منهم''۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۲۳۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسئلہ سماع موتی کے انکار میں اس آیت سے دلیل پکڑی ہے پس ان کا یہ نظریہ عقلی قیاس پر مبنی ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہیں۔

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قال ابن تيمية في كتاب الانتصار للامام احمد رحمہ اللہ وانكار عائشة رضی اللہ عنہا سماع اهل القليب الكفار معذورة فيه لعدم بلوغها النص وغيرها لا يكون معذوراً۔ (المنحة الوهبية ص ۱۳) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الانتصار للامام احمد رحمہ اللہ میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قلیب بدر کے مردوں کے بارے میں سماع کا انکار کرنا عذر کی بناء پر تھا وہ اس میں معذور تھیں کیونکہ ان کو نص حدیث نہیں پہنچی تھی لیکن ان کے علاوہ کوئی اور معذور شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موقعہ پر حاضر نہ تھیں اس لئے ان کو اس واقعہ کا علم ہی نہیں تھا''۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۹۵)

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وتعقب ذلك السهيلي فقال عائشة رضي الله تعالى عنهالم تحضر قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم فغيرها ممن حضر احفظ للفظه عليه الصلوة والسلام وقد قالوا له يا رسول الله! اتخاطب قوما جيفوا فقال ما انتم باسمع لما اقول منهم۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷) اور علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر گرفت کی ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موقعہ پر موجود نہ تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو موقعہ پر موجود تھے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں جبکہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ ایسی قوم کو خطاب کر رہے ہیں جو مردار ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔

جواب نمبر ۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا چنانچہ اس رجوع کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ا: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومن الغریب ان فی المغازی لابن اسحق روایۃ یونس بن بکیر باسناد جید عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مثل حدیث ابی طلحۃ وفیہ ما انت باسمع لما اقول منھم واخرجہ احمد باسناد حسن فان کان محفوظا فکانہا رجعت عن الانکار لما ثبت عندھا من روایات ھؤلاء الصحابۃ لکونہا لم تشھد القصۃ۔ (فتح الباری ج۸ ص ۳۰۶) اور عجیب بات یہ ہے کہ ابن اسحق کی کتاب مغازی میں یونس بن بکیر کے طریق سے جید سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت مروی ہے جس طرح ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں "ماانتم باسمع لما اقول" کے الفاظ موجود ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی حسن سند کے اس کی تخریج کی ہے اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں تو گویا کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کے انکار سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتیں ثابت ہوگئی ہیں (جو موقعہ پر حاضر تھے) کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حاضر نہ تھیں۔

لیکن اس روایت کی سند میں ''ابن اسحق'' راوی واقع ہیں، جو سخت قسم کا ضعیف ہے، اس لئے دوسرے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۲: عن ابراھیم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر باولئک الرھط فالقوا فی الطوی عتبۃ وابو جھل واصحابہ وقف علیھم فقال جزاکم اللہ شرا من قوم نبی ما کان اسوء الطرد واشد الکذیب قالوا یارسول اللہ! کیف تکلم قوما جیفوا فقال ما انتم بافھم لقولی منھم او لھم افھم لقولی منکم۔ (مسند احمد ص ۱۷۰ ج۶ و تھذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۵۹ مسند عمر بن الخطاب القسم الاول) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن ان مردہ لاشوں کے پاس سے گزرے، جو کنویں میں ڈالی گئی تھیں، جن میں عتبہ اور ابوجہل اور اس کے ساتھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے پس فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برا بدلہ دے نبی کے قبیلہ کے لوگو! کیا ہی بری طرح تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ہٹانے اور سخت جھٹلانے والے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کس طرح ایسی قوم سے باتیں کررہے ہیں جو مردار ہوچکے ہیں پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان مردوں سے میری بات کو زیادہ سمجھنے والے نہیں یا وہ میری بات کو تم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

بات کو سمجھنا موقوف ہے سننے پر جیسے: استاد شاگرد کو کہتا ہے کہ آپ نے میری بات کو سمجھ لیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا سماع بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے چنانچہ (مسند احمد ج۶ ص ۱۲۷) میں ہے کہ:'' حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سألت عائشۃ رضی اللہ عنہا" (میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا)

دلیل نمبر ۳: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت ادخل بیتی الذی دفن فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی فاضع ثوبی فاقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر رضی اللہ عنہ معھم فواللہ مادخلت الا انا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے اس گھر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے ہیں داخل ہوا کرتی تھی اور اپنا کپڑا پردے کا الگ رکھ دیتی تھی پس کہتی تھی کہ میرے خاوند اور والد ہیں جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے تو قسم بخدا میں نہیں داخل ہوا کرتی تھی مگر یہ کہ میرے کپڑے اوپر بند ہوتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے۔ (مسند احمد ج۶ ص ۲۰۲ مشکوۃ ج ا ص ۱۵۴ وقال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج۹ ص ۳۷)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچان لیتے ہیں، اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے استاد علامہ سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے عقیدہ میں ہم نے "العرف الشذی" کے حوالہ سے اس مسئلہ کو پہلے بیان کر دیا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے راقم الحروف کی کتاب (تھرحق ص ۲۵۳، ۲۵۹، ۲۶۰) کا مطالعہ کریں۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قبر میں مدفون تھے، وہ کئی من مٹی، جو ان کے اوپر تھی، اس کے اندر سے تو دیکھ سکتے تھے لیکن کپڑا جو معمولی قسم کا پردہ ہے، اس میں وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

جواب: آپ کا یہ عقلی ڈھکوسلہ نص کے خلاف ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریہ کے خلاف ہے، فقہاء احناف رحمہم اللہ کی عبارات کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مردہ سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے (اس حدیث کی تحقیق آگے آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ)

نیلوی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: "جواباً عرض ہے کہ یہ قیاس ہے، نص کے مقابل میں جو مردود ہوتا ہے۔ (ردمنکرات ص ۴۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت: فاذا دفنتمونی فسنوا علی التراب سنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمها حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶ صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۷۱ مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۹ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۵۹ مشکوۃ ص ۱۴۹) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "پس جب تم مجھے دفن کر چکو تو میرے اوپر مٹی ڈالو پھر میری قبر کے پاس اتنی مدت ٹھہرے رہو جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے تا کہ میں تمہاری وجہ سے انس حاصل کروں اور سوچ لوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ تھا کہ میں تمہاری بات بھی سنوں گا اور اپنی قبر کے پاس دیکھ کر مانوس بھی ہوں گا۔ اس حدیث کی شرح میں محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی (المتوفی ۱۰۵۷ھ) فرماتے ہیں: فیه ان المیت یسمع حینئذ من حول القبر۔ (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین ج ۳ ص ۱۹۶) اس حدیث میں دلیل ہے کہ مردہ قبر کے آس پاس سنتا ہے۔

علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اذا فرغوا من دفنه یستحب الجلوس عند قبره بقدر ما ینحر جزور و یقسم لحمه یتلون القرآن ویدعون للمیت فقد ورد انه یستأنس بهم وینتفع به۔ (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۳۸) اور جب مردہ کے دفن سے فارغ ہو جائیں تو اس کی قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اتنا وقت کہ اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہیں اور میت کے لئے دعا مانگتے رہیں پس اس کا ثبوت حدیث میں مذکور ہے کہ مردہ ان سے مانوس ہوتا ہے اور اس بیٹھنے سے اس کو نفع ہوتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں: وقال ابن القیم الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جآء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم انه لا توقیت فی ذلک۔ (طحطاوی ص ۳۴۰) اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احادیث اور آثار دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ زیارت کرنے والا جب بھی قبر کے پاس آئے تو مردہ جانتا ہے اور اس کا سلام سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ شہداء وغیرہم سب کے حق میں عام ہے اور وقت کی قید بھی نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے تلقین کو مفید قرار دیا ہے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا حوالہ صحیح مسلم سے ذکر کیا ہے۔ دیکھئے (حاشیہ طحطاوی ص ۳۰۶)

دلیل نمبر ۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاما فتنة القبر فبی تفتنون وعنی تسألون فاذا کان الرجل الصالح اجلس فی قبره غیر فزع ولا مشعوف ثم یقال له فیم کنت فیقول فی الاسلام فیقال ماهذا الرجل الذی کان فیکم فیقول محمد رسول الله ﷺ جاء نا بالبینات من عند الله فصدقناه فیفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا فیقال له انظر الی ما وقاک الله عز وجل ثم یفرج له فرجة الی الجنة فینظر الی زهرتها وما فیها فیقال له هذا مقعدک منها ویقال علی الیقین کنت وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله تعالی واذا کان الرجل السوء اجلس فی قبره فزعا مشعوفا فیقال له فیم کنت فیقول لا أدری فیقال ماهذا الرجل الذی کان فیکم فیقول سمعت الناس یقولون قولا فقلت کما قالوا فتفرج له فرجة قبل الجنة فینظر الی زهرتها وما فیها فیقال له انظر الی ماصرف الله عز وجل عنک ثم یفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا ویقال له هذا مقعدک منها کنت علی الشک وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله ثم یعذب۔ (مسند احمد ج٦ ص ١٤٠) پس قبر کا امتحان میرے سبب سے ہوگا اور میرے بارے میں تم سے سوال ہوگا پس نیک شخص کو اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا دراں حالیکہ وہ پریشان نہ ہوگا پھر اس سے کہا جائے گا تو کس حالت میں تھا؟ وہ جواب دے گا کہ اسلام کی حالت میں پھر پوچھا جائے گا وہ شخص کون ہیں جو تمہارے اندر رہتا تھا؟ پس وہ جواب دے گا کہ وہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ معجزات لے کر آئے ہم نے ان کی تصدیق کی پس اس شخص کے لئے جہنم کی طرف سے ایک دریچہ کھولا جائے گا پس اس کو دیکھے گا کہ بعض بعض کو کاٹ رہا ہے پس اس کو کہا جائے گا اس کو دیکھ لے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا ہے پھر اس کے لئے جنت کی طرف ایک دریچہ کھولا جائے گا پس اس کی رونق اور جو چیزیں جنت میں ہیں ان کو دیکھے گا پس اس کو کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانا ہے یقین پر تو نے زندگی گزاری اور اسی پر موت واقع ہوئی اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا۔ اور برا شخص قبر میں بٹھایا جائے گا پریشان وحیران پس اس کو کہا جائے گا تو کس حالت میں تھا؟ وہ جواب دے گا میں کچھ نہیں جانتا پھر پوچھا جائے گا وہ شخص کون ہے جو تمہارے اندر رہا کرتے تھے؟ پس وہ کہے گا لوگوں سے میں بات سنا کرتا تھا پس میں بھی ویسے ہی کہتا ہوں اس کے لئے جنت کی جانب سے دریچہ کھولا جائے گا پس اس کی رونق اور جو چیزیں جنت میں ہیں ان کو دیکھے گا پس اس کو کہا جائے گا دیکھ لے اللہ عزوجل نے اس کو تجھ سے ہٹا لیا ہے پھر اس کے لئے جہنم کی جانب سے ایک دریچہ کھولا جائے گا بعض بعض کو کاٹ رہی ہے اور اس کو کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے جس کے بارے میں تو شک پر تھا اسی پر تیری موت واقع ہوئی اور اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ پھر عذاب دیا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ قبر میں زندہ کیا جاتا ہے وہ منکر نکیر کا سوال سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے چاہے وہ مردہ مسلمان ہو یا کافر وہ جنت وجہنم کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

دلیل نمبر ۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہوئیں تو فرمایا: والله لو حضرتک مادفنت الا حیث مت ولو شهدتک مازرتک۔ (ترمذی ج ١ ص ١٢٥) وقال الهیثمی رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ج ٣ ص ٦٠) خدا کی قسم اگر میں تیری موت کے

وقت تیرے پاس موجود ہوتی تو آپ کو دفن نہ کیا جاتا مگر جہاں تو فوت ہوا ہے اگر میں تیرے پاس موجود ہوتی (تو آج) تیری زیارت کے لئے نہ آتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بھائی کی قبر پر آکر بھائی کو خطاب کرنا سماع موتی کی دلیل ہے۔ اس روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابن جریج ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریج کی سند کے علاوہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھائی کی قبر پر جانا ثابت ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۱ و مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۱۸ و مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۷۶ و قال الذهبی صحیح)

دلیل نمبر ۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کی طرف نکلتے تھے وہاں سلام کرتے تھے۔ السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غداً مؤجلون انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۳) اے مؤمن قوم! حویلی میں رہنے والے تمہارے اوپر سلامتی ہو کل تاخیر والے دن کا جو وعدہ تمہیں دیا جاتا تھا وہ تمہارے پاس آچکا ہے اور ان شاء اللہ ہم بھی آپ سے ملنے والے ہیں۔

اس حدیث میں بھی خطاب کے صیغے ہیں اور اس حدیث کے تحت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸) میں، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (کتاب الروح ص ۴) میں فرماتے ہیں: یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا ہے اور سمجھتا ہے، اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو وہ بمنزلہ معدوم و جماد کے ہوتے، حالانکہ سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس سے اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا نے تو ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتیٰ'' فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے سلام اہل قبور مسنون کر دیا، اگر استماع ممکن نہیں تو پھر یہ بے ہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لئے کافی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۸)

رجوع کی دلیل نمبر ۵: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا۔ رواہ مالک وابو داؤد وابن ماجۃ۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۴۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت (مردہ) کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

نیز یہ حدیث (مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۵ اور ج ۶ ص ۵۸ اور ''موارد الظمآن'' ص ۱۹۶) وغیرہ میں بھی مذکور ہے، مشکوۃ کے حاشیہ میں ہے: قولہ ککسرہ حیا یعنی فی الاثم کما فی الروایۃ قال الطیبی اشارۃ الی ان لا یھان المیت کما لا یھان الحی وقال ابن الملک والی ان المیت یتألم قال ابن حجر ومن لازمہ ان یستلذ بما یستلذ بہ الحی انتھی وقد اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اذی المؤمن فی موتہ کأذاہ فی حیاتہ ذکرہ فی المرقاۃ۔ کہ ہڈی توڑنا زندہ کی طرح ہے یعنی گناہ میں جیسا کہ ایک روایت میں مذکور ہے علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ میت کی توہین زندہ کی توہین کی طرح ہے اور علامہ ابن الملک حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ بھی ہے کہ میت کو درد ہوتا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے لوازمات میں سے یہ بھی ہے کہ مردہ کو ان چیزوں سے لذت حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت تخریج کی ہے کہ مؤمن کو موت کی حالت میں تکلیف پہنچانا زندہ کی طرح ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی طرح مذکور ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حدیث: ان المیت یؤذیہ فی قبرہ ما کان یؤذیہ فی بیتہ الدیلمی بلا سند عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مرفوعا ویشھد لہ ما اخرجہ ابو داؤد وابن ماجۃ وغیرھما مرفوعا کسر عظم المیت ککسر عظمہ حیا۔ (المقاصد الحسنۃ ص ۶۲) کہ یہ حدیث ''بے شک مردہ کو قبر میں وہ چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اس کو اپنے گھر میں پہنچاتی تھیں۔ محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا بغیر سند کے روایت کیا ہے لیکن اس حدیث کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے مرفوعا روایت کیا ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

محدث دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح محدث ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن سند کے ساتھ اور جرح بھی کی ہے دیکھئے (علل لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۳۷۰)

اور شامی میں ہے ''لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی'' (بحوالہ فتاوی مظہری ص ۴۲۶) میت کو بھی یقینا تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ہڈی توڑنے والی حدیث (موارد الظمان ص ۱۹۶) میں باب کا عنوان یوں ہے ''باب فی من آذی میتا'' (باب ان چیزوں کے بارے میں جو میت کو تکلیف پہنچاتی ہیں)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ علامہ امیر یمانی ''سبل السلام'' میں فرماتے ہیں: وھو یحتمل ان المیت یتألم کما یتألم الحی وقد ورد الحدیث انتھی (التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ج ۳ ص ۱۸۸) اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مردہ کو درد و تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ زندہ کو ہوتی ہے اور اس سلسلے میں ایک حدیث بھی مروی ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے قیاسی نظریہ عدم سماع موتی سے رجوع کر چکی تھیں۔ ''انک لا تسمع الموتی'' میں لفظ موتی سے دھوکہ لگ جاتا ہے لیکن جب پوری آیت پڑھ کر غور و فکر کیا جائے تو مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے، اور بھی کئی حضرات کو لفظ موتی سے دھوکہ لگا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات میں شامل ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے تسلی ہوگئی اور حدیث ''ما انتم باسمع'' کی خود روایت کرتے رہے کما مر۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں منکر نکیر کے سوال کا ذکر کیا۔ فقال عمر رضی اللہ عنہ اترد علینا عقولنا یا رسول اللہ! فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم کھیئتکم الیوم فقال بفیہ الحجر (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲ و موارد الظمان ص ۱۹۷) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ ہمارے عقل اس وقت واپس لوٹائیں گے آپ نے فرمایا ہاں آج کے دن کی طرح عقل کام کریں گے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا صحیح جواب نہ دے سکنے والے کے منہ پر پتھر پڑیں۔

مسند احمد کی سند میں ابن لہیعہ راوی واقع ہیں اگرچہ اس نے تحدیث کے ساتھ روایت بیان کی ہے مگر ابن لہیعہ سخت ضعیف ہے لیکن موارد الظمان کی سند میں یہ راوی نہیں ہے۔ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رواہ احمد من طریق ابن لھیعۃ والطبرانی فی الکبیر باسناد جید۔ (الترغیب والترھیب للمنذری ج ۵ ص ۳۲۳) کہ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن لہیعہ کی سند سے روایت کیا ہے لیکن امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم کبیر میں جید (کھری) سند سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ موت کے بعد عقل وغیرہ سب کامل ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ قبر میں تمہارے پاس دو فرشتے گرجتے کڑکتے آئیں گے اور تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے۔؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت ہماری عقل بھی درست ہوگی

یا نہیں۔؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''نعم کھیئتکم الیوم'' یعنی اس وقت ایسی عقل ہوگی جو آج ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بس کام چلالوں گا۔ (اخرجہ احمد و الطبرانی، ندائے حق جزء اول طبع اول ص ۵۴۴ و طبع دوم ص ۵۶۵)

نیلوی صاحب زندہ باد۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کا رجوع: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی منکرین سماع موتی میں شمار کیا تھا لیکن بعد میں اپنی ایک تحریر میں واضح کرتے ہیں۔ ''سماع موتی میں اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے سے ہے، بہت سے ائمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے۔ الخ (فتاوی دار العلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۴۶۱)

ایمان (قسموں) کے مسئلہ سے بعض حضرات، کو دھوکہ لگا ہے کہ مردے نہیں سنتے حالانکہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور اسی دھوکہ میں حضرت مفتی صاحب بھی مبتلا رہے بار بار لکھتے رہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کا رجوع: مولانا منظور نعمانی مدظلہ العالی (اب رحمہ اللہ) نے بھی (ستہ ضروریہ ص ۳۶) وغیرہ میں لکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع اموات کے منکر ہیں۔ لیکن بعد میں حضرت اس سے رجوع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ شہرت ہی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ ائمہ حنفیہ سماع موتی کے منکر ہیں، محققین علماء احناف نے دعوی کیا ہے کہ فقہ حنفی کے ائمہ واساطین میں سے کسی سے بھی یہ انکار ثابت نہیں۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ ص ۳۲) مولانا موصوف اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں'' اس موقع پر یہ عاجز اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ اب سے ۳۲، ۳۳ سال پہلے الفرقان کے پہلے یا دوسرے سال کے کسی شمارہ میں سماع اموات کے بارہ میں اس عاجز نے بھی وہی لکھا تھا جس کی نسبت حنفیہ کی طرف مشہور ہوگئی ہے یعنی سماع موتی کا انکار، بعد میں وہ معلوم ہوا جو ''فیض الباری'' سے یہاں نقل کیا جارہا ہے اور اب یہ عاجز اسی کو تحقیقی بات سمجھتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ ھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ''۔

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی کو مسئلہ سماع موتی کے بارے میں مولانا شیر محمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ) کا ایک خط بھی موصول ہوا تھا جس سے مولانا نعمانی مدظلہ نے بہت اچھا اثر لیا۔ مولانا موصوف کے اپنے الفاظ میں اس خط کا ذکر ملاحظہ ہو: ''اب سے ۳۳ سال پہلے جب الفرقان بریلی سے جاری ہوا تو کچھ دنوں تک یہ عاجز خود ہی اس کا ایڈیٹر تھا اور خود ہی اس کا محرر۔ اس ابتدائی دور میں گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ) سے الفرقان جاری کرانے کے لئے سالانہ چندہ کا ایک منی آرڈر آیا، مرسل کا نام صرف ''شیر محمد'' لکھا ہوا تھا، اور تحریر کی سادگی سے اس کا شبہ بھی نہیں ہوا کہ یہ کوئی صاحب علم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ خریداروں کے رجسٹر میں، میں نے ان کا نام صرف ''شیر محمد صاحب'' لکھ دیا۔ عرصہ کے بعد الفرقان کے ایک مضمون کے بارہ میں جو غالباً مسئلہ سماع اموات سے متعلق تھا، ان صاحب کا ایک خط آیا جس میں'' امداد الفتاوی'' کے حوالہ سے اس مسئلہ کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خالص تحقیق کا ذکر کیا گیا تھا، جس سے میں اس وقت تک واقف نہیں تھا، اس خط سے پہلی دفعہ یہ معلوم ہوا کہ یہ کوئی عالم دین ہیں۔'' (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ماہ ربیع الاول ص ۵۱ تا ۵۲ ۱۳۸۶ھ)

۲۶۵

سالانہ چندہ
ہندوستان سے ۶/-
پاکستان سے ۶/-
ششماہی
ہندوستان سے ۳/۵۰
پاکستان سے ۴/-

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

فی کاپی ...... ۶۰ پیسے

سالانہ چندہ
غیر ممالک سے
۱۲ شلنگ
ہوائی ڈاک کے لیے مزید محصول ڈاک کا اضافہ

جلد ۳۴ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۶ء | شمارہ ۵

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو

اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم آئندہ کیلئے چندہ ارسال فرمائیں یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ چندہ یا کوئی دوسری اطلاع ۲۰ ستمبر تک آجائے ورنہ اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی ارسال ہوگا۔

پاکستان کے خریدار:- اپنا چندہ ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور کو بھیجیں اور صرف ایک سادہ کاغذ کے ذریعہ ہم کو اطلاع دے دیں ڈاکخانہ کی رسید بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

نمبر خریداری:- براہ کرم خط و کتابت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کیجئے۔

تاریخ اشاعت:- الفرقان ہر انگریزی مہینہ کے پہلے ہفتہ میں روانہ کر دیا جاتا ہے، اگر ۱۵ تاریخ تک کسی صاحب کو نہ ملے تو فوراً مطلع کریں، اس کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آجانی چاہیے، اس کے بعد رسالہ بھیجنے کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

دفتر الفرقان، کچہری روڈ، لکھنؤ

بعض اصحابِ قبور کا تکلّم

—————— محمد منظور نعمانی

کئی مہینے سے الفرقان میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات شائع ہو رہے ہیں، اس سلسلہ کی بعض قسطوں میں چند واقعات ایسے بھی مذکور ہوئے ہیں جن میں بعض خواص اصحاب قبور سے شاہ صاحبؒ کے مکالمات کا ذکر ہے۔ ناظرین الفرقان میں سے بعض حضرات نے ان واقعات سے اپنے سخت توحش و اضطراب کا اظہار کیا ہے۔ لیکن انہوں نے وضاحت کے ساتھ اس کا سبب نہیں لکھا ہے — ہم نے بہتر سمجھا کہ اس بارہ میں الفرقان ہی میں کچھ لکھ دیا جائے تاکہ اگر کسی اور کو بھی اس طرح کا خلجان ہو تو وہ بھی رفع ہو جائے۔

جو حضرات حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اُن کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی شخصیت اور اُن کے علو مقام سے واقف ہیں اُن کی خدمت میں تو سب سے پہلی بات اس سلسلہ میں یہ عرض کرنی ہے کہ یہ سب واقعات حضرت شاہ ولی اللہؒ کی "انفاس العارفین" سے ماخوذ ہیں یعنی ان کے اصل راوی حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ اور انہوں نے بلا واسطہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سے سن کر یہ واقعات اپنی کتاب میں محفوظ کیے ہیں — اس لیے جہاں تک ان کی نقل و روایت کا تعلق ہے اس میں کسی شک و شبہ یا کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ ان واقعات کے بارہ میں ذہنی خلجان اور توحش کی وجہ ایک تو یہ ہو سکتی ہے کہ اصحاب قبور سے اس طرح کے مکالمے کی کوئی مثال اور سند قرآن مجید

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ہمیں نہیں ملتی — یہ بات بلاشبہ صحیح ہے۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی بھی ہمارے علم میں نہیں ہے جس سے اس کی قطعاً نفی ہوتی ہو — "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" — اور — "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" کے بارہ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ اہل علم کی نظر میں ہوگا اور ان دونوں آیتوں کا سیاق و سباق خود ہی ان کے معنی متعین کر دیتا ہے۔ (تفصیل تفاسیر میں دیکھی جا سکتی ہے) بہرکیف صورت حال یہ ہے کہ شریعت کے اصل ماخذ قرآن و حدیث اس بارہ میں ساکت ہیں۔ اور یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو بات قرآن و حدیث میں بیان نہ کی گئی ہو وہ لازمی طور پر قابل انکار ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک حقیقت بجائے خود صحیح ہو اور وہ خواص امت کے تجربہ اور ادراک میں آئے اور قرآن و حدیث میں اس کو اس لیے بیان نہ فرمایا گیا ہو کہ امت کے عوام اور جمہور کے لحاظ سے وہ نازک اور دقیق ہو اور اس سے ان کے لیے کسی ابتلاء کا خطرہ ہو یا اس طرح کی کسی اور مصلحت سے اس کو قرآن و حدیث میں بیان نہ فرمایا گیا ہو۔ — خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حقیقت روح پر کلام کرتے ہوئے اس نکتہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

ولیس کل ما سکت عنہ الشرع لا یمکن معرفتہ البتۃ بل کثیراً ما یسکت عنہ لاجل انہ معرفۃ دقیقۃ لا یصلح لتعاطیہا جمہور الامۃ وان امکن لبعضہم۔

(حجۃ اللہ ص ۱۰/۱۲)

اور یہ بات نہیں ہے کہ شریعت میں جس چیز کے بارے سکوت کیا گیا ہو اس کی معرفت اور اس کا ادراک کسی کے لیے ممکن ہی نہ ہو بلکہ بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کسی حقیقت کو شریعت میں اس لیے بیان نہیں کیا جاتا کہ وہ ایک دقیق اور نازک حقیقت ہوتی ہے جس کے لینے دینے (افادہ و استفادہ) کی صلاحیت جمہور امت میں نہیں ہوتی (اگرچہ خواص میں اس کی اہلیت ہوتی ہو اور وہ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں)

صوفیائے کرام کے بہت سے عارفانہ اور بہت سے تجربے اسی قبیل سے ہیں۔ ہاں اگر خدانخواستہ ان میں سے کوئی ایسی بات کہے اور ایسی معرفت یا واردات بیان کرے جو قرآن و حدیث اور اصول شریعت کے خلاف ہو تو بلاشبہ اس کا رد و انکار واجب ہوگا، لیکن اگر وہ بات ایسی ہے کہ قرآن و حدیث اس سے صرف ساکت ہیں تو پھر اس کے انکار و ابطال پر زور دینا غلو ہوگا — زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرے لوگ اس کے تسلیم کرنے کے مکلف نہ ہوں گے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے حالات میں بعض خواص اصحاب قبور سے مکالمہ، یا بیداری میں حضرت سعدی علیہ الرحمہ سے ملاقات، یا منطق الطیر کے ادراک وغیرہ کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں اُن سب کی نوعیت دراصل یہی ہے — اس لیے صرف اس بنا پر ان کا انکار و رد یا ان سے توحش صحیح نہیں کہ قرآن و حدیث میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اموات کے مکالمے سے انکار کی ایک علمی وجہ خاص کر احناف کے لیے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بات اچھی خاصی شہرت پا گئی ہے کہ حنفیہ سماع موتیٰ کے قائل نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ اموات سے مکالمے کا اس وقت تک تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ان کے لیے سماع بلکہ مزید برآں تکلم بھی نہ تسلیم کر لیا جائے۔

اس بارہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حنفی علماء و مصنفین نے سماع موتیٰ سے انکار کیا ہے ان کو بھی سماع سے مطلق انکار نہیں ہے بلکہ وہ اس میں استثنا کے قائل ہیں، مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جب کوئی زائر قبر پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کا سلام سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے، اسی طرح احادیث نبویہ کی روشنی میں انھوں نے اور بھی بعض استثناءات کیے ہیں — لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ شہرت ہی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ ائمہ حنفیہ سماع موتیٰ کے منکر ہیں — محققین علماء احناف نے دعویٰ کیا ہے کہ فقہ حنفی کے ائمہ و اساطین میں سے کسی سے بھی یہ انکار ثابت نہیں ہے[1] — امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے

(۱) اس موقع پر یہ عاجز اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ اب سے ۲۲-۲۳ سال پہلے الفرقان کے پہلے یا دوسرے سال کے کسی شمارہ میں سماع اموات کے بارہ میں اس عاجز نے بھی وہی لکھا تھا جس کی نسبت حنفیہ کی طرف مشہور ہو گئی ہے یعنی سماع موتیٰ کا انکار، بعد میں وہ معلوم ہوا جو فیض الباری سے یہاں نقل کیا جا رہا ہے، اور اب یہ عاجز اسی کو تحقیقی بات سمجھتا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

امالی "فیض الباری علی صحیح بخاری" میں ہے۔

وفی رسالۃ غیر مطبوعۃ لعلی القاری ان احداً من ائمتنا لم یذھب الی انکارہا اے انکار مسئلۃ سماع الاموات) وانما استنبطوھا من مسئلۃ فی باب الایمان ... الخ ص ۲۶۶ ج ۲	(ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ سماع موتیٰ سے انکار ائمہ حنفیہ میں سے کسی کا بھی مسلک نہیں ہے بلکہ بعض مصنفین نے باب الایمان کے ایک جزئی مسئلہ سے ایسا سمجھا ہے، اور یہ استنباط اس وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ الخ)

اس کے بعد صاحب فتح القدیر ابن ہمام کے رد پر گفتگو فرمانے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اقول: والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر۔	(اور میں کہتا ہوں کہ مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں حدیثیں تواتر کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں۔ اس لیے اس کے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے)

اسی طرح فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں ہے

ان سماع الموتیٰ ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ (فتح الملہم ص ۲۰۹ ج ۲)	بلاشبہ اموات کا فی الجملہ سماع بہت سی صحیح احادیث سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔

نیز فتح الملہم میں اس موقع پر علامہ آلوسی بغدادی حنفی کا کلام نقل کیا گیا ہے جس سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔ خاص کر اس شبہ کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ قبر میں تو صرف بے جان اور بے روح لاشہ دفن ہوتا ہے اور وہ بھی عام طور سے زیادہ مدت تک صحیح سلامت نہیں رہتا اس سے سماع کا کیا امکان ہے ــــ ذیل میں علامہ آلوسی کے اس کلام کا صرف حاصل اور خلاصہ درج کیا جاتا ہے ــــ فرماتے ہیں

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا رجوع: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے بھی "لطائف رشیدیہ" اور "الکوکب الدری" سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سماع موتی کے منکر ہیں لیکن بعد میں حضرت نے اس سے رجوع کر لیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

جواب:...... مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے، کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۰)

حضرت نیلوی کا رجوع: حضرت نیلوی صاحب مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "رہا آپ جیسے قائلین کا فرمانا، کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک عدم سماع موتی نہیں ہے، سو یہ غلط ہے، تواتر سے ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔ (رد منکرات ص ۳۸) لیکن حضرت نیلوی نے بعد میں اپنے اس جھوٹ سے رجوع کر لیا ہے، چنانچہ خود فرماتے ہیں: "اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے صراحۃً کوئی روایت نہیں ملتی، نہ سماع کی اور نہ عدم سماع کی۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۳۳)

نیز لکھتے ہیں: اب یہ مسئلہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ صراحۃً تنصیص نہیں ہے ظاہر الروایات کی کتب میں۔ ہاں ان کتب میں بہت سے مؤیدات و شواہدات ملتے ہیں جن سے یہ مسئلہ بلا شبہ اور بہ آسانی نکلتا ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہے، شاذ ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰ تا ۱۱) (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴)

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں بعض حضرات کو دھوکہ لگا ہے اور بغیر تحقیق کے بات لکھ ماری، جب پتہ چلا تو رجوع کرنا پڑا۔ ایک جھوٹی روایت فتاویٰ غرائب کے حوالہ سے بھی پیش کی جاتی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے مسلک کی بنیاد اس پر رکھی جاتی ہے اور اس کا ناقل غیر مقلد عالم بشیر الدین قنوجی ہے۔ جس کی تردید راقم الحروف نے (قہر حق ج ۱ ص ۲۳۵) میں کر دی ہے۔

جواب ۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بالمقابل جب قرآنی آیات پیش کرتیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھا دیتے تھے اور آپ سمجھ جاتی تھیں مثلاً:

(۱):...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا قیامت والے دن حساب لیا جائے مگر وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے کہ "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ {۷} فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا" (پس جس کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے پس عنقریب اس کا حساب آسان لیا جائے گا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: "ذاک العرض ومن نوقش الحساب هلک" (آیت میں جس حساب کا ذکر ہے، اس سے مراد صرف پیشی ہے اور جس شخص کا پورا حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۶، ترمذی ج ۲ ص ۱۷۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ اور ابوداؤد ج ۲ ص ۸۵)

(۲):...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: "دن رات ختم نہ ہوں گے یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک لات اور عزیٰ (بتوں) کی عبادت نہ کی جائے گی، پس میں (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے کہا میرا گمان یہ تھا کہ آیت "هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی" (جس میں تمام ادیان پر غلبہ کا ذکر ہے) تام اور کامل ہے (یعنی بتوں کی عبادت پھر کبھی نہ ہوگی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ

غلبہ رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلا دیں گے، مؤمن فوت ہو جائیں گے، پس وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہوگی پس یہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے"۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۴)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتیٰ" پڑھتیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ان کو سمجھا دیتے، اس لئے اب ہمارے لئے یہ امتحان ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مانتے ہیں یا ان کے بالمقابل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد اور قیاس کو مانتے ہیں جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: قام عمار علی منبر الکوفۃ فذکر عائشۃ رضی اللہ عنہا و مسیرھا و قال انھا زوجۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا و الاخرۃ و لکنھا مما ابتلیتم۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کوفہ کے منبر پر کھڑے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے آنے کا بصرہ کی طرف ذکر کیا اور کہا کہ وہ یقیناً تمہارے نبی آکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں دنیا اور آخرت میں لیکن تم امتحان میں ڈالے گئے ہو (اس کی اطاعت کرتے ہو یا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی)

جواب نمبر ۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو ان کی غلطی قرار دے رہی تھیں تو یہ بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے سامنے کرتیں تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ ان کو حقیقت حال سے خبر کر دیتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک نامعلوم شخص نے آ کر ذکر کی اور اس کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھ کر اس حدیث کی تاویل اپنے قیاس کے مطابق کر ڈالی۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۷ میں "ذکر عند عائشہ رضی اللہ عنہا" (مجہول کے صیغے کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا گیا۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "اب اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ام المؤمنین کے پاس یہ حدیث کسی واسطہ سے ملی ہے اور واسطہ صحابی کا ہوگا یا تابعی کا"۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۲)

جناب عالی! اب تک آپ لوگ جھوٹ کیوں بولتے رہے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا اور اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پیش کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو قرآن مجید کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے رد کر دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خاموش رہے تو یہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ جناب من! یہ کس شیطان نے آپ کو ایسی پٹی پڑھائی تھی۔؟ اس اجماع سکوتی کی مزید وضاحت کے لئے (قہر حق ج ۱ ص ۸۶ تا ۸۷) ملاحظہ کریں۔

تنبیہ:...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بعض غلطیاں واقع ہوئی ہیں اور ان کی تردید ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عمرہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کیا ہے تو اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید کی۔ دیکھئے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۱ اور ج ۲ ص ۶۱۰)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ رات کو خوشبو لگائی جائے اور صبح کو اسی حالت میں احرام باندھا جائے، اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خوشبو کے بجائے زیتون کا تیل لگایا کرتے تھے۔ دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۱۴۱ اور ص ۲۰۸) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید کی۔ دیکھئے (بخاری ج ۱ ص ۱۴۱، ج ۱ ص ۲۰۸ اور ج ۲ ص ۸۷۷ اور ۸۷۸) اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی یہ تردید درست بھی تھی تو اس مقام پر بھی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہی سمجھا ہوگا کہ قلیب بدر کے مردوں کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوگئی ہے حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ کے ساتھ حدیث بیان کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک معتبر جماعت اس کو بیان کرتی ہے۔

جوابِ نمبر ۵: نیلوی صاحب ایک مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک فرمان کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پھر حدیث موقوف ہے جس کی حجیت میں اختلاف ہے''۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۳۲۶)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''جب صحابی کی بات کا خلاف دوسرا صحابی کرے تو ایک صحابی کا قول حجت نہیں بنتا''۔ (شفاء الصدور مترجم اردو ص ۹۰)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقوف قول اور اجتہاد کیسے حجت بن گیا۔؟ جب کہ ان کی مخالفت صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما نہیں بلکہ جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت کرتی ہے وہ بھی اپنے اقوال سے نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور حدیث سے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أقول والحديث المتفق عليه لا يصح ان يكون مردودا لا سيما ولا منافاة بينه وبين القرآن فان المراد من الموتى الكفار (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص ۱۱) میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ حدیث جو بالاتفاق صحیح ہو وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) رد کرنے کی وجہ سے رد نہیں ہوسکتی خاص کر جب کہ قرآن مجید اور حدیث میں کوئی منافات نہیں کیونکہ موتی سے مراد کفار ہیں۔

ایک لطیف اشارہ: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت، جس میں انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تردید کی ہے، کے بعد متصلاً یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور عذاب قبر کا ذکر کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''عذاب قبر حق ہے''۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

یعنی جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عذاب قبر کا علم نہیں تھا اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث کا علم بھی نہیں تھا۔

سوال نمبر ۵: چلو ہم مان لیتے ہیں کہ قلیب بدر کے مردوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سن لیا تھا لیکن یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا جو اس وقت کے ساتھ خاص تھا چنانچہ ''الآن يسمعون ما أقول لهم'' (بخاری ج ۲ ص ۵۶۷) ''کہ اب وہ سن رہے ہیں جو میں ان کو کہہ رہا ہوں'' کے الفاظ بھی خصوصیت پر دلالت کرتے ہیں۔

جواب: معجزہ اور خصوصیت والا قول صحیح حدیثوں کے خلاف ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظریہ کے خلاف ہے، جمہور علمائے اہل السنت کے خلاف ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقال يحمل سماعهم على ما يحمل عليه سماع الموتى۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷ و مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۱۱) کہ قلیب بدر والوں کا سماع عام سماع موتی کے مسئلہ پر محمول کیا جائے گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهو خلاف قول الجمهور (مرقاۃ ج۸ ص ۱۱) اختصاص اور معجزہ کا قول جمہور کے نظریہ کے خلاف ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وهو الظاهر المختار الذی تقتضيه احاديث السلام على القبور والله اعلم۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) ان قلیب بدر کے مردوں کے سماع سے مطلق سماع موتی مراد ہے اور یہی ظاہر اور پسندیدہ ہے قبروں پر سلام کرنے والی حدیثوں کا تقاضا بھی یہی ہے۔

چنانچہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے کہ جب مردہ کو دفن کر کے لوگ چلتے ہیں تو وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

(۱)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مختلف کتب حدیث میں موجود ہے۔

(بخاری ج۱ ص۱۷۸ وج۱ ص۱۸۳ مسلم ج۲ ص۳۸۶ نسائی ج۱ ص۲۸۸ ابوداؤد ج۲ ص۳۰۶ مسند احمد ج۳ ص۱۲۶ وج۳ ص۲۳۳)

اس حدیث کی سند پر نیلوی صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں ایک راوی ''عبدالاعلیٰ'' ہے اور دوسرا ''سعید بن ابی عروبہ'' ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۲ اور ۲۰۳)

جواب: مفصل جواب کا تو یہ وقت نہیں البتہ مختصر جواب یہ ہے کہ بے چارہ قسمت کا مارا نیلوی صاحب اندھوں کی طرح اعتراض کرنے کا بڑا شوقین ہے حالانکہ بعض سندوں میں نہ ''عبدالاعلیٰ'' ہے اور نہ ہی ''سعید بن ابی عروبہ'' ہے۔ مثلاً (صحیح مسلم ج۲ ص۳۸۶) کی ایک سند یوں ہے۔ ''حدثنا عبد بن حمید نا یونس بن محمد نا شیبان بن عبدالرحمن عن قتادة نا انس بن مالک''۔ اسی طرح (مسند احمد ج۳ ص۱۲۶) میں ڈبل سند ہے دوسری سند یوں ہے: ''ویونس ثنا شیبان ثنا قتادة ثنا انس بن مالک''۔ اسی طرح (نسائی ج۱ ص۲۸۸) میں یہ سند موجود ہے۔

(۲):..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: ''وقال انه یسمع خفق نعالھم''۔ (ابوداؤد ج۲ ص۳۰۶) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس جاتے ہیں۔ سند یوں ہے: ''عثمان بن ابی شیبة نا جریر ح و حدثنا ھناد بن السری قال نا ابو معاویة و ھذا لفظ ھناد عن الاعمش عن المنھال عن زاذان عن البراء بن عازب''۔ اور یہ روایت (مسند احمد ج۴ ص۲۹۵ تا ۲۹۶، مصنف عبدالرزاق ج۳ ص۵۸۰ تا ۵۸۲) میں بھی ہے اس کی سند یوں ہے: ''عبد الرزاق عن معمر عن یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو عن زاذان عن البراء''۔ یہ روایت (تہذیب الآثار طبری ج۱ ص۲۴۶ تا ۲۴۷) مسند عمر بن الخطاب میں بھی ہے اس کی سند یوں ہے: ''محمد بن حمید الرازی حدثنا الحکم بن بشیر حدثنا عمرو بن قیس الملائی عن یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو''۔

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مختلف سندوں سے مروی ہے۔ دو سندیں (مستدرک حاکم ج۱ ص۳۷۹ وج۱ ص۳۸۰ تا ۳۸۱) میں ہیں۔ حاکم اور ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح علی شرط مسلم'' (کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے)۔ ایک سند ''حدثنا وکیع عن سفیان عن السدی عن ابیه عن ابی هریرة رحمہ اللہ رفعه قال انه یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین''۔ (ابن ابی شیبة ج۳ ص۳۷۸ تہذیب الآثار طبری ج۱ ص۴۴۵ کشف الاستار عن زوائد البزار ج۱ ص۴۱۳ مسند احمد ج۲ ص۴۴۵ موارد الظمان ص۱۹۶)

ایک اور سند سے بھی مروی ہے اور وہ بہترین سند ہے ''حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه یسمع خفق نعالھم اذا ولوا'' (مسند احمد ج۲ ص۳۴۷)

اور (موارد الظمان نمبر: ۷۸۱ ص۱۹۷) کی سند یوں ہے: ''اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا عبد الواحد بن غیاث حدثنا معتمر بن سلیمان قال سمعت محمد بن عمرو یحدث عن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' فلہذا یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر بھی بہترین سند سے مروی ہے: ''حدثنا یزید بن ھارون اخبرنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یولون عنه مدبرین''

(ابن ابی شیبۃ ج ۳ ص ۳۸۳ و تھذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۵۲ اور ۲۵۳ و بمثلہ عبد الرزاق ج ۳ ص ۶۵۷) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا اپنا فتوی بھی سماع موتی کا ہے نیز (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۳) ملاحظہ کریں۔

(۴)......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دفن المیت سمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات''۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴) اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''واخرج البیھقی بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یولون'' (شرح الصدور ص ۵۰) یعنی بیہقی میں ''حسن سند'' سے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا نظریہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت سے پہلے نداء دینے والا اعلان کرے گا ''یا ایھا الناس اتتکم الساعۃ فیسمعھا الاحیاء والاموات'' (اے لوگو! قیامت آگئی ہے پس اس آواز کو زندہ مردہ سب سنیں گے) یہ روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر (ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷) میں ابن ابی حاتم کی سند سے ذکر کی ہے یہ روایت مستدرک حاکم ج ۲ ص ۷۴۳ میں بھی ہے امام حاکم رحمہ اللہ اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح علی شرط مسلم'' (کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے)۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اخرج عبد بن حمید فی زوائد الزھد وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما''۔ (در منثور ج ۵ ص ۳۴۸) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فرمان کو امام عبد بن حمید نے زوائد الزہد میں، ابن ابی حاتم نے (اپنی تفسیر میں) اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے اور محدث ابونعیم رحمہ اللہ نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں اس کو روایت کیا ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تو اس روایت کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: ''واخرج ابن ابی الدنیا فی البعث والدیلمی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ۔ (الحدیث) کہ اس حدیث کا اخراج محدث ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب البعث میں اور محدث دیلمی رحمہ اللہ نے کتاب الفردوس میں کیا ہے۔

(۵):......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث ''فیسمع خفق نعالھم حین یولون مدبرین'' (تھذیب الآثار طبری ج ۱ ص ۲۵۴) پس مردہ واپس جانے والے کے جوتوں کا آواز سنتا ہے، کے الفاظ سے مروی ہے اور سند اس کی حسن درجہ کی ہے۔ پس یہ حدیث خبر واحد نہ رہی بلکہ حدیث مشہور کے درجہ کو پہنچ گئی ہے جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہ ضابطہ خبر مشہور والا نیلوی صاحب بھی بیان کرتے ہیں۔ دیکھئے (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۲۹ اور شفاء الصدور مترجم اردو ص ۱۱۹ میں نمبر: ۴۴) کے تحت (الحدیث صحیح مشھور یجوز بہ الزیادۃ علی کتاب اللہ) لیکن (شفاء الصدور عربی ص ۲۱۴) میں ''الحدیث صحیح مشھور'' کے بعد والی عبارت کاٹ دی ہے۔

ان حدیثوں سے اور صحابہ کرام کے اقوال سے معلوم ہوا کہ مردوں کا سننا ثابت ہے پس حدیث قلیب بدر کے مردوں میں معجزہ اور خصوصیت ثابت کرنا بے فائدہ ہے کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معجزہ کا انکار کیا تھا؟

الآن کا جواب: الآن (اب) سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب سن رہے ہیں بعد میں نہیں سنیں گے چنانچہ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

(۱):......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے

زیادہ محبوب ہیں سوا اپنی جان کے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! اتنے تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب مجھے نہ سمجھو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "فانه الآن و الله لانت احب الی من نفسی، فقال النبی ﷺ الآن یا عمر" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۱ و مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶) پس اس وقت آپ ﷺ مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اب بس کامل مؤمن ہے۔ کیا اس روایت کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاص وقت میں نبی اکرم ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتے تھے، بعد میں نہیں جانتے تھے یا اس وقت وہ کامل مؤمن تھے بعد میں نہیں تھے۔؟ (نعوذ باللہ)

(۲):...... نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے وہ ہجرت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا جب میں اس کے پاس سے گزرتا تھا "انی لأعرفه الآن" (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۳ ابواب المناقب) میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ اس کا کیا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ اس خاص وقت میں نبی اکرم ﷺ جانتے تھے بعد میں نہیں جانتے تھے۔؟

(۳):...... (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۱) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ان هذا لیعذب الآن" (اس کو اب عذاب قبر دیا جا رہا ہے) تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ بعد میں عذاب نہ ہوگا۔ باقی یہ اعتراض کرنا کہ حدیث "ماانتم باسمع" کو صاحب مشکوۃ نے معجزات میں ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ ہے، اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوجہل، عتبہ وغیرہما کفار کے لئے زمین میں لکیریں کھینچی تھیں کہ اس جگہ پر مریں گے۔ چنانچہ اس جگہ پر ہی مردار ہوئے جہاں آپ ﷺ نے لکیریں کھینچی تھیں۔ اس لحاظ سے یقیناً یہ معجزہ ہے اور یہی وجہ ہے معجزات میں داخل کرنے کی، نہ کہ سماع موتی معجزہ ہے جیسا کہ دوسری حدیثیں سماع موتی کی اس معجزہ والی تاویل کو رد کرتی ہیں۔

بعض حضرات نے "یسمع قرع نعالهم" والی حدیث کو اول وضع یعنی منکر نکیر کے سوال کے وقت خاص کیا ہے لیکن اپنے عقل سے تخصیص کرنا جائز نہیں ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سلام اهل قبور یرد علی التخصیص" (مرقاۃ ج ۸ ص ۱۱) اس تخصیص کو رد کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کہ قیامت سے پہلے منادی کے اعلان کو زندہ مردہ سب سنیں گے، بھی اس تخصیص والے قیاس کو مردود بناتے ہیں۔

<u>دلیل نمبر ۶ اور اس کا جواب</u>: اس آیت کی کچھ وضاحت دلیل نمبر ۵ میں گزر چکی ہے مزید وضاحت کے لیے مفسرین حضرات رحمہم اللہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

(۱):...... حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" یعنی بسبب مہر جباریت کے مردے ہو گئے ہیں، قبول کرنے ایمان کے سے ان کو سنانا فائدہ نہیں دیتا۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۷۹) اس سے ثابت ہوا کہ اس سے مراد سماع نافع ہے، یعنی فائدہ دینے والا مطلق سماع کی نفی نہیں۔ نیز فرماتے ہیں: "ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے تمہارے کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے، تم تو فقط بشیر اور نذیر ہو۔ الخ (بلغۃ الحیران ص ۲۷۷)

(۲):...... مولانا عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ" الخ کہ یہ ہدایت اور گمراہی اللہ کی طرف سے ہے اللہ جس کو چاہے سنا دے یعنی ہدایت دے اور اے نبی! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا یعنی کفار بمنزلہ مردوں کے ہیں ان میں ہدایت کا مادہ ہی نہیں۔ (تفسیر حقانی ج ۶ ص ۱۱۲)

(۳):......حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وما یستوی الاحیاء المؤمنون ولا الاموات الکفار۔ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ یھدی من یشاء وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ای الکفار۔ (انوار التبیان ص ۴۴۵) زندہ (مؤمنین) اور مردے (کفار) برابر نہیں بے شک اللہ تعالی سناتے ہیں (ہدایت دیتے ہیں) جسے چاہیں اور آپ جو قبروں میں ہیں انہیں سنانے والے نہیں ہیں (کفار کو)

اس میں صاف طور پر حضرت قاضی صاحب "الاحیاء" سے مراد مؤمنین اور مردوں سے مراد کفار اور "یسمع" سے مراد ہدایت اور "من فی القبور" سے کفار مراد لے رہے ہیں۔

گویا کہ اس آیت کا سماع موتی یا عدم سماع موتی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور یہ آیت "اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ" (بے شک آپ جس سے محبت رکھیں ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ تعالی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) کی طرح ہے۔

(۴):......حضرت علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وقولہ تعالی (ان اللہ یسمع من یشاء) ای یھدیھم الی سماع الحجۃ وقبولھا والانقیاد لھا (وما انت بمسمع من فی القبور) ای کما لا ینتفع الاموات بعد موتھم وصیرورتھم الی قبورھم وھم کفار بالھدایۃ والدعوۃ الیھا کذلک ھؤلاء المشرکون الذین کتب علیھم الشقاوۃ لا حیلۃ لک فیھم ولا تستطیع ھدایتھم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۲) ارشاد باری تعالی بے شک اللہ تعالی جسے چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں یعنی حجت قبول کرنے کی راہ دکھاتے ہیں اور اتباع کی توفیق دیتے ہیں۔ اور جو قبروں میں ہیں انہیں آپ سنانے والے نہیں یعنی جیسے مردے مرنے کے بعد اور قبر میں جانے کے بعد (ہدایت سے) فائدہ نہیں اٹھاتے اور وہ ہدایت اور اس کی دعوت قبول کرنے کے منکر ہیں۔ اسی طرح یہ مشرک جن پر بدبختی لکھ دی گئی ہے آپ ان کو ہدایت دینے کی کوئی حیلہ اور طاقت نہیں رکھتے۔

(۵):......علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ای ھم بمنزلۃ اھل القبور فی انھم لا ینتفعون بما یسمعونہ ولا یقبلونہ۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۳۴۰) یعنی وہ بمنزلہ اہل قبور ہیں اس معنی میں کہ وہ سنی ہوئی چیز سے نفع نہیں اٹھاتے اور نہ اسے قبول کرتے ہیں۔

(۶):......(تفسیر جواہر القرآن ج ۳ ص ۹۷۳) میں ہے: "اور ان کے دلوں سے قبول حق کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے اس لئے تبلیغ وانذار سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔

(۷):......علامہ سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: والمراد من قولہ یسمع الخ ای یھدی ویوصل من یشاء وصولہ کما اشار لہ بقولہ فیجیبہ بالایمان اھ شیخنا (قولہ شبھھم بالموتی) ای فی عدم التأثر بدعوتہ) اور یسمع سے مراد ہدایت اور ہدایت کی بات دل کے کانوں تک پہنچانا ہے جیسے صاحب جلالین نے اپنے اس قول سے یعنی وہ اس بات کو قبول کر کے ایمان لے آئے صاحب جلالین نے کہا کہ موتی کو تشبیہ یعنی اس بات میں ہے کہ وہ اس کی دعوت کا اثر قبول نہیں کرتے۔

(۸):......امام محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ "اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کما لا یقدر ان یسمع من فی القبور کتاب اللہ فیھدیھم بہ الی سبیل الرشاد فکذلک لا یقدر ان ینفع بمواعظ اللہ وبیان حججہ من کان میت القلب من احیاء عبادہ عن معرفۃ اللہ وفھم کتابہ وتنزیلہ وواضح حججہ اھ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۲۹) جس طرح اہل قبور کو اللہ تعالی کی کتاب سنا کر ان کو راہ راست پر لانے کی قدرت کسی کو نہیں

اسی طرح یہ قدرت بھی کسی کو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں اور واضح دلیلیں بیان کر کے ان مردہ دلوں کو نفع پہنچائے اور اس کی دلیلیں بتائے اس شخص کو جو مردہ دل ہے زندوں میں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی اور کتاب اللہ کے سمجھنے کی اور اس کے اترنے کی واضح دلیلوں سے۔

(۹):......علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اما قوله تعالى (وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ) فسياق الآية يدل على ان المراد منها ان الكافر الميت القلب لا تقدر على اسماعه اسماعا ينتفع به، كما ان من فى القبور لا تقدر على اسماعه اسماعا ينتفعون به، ولم يرد سبحانه ان اصحاب القبور لا يسمعون شيئا البتة۔ (کتاب الروح ص ۵۷) ارشاد باری تعالیٰ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل کو آپ سنانے کی جس سے اس کو نفع پہنچے طاقت نہیں رکھتے جیسے قبر والوں کو آپ سنانے کی طاقت نہیں رکھتے جس سے ان کو فائدہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ مراد نہیں لیا کہ مردے قبر والے بالکل نہیں سنتے۔

(۱۰):......علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ ''اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ'' کی تفسیر کرتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ هدايته فيجيبه بالايمان وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ اى الكفار شبههم بالموتى فلا يجيبون۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں وہ شخص ایمان کی بات قبول کر لیتا ہے اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں یعنی کافر مراد ہیں کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی نہ قبول کرنے میں پس کافر حق بات قبول نہیں کرتے۔

(۱۱):......نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ'' کا مطلب ہے کہ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اس کو حجت کے سننے کی اور اس کے قبول کی اور اس کے مطیع ومنقاد ہونے کی۔ ''وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ'' کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح مردے بعد موت کے اور قبروں کی طرف پہنچ جانے کے نفع نہیں پاتے ہیں ہدایت سے اور اس کی طرف بلانے سے یہ لوگ کفار ہیں اسی طرح یہ مشرک ہیں جن پر شقاوت لکھا چکی ہے تیرے واسطے ان کے حق میں کوئی حیلہ وتدبیر نہیں ہے نہ تو ان کی ہدایت کی طاقت رکھتا ہے''۔ (تفسیر ترجمان القرآن بلطائف البیان ج ۱۲ ص ۱۱۷)

(۱۲):......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''الاحیاء'' سے مراد مؤمن ''الاموات'' سے مراد کافر ''اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ قال يهدى من يشاء'' (یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) دیکھئے (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۴۹)

(۱۳):......علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ان يهديه فيو فقه لفهم اٰياته والاتعاظ بعظاته وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ترشيح لتمثيل المصرين على الكفر بالاموات ومبالغة فى الاقناط عنهم (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۵۲) اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنائے یعنی ہدایت کی توفیق نصیب کرے اپنی آیات کی سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کی۔ اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں۔ یہ استعارہ ترشیحیہ ہے کفر پر پختہ ہو جانے والوں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوسی بطور مبالغہ کے ذکر کی گئی ہے۔

ایک عجیب واقعہ: آج سے تقریباً گیارہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب کو قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ (فی الحال صدر اشاعت التوحید والسنہ پنجاب) کو ملنے کے لئے ان کی مسجد میں گیا، اس زمانہ میں ڈیرہ اسماعیل خان میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چلا ہوا تھا، مجھے حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ نے بتایا تھا کہ حضرت قاضی صاحب موصوف احمد سعید خان ملتانی کے سخت مخالف ہیں۔ آپ ڈیرہ اسماعیل خان

میں احمد سعید خان کے خلاف تقریر کرانے حضرت قاضی صاحب موصوف کو لے جائیں۔ میں نے کہا: ''پہلے میں قاضی صاحب موصوف کا عقیدہ معلوم کروں گا بعد میں ان کو دعوت دوں گا''۔ چنانچہ راقم الحروف نے ان سے ملاقات کر کے احمد سعید خان کا ذکر چھیڑ دیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ'': ہم نے ان کو دعوت دینی چھوڑ دی ہے۔ باقی میرا مسلک وہی ہے جو میرے اباجی حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ کا تھا کہ ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور درود وسلام سنتے ہیں البتہ میں عام سماع موتی کا قائل نہیں ہوں''۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ: ''حضرت! کس بناء پر آپ سماع موتی کے قائل نہیں''۔؟ حضرت قاضی صاحب موصوف نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اِنَّکَ لَاتُسۡمِعُ الۡمَوۡتیٰ'' آپ ﷺ بے شک مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ راقم الحروف نے عرض کیا: ''قاضی صاحب! آیت پوری پڑھو۔ کیا نہیں سنا سکتے۔؟ اس کی وضاحت کرو''۔ قاضی صاحب کہنے لگے: ''پکار''۔ راقم الحروف نے پھر پوچھا: ''کس وقت نہیں سنا سکتے آگے ''اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ'' بھی پڑھو (جب پیٹھ پھیر کر چلے جائیں) کیا قاضی صاحب! مردے بھاگ رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ ان کو اپنی پکار سنانا چاہتا ہے''؟ قاضی صاحب نے کہا: ''چلو یہ آیت کفار کے بارے میں ہے لیکن ''وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ'' تو قبر والے مردوں کے بارے میں ہے۔ اس میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نبی اکرم ﷺ قبر والوں کو سنانے والے نہیں۔'' راقم الحروف نے پوچھا: ''حضرت قاضی صاحب! ساتھ ''اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ'' بھی ہے۔ آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ تو کیا دیوار کو ڈرایا جا سکتا ہے، کسی پتھر کو ڈرایا جا سکتا ہے۔؟ تو یہ معنی کیسے درست ہوگا کہ'' آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں''۔ حضرت قاضی صاحب موصوف غصہ ہو گئے کہنے لگے: ''سارے قرآن میں مردے مراد ہیں''۔؟ راقم الحروف نے کہا کہ: ''سارے قرآن مجید میں تو مردے مراد نہیں لیکن جہاں آپ مردوں کا ذکر کر رہے ہیں تو ساتھ متصل ''اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ'' کا ربط بھی تو جوڑنا پڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ کلام بے ربط تو نہیں ہو سکتی''۔ قاضی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا کہ 'سارے قرآن میں مردے مراد ہیں''۔؟ راقم الحروف نے سوچا کہ'' قاضی صاحب اب لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں اور ان کے پاس جواب نہیں ہے اس لئے خاموش ہو جانا چاہئے''۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ۔ قاضی صاحب موصوف سے راقم الحروف نے عرض کیا کہ'' حضرت جو عقیدہ آپ اپنا اور اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کا بیان کر رہے ہیں یہ ذرا تحریر کر دیں''۔ تو قاضی صاحب نے تحریر کر دینے سے انکار کر دیا۔ دوسرے بے شمار لوگوں کے سامنے بھی قاضی صاحب یہی بیان کرتے تھے کہ'' میرے ابا حضرت قاضی صاحب مرحوم سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے، میں بھی قائل ہوں''۔ لیکن جب حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے ملتان میں ۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو ایک اجلاس بلایا اور اپنے عقیدہ کی وضاحت کی اور اس میں سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا انکار کیا تو حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب نے چھٹے نمبر پر اس تحریر پر دستخط کر دیئے اور پھر وہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں شائع کر دیا گیا تو بعض حضرات نے حضرت قاضی صاحب موصوف سے اس کا ذکر کیا تو قاضی صاحب کہنے لگے'' مجھے شاہ صاحب نے دستخط کرنے پر مجبور کیا لیکن میرا اب بھی وہی عقیدہ ہے جو میرے اباجی کا عقیدہ تھا''۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو پکا عقیدہ نصیب فرمائے کچا عقیدہ رکھنا بہت گھٹیا ذہنیت ہے۔

نوٹ:...... بقیہ دلائل اور ان کا جواب حصہ دوم میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

باب دوم

مولوی میرانی صاحب نے علماء دیو بند رحمۃ اللہ علیہم کے مصدقہ رسالہ "المہند" (عقائد علمائے دیوبند) کی تردید میں قلم اٹھایا ہے اور اپنے رسالہ کا نام "القول المسند" (بے کار بات) رکھا ہے۔ واقعی یہ رسالہ اسم بامسمی ہے۔ اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کے اجماعی عقیدہ کی تردید کرنا بے شک فضول سعی اور بے کار بات ہے۔ مولوی میرانی صاحب سے پہلے اس کے آقا اور راہنما مولوی نعیم الدین مراد آبادی (التوفی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) بھی "المہند" کے خلاف بے کار سعی کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ چنانچہ مراد آبادی کے رسالہ کا نام ہے "التحقیقات لد فع التلبیسات"۔ مراد آبادی کو "المہند" کے رد لکھنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی تھی کہ اس کے آقا اعلیٰ حضرت بریلوی (التوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کو وہابی قرار دیتے ہوئے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر قرار دیا تھا جس کی بناء پر حضرت مولانا خلیل احمد سہار نپوری رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۱۳۴۶ھ) کو یہ رسالہ "التصدیقات لرفع التلبیسات" (المعروف بہ المہند علی المفند) لکھنا پڑا جس پر تمام اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم جو اس وقت موجود تھے، سب نے بالاتفاق اس رسالہ میں مندرجہ عقائد پر دستخط کر کے اعلیٰ حضرت بریلوی کے کذب بیانی و افتراء پردازی کی خوب تردید فرمائی۔ اس لیے مراد آبادی کے پیٹ میں مروڑ اور درد تھا جس کی بناء پر اس نے "المہند" کی تردید میں رسالہ لکھا ہے۔ یہی کچھ مولوی میرانی صاحب نے کیا ہے۔ مولوی میرانی کے نزدیک علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ جو رسالہ "المہند" میں ہے مصلحت اور تقیہ کی بناء پر ہے اور گویا اعلیٰ حضرت بریلوی کا الزام صحیح تھا۔ (لا حول و لا قوۃ الا باللہ) لیکن اس بے شرمی و بے حیائی کا ارتکاب کرنے کے باوجود ڈھیٹ بھی اتنے ہیں کہ اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتے ہیں اور جو غلامان علمائے دیوبند ہیں اور علمائے دیوبند کے عقائد و نظریات کے حامل ہیں ان کو متورثین دیوبند (زبردستی دیوبندی بننے والا) لکھا ہے۔ دیکھئے (القول المسند ص ۳ و ص ۵ و ص ۱۱ و ص ۲۸)

مولوی میرانی صاحب لکھتے ہیں: "اسی طریقہ کی ایک نظیر رسالہ "المہند علی المفند" ہے کہ جسے مبلغین و متورثین دیوبند سفر و حضر میں ساتھ رکھتے ہیں کہ وہ کونسا وقت ہے کہ اصول ایمان کی بحث چھڑے تو بجائے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اسے پیش کریں"۔؟ (القول المسند)

میرانی صاحب کے نزدیک رسالہ "المہند" قرآن و سنت کے خلاف لکھا گیا ہے تو پھر علمائے دیوبند اس کے نزدیک کافر ہوئے اور یہی مقصد اور مدعا تھا خان صاحب بریلوی کا......! تو پھر مولوی میرانی صاحب کو دیوبندی بننے کا کیوں شوق ہے، کیا کفر کو وہ پسند کرتے ہیں۔؟ مولوی میرانی کو جہالت کی بناء پر "المہند" رسالہ قرآن و سنت کے خلاف نظر آتا ہے ورنہ خلاف نہیں ہے۔

<u>قرآنی آیت میں تحریف</u>: مولوی میرانی جب قرآن پاک کے الفاظ صحیح نہیں لکھ سکتا اور نہ پڑھ سکتا ہے تو ترجمہ سے کس طرح واقف ہوگا۔؟ یہی وجہ ہے کہ علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہم کے عقائد اس کو قرآن و حدیث کے خلاف نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت سے ابتداء کرتے ہوئے مولوی میرانی نے اپنے رسالہ کا آغاز کیا ہے اور آیت میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے جو اہل کتاب کا شیوہ تھا۔ محرف شدہ آیت ملاحظہ ہو: "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ ورسولہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر"۔ (القول المسند ص ۳)

قرآن مجید میں ''ورسولہ'' نہیں ہے بلکہ یوں ہے ''والرسول''

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

مولوی صاحب کی ہرزہ سرائی: مولوی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا خلیل احمد انبٹھوی نے ایمان سوز کتاب ''حسام الحرمین'' کا جواب من حیث الجواب لکھا نہ کہ علمائے دیوبند کا اعتقاد لکھا کیونکہ مجاہدین ہند علمائے دیوبند کے عقائد تو ان کی کتب معروفہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق رسالہ مذکورہ کی تصنیف سے پہلے صاف صریح مرقوم تھے، اور وہ کیسے کتاب وسنت فقہ حنفیہ اور اپنی تصانیف کردہ کتب سابقہ کا خلاف کرکے رسالہ کو اصول ایمان اور معیار حق تصور کراتے۔؟ عنقریب آپ دیکھ لیں گے کہ'' رسالہ مذکورہ کسی صورت کتاب وسنت اور علمائے دیوبند کی تصانیف سے مطابقت نہیں رکھتا۔ تو کس طرح معیار حق اور نظریہ علمائے دیوبند ہوسکتا ہے''۔ (القول المسند ص ۴)

الجواب: مولوی میرانی صاحب کا یہ نظریہ کہ رسالہ ''المهند'' میں مندرجہ عقیدہ حیات النبی ﷺ قرآن وحدیث اور علمائے دیوبند کی تصنیفات کے خلاف ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکابر علمائے دیوبند نے یہ غلط نظریہ آخر کیوں لکھا، اور باقی حضرات نے اس پر کیوں دستخط کردیئے۔؟ حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علمائے کرام نے بھی ان حضرات کی تصدیق کی کہ تمہارے عقائد درست ہیں، قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ کیا اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے متعلق اس قسم کی رائے قائم کرنا جو میرانی نے قائم کی ہے، ان کی شان میں گستاخی اور ان کی نیت پر حملہ نہیں۔؟ یقیناً میرانی نے اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے مشن سے موافقت کی ہے۔ تشابهت قلوبهم۔

باقی رہا میرانی صاحب کا یہ دعویٰ کہ یہ رسالہ ''المهند'' علمائے دیوبند رحمہم اللہ کی تصنیفات کے خلاف ہے، تو یہ خالص جھوٹ و افتراء ہے۔ راقم الحروف اکابر علمائے دیوبند رحمہم اللہ کا مسلک ان کی کتابوں سے نقل کرکے انصاف پسند حضرات سے انصاف کی اپیل کرتا ہے کہ وہ حضرات ان عبارات کو پڑھ کر فیصلہ دیں کہ آیا میرانی صاحب کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا سراسر جھوٹ ہے۔؟

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ: ''المهند'' کے مصنف حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۲۵ھ میں لکھا تھا جب کہ اس سے قبل کی تصنیف ''البراهين القاطعه'' جو ۱۳۰۴ھ میں مطبع ہاشمی میرٹھ میں طبع ہوئی اس پتہ سے کہ یہ کتاب حسب الامر مولوی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مطبوع ہوئی اور ختم کتاب پر مولوی رشید احمد صاحب موصوف کی تقریظ واسطے تصدیق جواب وتائید وتحسین کتاب کی زین ارقام ہے۔ (انوار ساطعہ طبع دوم ص ۱۰ مجتبائی دہلی)

اب قارئین حضرات (البراهين القاطعة کے ص ۲۰۳ اور ص ۲۰۴) کو ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اقدس سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اقول اس بات کو خوب یاد کرلینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں، باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو، تو آسکتے ہیں اور صلوۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہوجاتے ہیں، اس میں کوئی مخالف نہیں''۔

نیز (صفحہ ۲۰۸) میں فرماتے ہیں: ''اگرچہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سنتے ہیں مگر ہر وقت یہ بات (کہ ان کی روحیں حاضر ہوں ہر مجلس میں) ضروری نہیں''۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ: یہ بات یاد رہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات رسالہ "المھند" کی تصنیف سے قبل ۱۳۲۳ھ میں ہو چکی تھی، مولانا عاشق علی مرحوم لکھتے ہیں:

احقر نے وفات حضرت قدس سرہ سے کچھ پہلے غالباً اسی مرتبہ جب کہ درود شریف موصوف حضرت سے سنا، یہ عرض کیا کہ" انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات خصوصاً سرور انبیاء خاتم الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا حیات النبی ہونا مسلم ہے اور آیت کریمہ "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" سے سب کا میت ہونا معلوم ہوتا ہے"۔ اس کے جواب میں ایسی پرتاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ اور سماع پر موقوف ہے، الفاظ اور مطلب بسبب رقت کے پوری محفوظ نہیں رہا مگر خلاصہ اس کا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کے ارواح مشاہدہ جمال وجلال حق تعالی وتقابل آفتاب وجود باری تعالی سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے۔ اس تحقیق سے نکتہ "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" ظاہر ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۸ تا ۲۹)

(۲):...... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولان النبیین صلوات اللہ علیھم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم۔ (الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳) اور اس لئے بھی انبیاء علیہم السلام کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی کہ وہ زندہ ہیں تو زندہ کی میراث تقسیم کرنے کا کیا مطلب ہے۔

(۳):...... نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یا بایں وجہ کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں "ونبی اللہ حی یرزق" (اور اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے) اس مضمون کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالی نے اپنے رسالہ" آب حیات" میں بما لا مزید علیہ ثابت کیا ہے"۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۴)

(۴):...... نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے"۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۷۴۳)

(۵):...... نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں"۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۳۳۰)

(۶):...... نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ المناسک ص ۱۵۳ تا ۱۵۴ میں روضہ اطہر پر حاضری کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ اور وہ الفاظ جو صلوٰۃ وسلام میں کہے جاتے ہیں، تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے ہیں۔ پھر (ص ۱۵۴) میں لکھتے ہیں: "اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے کہے۔ یا رسول اللہ اسألک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک۔ یا رسول اللہ! میں آپ سے شفاعت (سفارش) طلب کرتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعاء کرتا ہوں کہ میں اسلام کی حالت میں آپ کی ملت اور سنت پر مروں۔

(۷):...... نیز (ص ۱۵۵) میں لکھتے ہیں: "اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بنرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے"۔ السلام علیک یا رسول اللہ! من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک۔ اے اللہ کے رسول! آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو وہ آپ سے اپنے رب کے ہاں سفارش کی خواہش کر رہا تھا۔

(۸):...... نیز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ اور الفاظ تحریر کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ اور الفاظ تحریر کرتے ہوئے پھر ان دونوں حضرات پر اکٹھا سلام عرض کرنے کا طریقہ یوں فرماتے ہیں:

''اور جس نے کہہ دیا ہو اس کا سلام (حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں) پہنچا دے پھر ذرا آگے بڑھ کر کہے: السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ جزاکما اللہ احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع لنا ویدعو لنا ربنا ان یحیینا علی ملته وسنته ویحشرنا فی زمرته و جمیع المسلمین۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۵۶) سلام ہو تم دونوں پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹنے والوں اور اس کے ساتھی اور وزیر! اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی جزاء دے ہم تمہارے پاس آئے ہیں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہم وسیلہ بناتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے سفارش کرے اور ہمارے لئے ہمارے رب سے دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ملت اور سنت پر زندہ رکھے اور ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کی جماعت میں اٹھائے۔

یہ حضرت قطب عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے کتنا صاف اور واضح ہے مگر شپرہ چشم کہے گا مجھے تو کہیں بھی نظر نہیں آیا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

یہ عقیدہ شاہ صاحب گجراتی اور نیلوی صاحب کے ہاں نری یہودیت اور کفر وشرک ہے۔ (معاذ اللہ)

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے اڑ گئے دانا جہاں سے، بے شعورے رہ گئے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۲۵ھ کا عقیدہ: حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحت آیت ''وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا'' (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح نہ کرنا) قلت و جاز ان یکون ذلک لاجل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ ولذلک لم یورث ولم یتئم ازواجه عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته رواه البیہقی فی شعب الایمان۔ (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۴۰۸ پارہ: ۲۲) میں کہتا ہوں اور جائز ہے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی جائے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اس لئے نہ ان کی میراث تقسیم کی گئی ہے اور نہ ان کی ازواج مطہرات بیوہ ہوئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۲):...... نیز حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوب چہل وسوم میں لکھتے ہیں: مخدوما فقیر را بیش از مردہ تصور نباید نمود و مردہ بر سلام سبقت نمے تواند کرد مگر موافق خبر صحیح جواب سلام تواند داد بشنوند یا نہ۔ (کلمات طیبات حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۹) اے مخدوم فقیر کو مردہ سے زیادہ تصور نہیں کرنا چاہئے۔ اور مردہ سلام کرنے میں سبقت نہیں کرسکتا لیکن صحیح حدیث کے موافق مردہ سلام کا جواب دے سکتا ہے۔ اے مخدوم آپ نے میری بات کو سن لیا یا نہیں۔

(۳):......نیز حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ویسمع سلام الزائر و یجیب المذکر والنکیر ونحو ذلک مما ثبت بالکتاب والسنۃ۔ اور مردوزیارت کرنے والے کا سلام سنتا ہے اور منکر ونکیر کو جواب دیتا ہے۔ یہ باتیں صحیح ہیں اور مثل اس کے جو کتاب اللہ اور سنت سے ثابت ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵)

قارئین کرام! حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ سب حضرات مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کے استاد ہیں۔ ان کا عقیدہ مقدمۃ الکتاب میں گزر چکا ہے باقی دیگر اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اسی کتاب میں اپنے اپنے مقام میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

"المھند" کی عبارت: مولوی میرانی صاحب نے "المھند" کی عبارت نقل کرکے پھر اس کے خلاف متضاد عبارتیں بزعم خویش نقل کی ہیں، ملاحظہ ہوں:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں، بلکہ سب آدمیوں کو"۔ (المھند ص ۲۱) پھر میرانی صاحب نے اس عبارت کو قرآن وحدیث وخطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف قرار دیا ہے، پھر لکھتے ہیں:

پہلے تضاد کی نظیر: ذرا توجہ فرمائیں کہ رسالہ مذکورہ کی عبارت والا نظریہ نصوص قطعیہ سنن صریحہ واجماع امت محمدیہ کے مقابلہ میں بڑے شوروغل سے اچھالا جاتا ہے کہ اسے علمائے امت خیر الانام ﷺ کے مفسرین، محدثین اور خصوصاً فقہائے احناف کے متبعین علمائے دیوبند کی توضیحات کے آئینہ میں دیکھیں کہ کون "یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ" کا مصداق ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی حیات، شہداء کی حیات سے بھی اقوی واتم ہے اور مراد اس سے حیات دنیوی ظاہری نہیں کہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" لہٰذا احکام موت ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ (فتویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷) ذرا غور فرمائیں کہ عبارت رسالہ اور فتویٰ میں تباعد ہے یا تقارب۔؟ بہر حال نفی اور اثبات میں تباین ہی ہوتا ہے۔ کیا راز ہے کہ رسالہ کی تو آئے دن تشہیر فرماتے ہو اور فتویٰ دار العلوم دیوبند کی عبارت سے منہ چھپاتے ہو؟ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْراً (القول المسند ص ۵)

الجواب: بے چارے میرانی کے دماغ میں تضاد بھرا ہوا ہے حالانکہ "المھند" اور "فتاوی دار العلوم دیوبند" کے عبارت میں کوئی تضاد ہی نہیں۔ میرانی کا قصور ہی نہیں ہے کیونکہ جس بے چارے کو فتاوی لکھنا بھی نہ آئے اور وہ یوں لکھے: "فتوی اور انبیاء علیہ السلام (مفرد کی ضمیر سے لکھے)" تو اس کو تضاد نظر نہ آئے تو کیا نظر آئے۔؟ پھر اس بے چارے نے عورتوں کی طرح یہ طعنہ بھی دے دیا کہ رسالہ کی عبارت کی تشہیر کرتے ہو اور فتاوی دار العلوم دیوبند کی عبارت سے منہ چھپاتے ہو۔

اب بھلا میرانی صاحب سے کوئی پوچھے کہ جناب فتاوی دار العلوم دیوبند کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے کیا اس کو شائع کرنے والے مسلک حیات النبی ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنے والے علمائے دیوبند اہل السنت والجماعت ہیں یا اس کی اشاعت کرنے والے منکرین حیات النبی ﷺ اہل بدعت ہیں۔؟ "المھند" کی عبارت میں "دنیا کی سی ہے" کے

الفاظ بتارہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخ میں دنیاوی حقیقی نہیں بلکہ دنیاوی کے مثل اور مشابہ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "زید کالاسد" (زید شیر کی طرح ہے) یعنی زید شیر تو نہیں لیکن بہادری میں شیر کے مثل ہے۔ اب یہاں نفی و اثبات دونوں ہو سکتے ہیں، یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ "زید شیر ہے" یہ مجازاً ہے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ "زید شیر نہیں ہے" یہ حقیقت کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی صحیح ہے کہ حیات دنیویہ ہے مجاز کے طور پر، یعنی دنیا کی سی ہے اور یوں کہنا بھی صحیح ہے کہ حیات دنیویہ نہیں ہے یعنی حقیقت کے لحاظ سے۔ چنانچہ مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں:

"الحمد للہ! ترمذی صاحب نے تسلیم کرلیا ہے کہ "المهند" کے مؤلف مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اس کی تائید و تصدیق کرنے والے چوبیس/ ۲۴ اکابر علمائے دیوبند عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام کے لئے دنیوی حیات کے قائل نہیں تھے، بلکہ دنیا کی سی یعنی دنیوی حیات سے مشابہ حیات کے قائل تھے"۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۰۳)

اس لئے جمعیۃ اشاعت التوحید والسنہ کے بعض افراد کا یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ حیات دنیویہ **حقیقیہ** کے قائل ہیں، مبنی پر انصاف نہیں ہے اور جہاں اکابر علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں حیات دنیویہ کا ذکر ہے تو اس سے مراد بعض چیزوں میں مشابہت کے بناء پر حیات دنیویہ کہا گیا ہے من کل الوجوہ دنیویہ مراد نہیں۔

(۱):......حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً "التصدیقات" (یعنی المهند) میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو حیات دنیویہ کہا گیا ہے تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے، اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے یعنی مع الجسد ہے، صرف برزخی روحانی نہیں ہے جو تمام مؤمنین کو بھی حاصل ہے، جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں۔ "التصدیقات" کے اردو ترجمہ ہی میں غور کرنے سے یہ مطلب خود واضح ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں ان بزرگوں کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب بیان کرنا اور ان کا یہ مسلک بتانا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اور قبروں میں وہ بعینہ دنیا والی ناسوتی حیات کے ساتھ موجود ہیں، صریحاً ان پر یہ الزام لگانا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی رائے قرآن و حدیث کے صریح نصوص و بینات اور اجماع صحابہ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ میں نہیں یقین کرتا کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے ایسی لغوبات کہی ہو، (سبحانک ھذا بهتان عظیم)"۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۹)

(۲):......نیز مولانا نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "پھر بعد کے دور میں جن اکابر علماء نے اس مسئلہ پر خاص توجہ کی ہے ان میں ایک جلیل القدر شخصیت علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور کتاب "شفاء السقام" میں حیات انبیاء پر ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں پوری قوت کے ساتھ مسئلے کا ثبوت دینے کے بعد خود ہی یہ شبہ وارد کیا ہے کہ قرآن عزیز صاف حضور کی موت کا اعلان کر رہا ہے "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُم مَّیِّتُونَ" اور خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: "انی مقبوض" (میں قبض کیا جاؤں گا) اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ان محمدا قدمات" (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے) اور ساری امت کا اجماع ہے کہ آپ کے متعلق موت کا لفظ بولا جاسکتا ہے، پھر خود ہی جواب دیتے ہیں: یقال انه موت غیر مستمر وانه احیی بعد

الموت۔ (شفاء السقام ص ۱۴۲) جواب میں کہا جائے گا کہ یہ موت غیر مستمر (کا ذکر) ہے اور حضور ﷺ کو اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطاء فرمائی ہے۔

بہر حال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر ''موت'' قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات (مع الجسد) بخش دی جاتی ہے اور وہ صحیح و سالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء ص ۳۱ تا ۳۲)

پس اس تفصیل کے بعد مسئلہ میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا۔ موت کی آیات اور خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا کسی شریف انسان سے متوقع نہیں البتہ رذیلوں کا معاملہ جدا ہے۔ خدا تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔

سوال: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ موت کے قائل نہیں کیونکہ موت کا معنی ہے'' انقطاع الروح عن الجسد'' (روح کا جسم سے الگ ہونا) جبکہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ انبیاء علیہم السلام کا روح جسم سے الگ نہیں ہوتا بلکہ دل کے اندر سمٹ جاتا ہے۔

الجواب: حیات و موت کی کئی انواع ہیں ایک قسم موت کی یہی ہے جس کی آپ نے'' انقطاع الروح عن الجسد'' سے تعریف کی ہے۔ علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: والحیاۃ جنس تحتھا انواع و کذلک الموت۔ (الصارم المنکی ص ۲۹۴) اور حیات جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں اور اسی طرح موت جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ روح کا تعلق جسم کے تمام اعضاء سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے سوائے قلب (دل) کے کہ اس میں روح آکر بند ہو جاتا ہے، انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح واقع ہوتی ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات عقل و نقل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا نیند کی حالت میں بھی قلب بیدار رہتا ہے، اس پر نیند کے اثرات غالب نہیں ہوتے اور نیند مشابہ موت کے ہے۔ فلہٰذا موت کے وقت تمام جسم بے حس ہو جاتا ہے مگر قلب مردہ نہیں ہوتا گویا انبیاء علیہم السلام کے دل کا کنکشن رحمت خداوندی سے کبھی منقطع نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی من اللہ شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نظریہ پر نہ تو کسی کو ماننے کے لئے مجبور کیا ہے اور نہ اس کو ضروریات دین سے شمار کیا ہے۔

فلہٰذا ہم بھی کسی کو ماننے پر مجبور نہیں کرتے نہ اس کو مدار دیوبندیت قرار دیتے ہیں۔ البتہ علمائے دیوبند کے ایک گروہ نے اس نظریہ کو قبول کرتے ہوئے اپنایا ہے اور اس کو پسند کیا ہے۔

(باقی بحث ان شاء اللہ تعالیٰ حصہ دوم میں آئے گی)

الاستفتاء

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دام مجدہم

سلام مسنون اسلام!

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور مسئلہ سماع موتی کے بارہ میں اہل سنت کے مسلک کی وضاحت فرمائیں، کیونکہ بعض حضرات آپ کے بعض فتوؤں اور عبارات سے ایسے مطالب اخذ کرکے بیان کرتے ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف ہمارے خیال میں درست نہیں ہے۔

۱۔ فقہائے احناف کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے یا نہیں۔؟ اور یہ مسئلہ مطلقاً ہے یا اس میں تفصیل ہے، مثلاً حضور نبی کریم ﷺ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام صرف صوفیائے کرام کا مسلک ہے یا فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں۔؟

۲......حضور نبی کریم ﷺ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کا منکر اہل السنت والجماعت اور علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم میں شامل ہے یا نہیں۔؟

۳......مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتوی کہ ''عند القبر حضور ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام کے منکر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے'' کیا صحیح ہے۔؟

۴......انبیاء کرام اور عام موتی کا سماع اگر ثابت ہے تو یہ سماع روحانی ہے یا جسمانی۔؟ جو شخص صرف سماع روحانی یا حیات روحانی کا قائل ہے کیا ایسا شخص اہل السنت اور دیوبندی ہے۔؟

۵......ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ عینی رحمہ اللہ، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ، شاہ محمد اسحٰق رحمہ اللہ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ احناف میں شامل ہیں یا نہیں۔؟

۶......مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتوی جو کہ (کفایت المفتی ج۱ ص۱۶۰) پر موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کی جسد اطہر سے مفارقت ماننے کو باعث توہین قرار دیا ہے، درست ہے یا نہیں۔؟

۷......ثواب وعذاب قبر صرف روحانی ہے یا جسمانی بھی، اور اہل سنت کا اس میں کیا مسلک ہے۔؟ بینوا وتوجروا

فقط

محمد عبداللہ گرجاکھ گوجرانوالہ

۸۸-۷-۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

بعض سوالات کے جواب میں

راقم الحروف نے سماع موتی کے مسئلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی پر اکتفاء کیا۔ مستفتی نے اس جواب کی مجمل عبارت سے مطلق سماع کی نفی پر استدلال کیا حالانکہ اس جواب کی آخری عبارت مطلق سماع کی نفی کا رد کرتی ہے۔ آخری عبارت یہ ہے ''تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے۔ کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولی میں مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ تک پہنچے گا۔ و لا شک فی فسادہ۔ (کفایۃ المفتی ج ۱ ص ۱۹۶)

۱...... البتہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شروع میں یہ فرمانا: ''لیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں'' محل نظر ہے۔ سماع موتی کے قائلین کی فہرست میں فقہائے احناف اور محققین امت کی جم غفیر آتی ہے۔ ان کی تصانیف اور تالیفات اس کا بین ثبوت ہیں، جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔

۲...... روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام کے سماع کا انکار کرنے والا شخص اہل السنت اور دیوبندی نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس مسلک کی دعوت دینا دور جدید کا میرے نزدیک بڑا فتنہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے سماع پر اجماع لکھا ہے۔

۳...... راقم الحروف نے اپنے متعدد فتاوی میں مولانا مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند کا فتوی متعلق حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے۔ اور اس کی اپنے دستخط اور مہر سے تصدیق کی ہے۔

۴...... محض روحانی سماع اور روحانی حیات کو ماننا اور بدنی حیات کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ ایسے اعتقاد والا اہل السنت سے نہیں ہے۔

۵...... ان ھؤلاء الاکابر من جھابذۃ العلماء الحنفیۃ و محققیھم بلا شک و لا ارتیاب۔

۶...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی جس میں آپ نے روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ماننے والے پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے جسد اطہر سے روح مبارک کی مفارقت لازم آتی ہے اور یہ موجب توہین ہے، عبارتہ ومنطوقہ درست ہے۔

۷...... موت کے بعد جزا اور سزا میں روح اور بدن دونوں مشترک اور متحد ہیں۔ یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

۱...... خاتم المحققین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''انسان را بعد موت ادراک باقی میماند بریں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب قبر و تنعیم قبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفتر طویل میخواہد ودر کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر مینمایند حتی کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند۔ وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور ممتنع اند شد پس ظاہر است کہ بدن دائما در تحلل است وروح در شعور وادراک دائما در ترقی است الخ'' (ص ۸۸ فتاوی عزیزی)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ان ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین ولکل روح اتصال وھو اتصال معنوی لا یشبہ الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبہ شئ بھا فی حال النائم انفصالا و شبھہ بعضھم بالشمس ای بشعاع الشمس وھذا مجمع ما افترق من الاخبار ان محل الارواح فی علیین و فی سجین ومن کونہ افنیۃ الارواح عند افنیۃ قبورھم کما نقلہ ابن عبد البر عن الجمھور۔ (فتاوی ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۰)

جب عام اموات کی حیات بھی محض روحانی اور برزخی نہیں ہے۔اس کے لئے تنعیم اور تعذیب کا ہونا لازمی ہے۔تو انبیاء علیہم السلام کی حیات جسد عنصری میں کیا شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے۔

اس حیات کو علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے حیات دنیوی اور برزخی سے تعبیر کیا ہے، برزخی بایں معنی کہ آپ عالم برزخ میں ہیں۔اور دنیوی بایں معنی کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق ہے، جس سے آپ روضہ اطہر پر صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔روضہ اطہر پر حاضری کے وقت راقم الحروف بایں اعتقاد صلوۃ وسلام پڑھتا رہا کہ آپ میرا سلام سماعت فرما رہے ہیں۔اسی کو میں اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔بعض علمائے کرام جسد اطہر سے آپ کی روح مبارک کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور صلوۃ وسلام کے سماع کے بھی قائل ہیں بایں ہمہ حیات دنیوی کی بجائے آپ کی حیات کو حیات برزخی سے تعبیر کرتے ہیں۔اس صورت میں صرف عنوان کا فرق ہے۔مطالب اور معنوں میں فرق نہیں۔یہ بھی اہل السنت میں سے ہیں۔

عذاب قبر کے اثبات میں عامہ علماء اہل السنت قبر میں حیات کے ڈالے جانے کے قائل ہیں۔قال فی الھدایۃ ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیوۃ فی قول العامۃ۔ (الھدایۃ ج۳ ص ۵۰۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد عیسیٰ عفی عنہ

نصرت العلوم گوجرانوالہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

نعمان آلوسی کے رسالہ ''الآیات البینات'' کی حقیقت

ملاحظہ ہو: رسالہ ''الآیات البینات فی عدم سماع الاموات علی مذھب الحنفیۃ السادات'' تالیف علامہ نعمان آلوسی بن مفسر علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (متولد ۱۲۵۲ھ متوفی ۱۳۱۷ھ) پہلے مصر میں علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد کی تعلیقات اور تخریج سے شائع ہوا پھر پاکستان میں فیصل کتاب گھر سرگودھا کی وساطت سے شائع کیا گیا۔مؤلف کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہے جبکہ رسالہ مکمل ہونے کی تاریخ ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہے یعنی مؤلف کی وفات کے بارہ سال بعد کوئی شاگرد اس رسالہ کو اپنے استاذ علامہ نعمانی آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ میں مکمل کر رہا ہے، دیکھئے (الآیات البینات ص ۶۱ و ص ۱۵۸)

اس رسالہ میں حوالوں کے اندر خیانت وتحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔فتح القدیر، مراقی الفلاح اور حاشیہ طحطاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا ہے۔دیکھئے (ص ۴۷) حالانکہ ان کتابوں میں سماع موتی ثابت کیا گیا ہے۔ علامہ ابن ملک حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی: ۸۰۱ھ کے حوالہ نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے۔انہوں نے جو حدیث

''انه ليسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا'' کا معنی وتشریح کی ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے اور پورا حوالہ نقل نہیں کیا۔ چنانچہ نیلوی صاحب حوالہ نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کرتے ہیں: ''یہی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کرکے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میت قبر کے اندر سے سچ مچ سنتا ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے بعض نے تاویل کی ہے، ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ کا قول (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے) اپنی تائید میں پیش کیا ہے کہ ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ ''قرع نعالهم'' سے مراد ''اى صوت دقها'' (جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہوسکتا کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے''۔ (ندائے حق جزء اول طبع دوم ص ۲۵۱ تا ۲۵۲)

بہر حال اس رسالہ میں حوالوں کے اندر تحریف وخیانت کا خاصہ ارتکاب کیا گیا ہے اسی طرح روح المعانی کے حوالہ نقل کرنے میں زبردست بددیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ''وقيل فى حديث ابن عبد البر (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۷) کو ''واحتجوا ايضا بحديث'' (الآيات البينات ص ۹۲) کے الفاظ سے بدل دیا ہے کیونکہ ''قیل'' مجہول کا صیغہ تمریض اور ضعف پر دلالت کرتا ہے، اس میں اشارہ تھا کہ ''ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح حدیث سماع سلام عند القبر پر درست نہیں ہے'' اس لئے اس لفظ کو تبدیل کردیا گیا۔ الغرض یہ رسالہ کذب وبددیانتی وخیانت سے پر ہے، معلوم ہوتا ہے مؤلف نعمان آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہے۔

جواب نمبر ۲: بالفرض یہ رسالہ علامہ نعمان آلوسی کا اپنا بھی ہو تب بھی قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ نعمان آلوسی غیر مقلد تھا، حنفی نہ تھا، اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کی ترجمانی کرے۔؟ ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''فجاهد فريق الجمود والتقليد'' (الآيات البينات ص ۵۹) کہ فرقہ مقلدین کے ساتھ نعمان آلوسی کا جہاد جاری رہا۔

نیز لکھتے ہیں: ''کہ ان کی کتاب ''جلاء العينين فى محاكمة الاحمدين'' کی نواب صدیق حسن خان نے ان الفاظ سے تعریف کی ہے: ''وهو كتاب جليل المقدار (مفيد الاحرار)''۔

نیز لکھتے ہیں: ''وكانت بينه وبين السيد صديق مراسلات ومفاوضات وله منه اجازة۔ (مقدمہ الآیات ص ۵۹) نعمان آلوسی اور سید نواب صدیق حسن خان صاحب کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور نواب صاحب نے اس کو شاگردی کی سند واجازت بھی دی تھی اور نعمان آلوسی، نواب صدیق حسن خان صاحب کو مجتہد امام کے درجہ پر شمار کرتا تھا۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد مرحوم کی نگرانی میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے جو کتاب ظفر اللاضی نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی شائع کی گئی ہے اس کی ابتداء میں مصنف کے حالات میں یوں مرقوم ہے: ''يقول فيه السيد نعمان خير الدين الآلوسى ويحق له الاجتهاد لاجتماع شروطه فيه''۔ (ص ۵) اور نواب صاحب کی تعریف میں سید نعمان آلوسی فرماتے ہیں کہ ان کو اجتہاد کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ اجتہاد کی شرائط ان میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ خود غیر مقلدین حضرات اس بات کو نہیں مانتے۔ چنانچہ مولانا محمد اسمٰعیل سلفی لکھتے ہیں: ''نہ ہی ہم انہیں ائمہ اجتہاد کی طرح امام مانتے ہیں''۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۹۶)

نواب صدیق حسن خان صاحب ایک مقام پر ان کے ایک مسئلہ کی تحسین ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں: ''وما احسن المسلك الذى سلكه صاحبنا صاحب كتاب جلاء العينين فى محاكمة الاحمدين''۔ (نزل

الابرار ص ٣٢٢) اس مسئلہ میں کیا ہی بہترین طریقہ اختیار کیا ہے ہمارے ساتھی صاحب کتاب "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" نے۔ شیخ محمد یاسین خطیب جامع مسجد دریا خان ضلع بھکر

اور مولوی محمد یونس نعمانی کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں

نوٹ: مماتی حضرات کہتے ہیں کہ ہم "حیات النبی ﷺ" کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ خالص ان کا صریح جھوٹ ہے جس طرح مرزائی کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بھی ان کی طرح جھوٹ بولتے ہیں۔

٣١٦

۷۸۶

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد [illegible]

[illegible] درباره مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام میں درج ذیل عقیدہ رکھتا ہے

تمام انبیاء علیہم السلام بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بفرمان خداوندی کل نفس ذائقۃ الموت کے مطابق موت کا جام نوش کرنا پڑا۔ البتہ انکے اجسام مبارکہ اپنی اپنی قبور مطہرہ میں الیوم کما وضع صحیح سلامت محفوظ موجود ہیں۔

انکی ارواح طیبہ جسم عنصری سے پرواز کر کے اعلیٰ علیین میں نعم خداوندی سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ لیکن ان ارواح مبارکہ کا جسد عنصریہ مبارکہ کیساتھ کسی ایسے تعلق کا ثبوت نہیں جسکی وجہ سے اجسام عنصریہ مدفونہ فی القبور میں رکوع سجود کرنے کی [illegible] دیکھنے، پہچاننے کی قوت پیدا ہو جائے۔

نوٹ: درود وسلام [illegible] عند القبر سننے کی ثبوت ان اجسام عنصریہ مبارکہ میں نہیں ہے۔

عذاب قبر حق ہے خواہ میت مدفون فی الارض ہو یا آگ میں جل جائے یا دریا میں ڈوب کر اسے درندہ جانور کھا جائیں۔ میت مرد یا عورت کے جسم کے ذرات منتشرہ میں خداوند کریم نوعاً من الحیات پیدا کرتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب [illegible] عذاب ذرات [illegible] الم اور راحت کو محسوس کیا جاتا ہے [illegible] کیفیت [illegible] تمام [illegible] تعلق [illegible] جسم کیساتھ [illegible] حیات [illegible] ہی عذاب و ثواب [illegible] فقط لا عندی والحق عند اللہ

یہ عقیدہ ہم قرآن و حدیث سے ثابت کرینگے۔ العبد شیخ محمد یٰسین

[illegible] فاضل دیوبند [illegible]

شیخ محمد یاسین فاضل دیوبند
خطیب جامع مسجد دریا خان

۷/۴/۸۶

۳۱۷

ضمیمہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلح کی تکمیل

بمقام مدرسہ خیر المدارس ملتان بتاریخ ۱۳ جون ۱۹۶۲ء

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدت سے نزاع چلا آرہا تھا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے کوشش کی کہ یہ نزاع ختم ہو جائے۔ اسلئے قرار پایا کہ مسئلہ کی نسبت حسب ذیل قدر مشترک پر صلح ہو جائے۔ اور بوقت ضرورت اسی کو بیان کیا جائے۔ وہ عبارت یہ ہے:

۱۔ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

چونکہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مرحوم نہ تھے۔ اسلئے کچھ حضرات نے تجویز کی کہ جن حضرات کے دستخط ہو گئے ہیں وہ اسکی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی اس تحریر پر دستخط کر دیں۔ چنانچہ میرے دستخط کئے ہیں اگر وہ صاحب دستخط نہ کریں تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کریں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم ساتھ نہیں ان کو مدد نہ دیں گے۔

۲۔ اس فیصلہ کے بعد سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے صراحۃً بحیثیت نفس مسئلہ حیات تحریر کی بابت دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور قاری صاحب سے روانگی کے ایک دن قبل ملاقات کی۔ اس وقت قاضی شمس الدین صاحب ہمراہ تھے۔ صاحب نے منشا کی تنسیخ کی نسبت درخواست کی اس پر قاری صاحب نے میرے نام حسب ذیل خط تحریر فرمایا۔

بملاحظہ گرامی حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب مدفیضہم

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ملتان میں جو مصالحت ہوئی تو اس پر دو تحریریں مرتب ہوئی تھیں جس پر فریقین کے دو دو حضرات کے دستخط ہو گئے تھے۔ ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی، اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں، اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اسمیں توازن باقی نہیں رہا اور یہ بہت ممکن ہے کہ عمل میدان میں اسکی پابندی دشوار ہو جائے۔ اور اس سے مصالحت کو کسی فریق پر

۲۱۹

سے عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی ایک پہلو پر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کریں گے اور کوئٹہ کے طلبہ کے مجمع میں اس سلسلہ پر مفصل تبادلہ خیال کریں گے۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان

۳۱ جولائی ۱۹۶۲ء

ایک فریق کے دستخط

غلام اللہ خان راولپنڈی

عنایت اللہ

احقر شمس الدین عفی عنہ

احقر احمد حسین سجاد بخاری

محمد یار عفی عنہ

دوسرے فریق کے دستخط

محمد علی جالندھری بقلم خود

بقلم لال حسین اختر

عبدالرحمان میانوی

محمد عبداللہ بقلم خود

منظور حسین صدیقی بقلم خود

ضروری وضاحت

تقریباً عرصہ بتیس سال سے ایک فریق کی طرف سے یہ بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ جمعیت اشاعت توحید و سنت والے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ اس لیے ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم پر یہ سراسر افتراء ہے، خالص بہتان اور صریح جھوٹا الزام ہے۔ ہم کتاب اللہ تعالیٰ، کتاب و سنت، ارشادات صحابہؓ اور تصریحات سلف کے مطابق حیاۃ النبیؐ کے قائل ہیں۔ وہ وہ حیات برزخی ہے جو دنیوی حیات سے بدرجہا بہتر و برتر اور افضل و اعلیٰ ہے۔

سماع موتی کے مسئلہ میں ہمارا مسلک وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ مردے نہیں سنتے اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ حضرات اکابر علماء دیوبند سماع موتی کے قائل تھے تو ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں، بلکہ سراسر خلاف واقع ہے۔ اس لیے جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں بیشک وہ اپنی تحقیق کی روشنی میں اس کے قائل رہیں لیکن اس کو اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب نہ کریں، نہ اس کو حضرات اکابر کی تحقیق اور ان کا مسلک قرار دیں۔

نوٹ: مماتی حضرات کہتے ہیں کہ ہم "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ خالص ان کا صریح جھوٹ ہے جس طرح مرزائی کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بھی ان کی طرح جھوٹ بولتے ہیں۔